جبرو
اے حمید

محبِ وطن اور مخلص نوجوان

ڈاکٹر ظفر مقبول

کے نام

رات کے پچھلے پہر جبرو کو پھانسی دی جانے والی تھی' انگریز گورنر کی جانب سے رحم کی اپیل مسترد ہوتے ہی اسے کال کوٹھری میں بند کر دیا گیا تھا' دو روز پہلے اس کا بلیک وارنٹ جیل سپرنٹنڈنٹ کے پاس پہنچ گیا اور اس کی پھانسی کی تاریخ مقرر ہو گئی لیکن جبرو کو نہیں بتایا گیا تھا کہ آج رات تین بجے کے بعد اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

امرتسر سنٹرل جیل کی پھانسی کی کوٹھری میں بیٹھا جبرو گہری سوچ میں گم تھا' اسے دو روز پہلے ہی جیل کے ایک مخبر نے بتا دیا تھا کہ اس کی رحم کی اپیل مسترد ہو چکی ہے اور بلیک وارنٹ بھی آ گیا ہے اور آج دوپہر اس کی ملاقات ملے ہے۔

۱۹۴۱ء کے مارچ' اپریل کا خوشگوار موسم تھا پھانسی کی کوٹھری کے باہر اونچی دیوار والے برآمدے میں ایک جانب دھوپ آئی ہوئی تھی' جبرو کوٹھری کے کونے میں پرانے میلے کچیلے کمبل پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا اپنی تیز چمکیلی آنکھوں کو تھوڑا سا سکیڑے برآمدے کی دیوار کو تک رہا تھا' کوٹھری کی سلاخوں کے سامنے پہریدار رائفل اٹھائے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ٹہلتا ہوا گزر جاتا تھا۔

جبرو قیدیوں کے لباس میں تھا۔ سانولی رنگت' عمر تیس پینتیس برس' پنجاب کا گبھرو جوان' گھنگریالے سخت سیاہ بال' ماتھے پر داہنی جانب چاقو لگنے کے زخم کا لمبا نشان' ناک ذرا بیٹھی ہوئی اور چوڑے نتھنوں کے نیچے چھوٹی لبوتری تیکھی مونچھیں' تھوڑی تھوڑی داڑھی بڑھی ہوئی' چہرے پر ایک تیکھا کھنچاؤ تھا' جیسے کسی اندرونی خلفشار اور ذہنی انتشار کو چھپائے ہوئے ہو۔

امرتسر جیل کی اس زمانے میں بھی بڑی دہشت تھی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل انگریز تھا جو بڑا ظالم اور ہندوستانیوں سے نفرت کرتا تھا' وہ جبرو کے پس منظر اور ہسٹری شیٹ سے

واقف تھا جیل میں چاروں طرف کڑا پہرہ لگا دیا گیا تھا اور کسی نمبردار یا میٹ کو بھی جبرو کی کوٹھری کے پاس جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن قانون کے مطابق دوپہر کو جبرو کی اس کے لواحقین سے آخری ملاقات کروانی ضروری تھی' چنانچہ انگریز سپرنٹنڈنٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ ملاقات کے وقت وہ خود موقع پر موجود ہو گا۔

جبرو اپنی کوٹھری میں خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ جبرو اسی آخری ملاقات کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ بارہ بجے اسے جیل کا کھانا دیا جانے لگا تو اس نے جیل کی سلاخوں کے پیچھے کھڑے ہندو نمبردار بال کشن' کو مخاطب کیا۔

"نس جا اوئے اپنی دال لے کے کراڑا"۔ اپنی دال لے کے بھاگ جا او ہندو لالے۔

نمبردار نے پیچھے کھڑے حوالدار کی طرف دیکھا اور دال روٹی والا ڈونگا اسے تھمادیا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔

جبرو نے کوٹھری میں بے چینی سے ٹہلنا شروع کر دیا۔ جو بمشکل سات فٹ چوڑی اور دس فٹ لمبی تھی تھوڑی دیر تک ٹہلنے کے بعد وہ دوبارہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور گھٹنوں کو اپنے مضبوط بازوؤں کے حلقے میں لے کر کوٹھری کی سلاخوں میں سے برآمدے کی دیوار کی دھوپ کو تکنے لگا۔ دھوپ آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی وقت انتہائی سست رفتاری سے گزر رہا تھا اور جبرو کو اپنی آخری ملاقات کا انتظار تھا۔ اس کا جگری دوست کمالا اس سے ملنے آرہا تھا۔

ٹھیک ایک بجے نمبردار آکر سلاخوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ "جبرو! آج دو بجے تیری ملاقات طے ہے"۔

جبرو نے آنکھیں تھوڑی سی سکیڑ کر سکھ نمبردار کو گھورا۔ نمبردار نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معافی دے دینا بھائی!"۔

اور وہ واہے گورو واہے گورو بولتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔ رائفل بردار سلاخوں کے آگے ٹہلنے لگا۔

جبرو کی ساتھ والی دونوں کوٹھریاں صبح ہی سے خالی کروا دی گئی تھیں وہ آہستہ آہستہ دانتوں سے اپنے نچلے ہونٹ کو کاٹنے لگا۔ اسے اپنی آخری ملاقات کا شدت سے انتظار تھا۔ وقت جیسے رک گیا تھا۔ وہ دیوار کی طرف منہ کرکے کمبل پر لیٹ گیا اسے بہت کچھ یاد آرہا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا وہ قتل تھا جس کی پاداش میں اسے پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی۔ جبرو کو اس قتل پر کوئی افسوس یا پچھتاوا نہیں تھا۔ کیونکہ اس نے ایک ایسے زہریلے ناگ کا سر کچلا تھا جو کئی معصوم اور بے گناہ انسانوں کو ڈس چکا تھا۔

جبرو کو بھاری بوٹوں کی آواز سنائی دی۔ تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی ملاقات کا وقت آگیا تھا۔ چار سپاہی جن کے ساتھ دو نمبردار بھی تھے رائفلیں اٹھائے سلاخوں کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ پہریدار نے جلدی سے کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔ اور سپاہیوں نے جبرو کی طرف رائفلیں تان لیں ایک نمبردار ہتھکڑی لے کر کوٹھری میں داخل ہوا۔

"ہاتھ آگے کر"۔

جبرو نے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے۔ اسے ہتھکڑی لگا دی گئی اور سپاہی رائفلوں کے سائے میں جبرو کو پھانسی کی کوٹھری سے نکال کر ملاقات والی بیرک کی طرف لے چلے کئی روز بعد جبرو کھلی ہوا اور دھوپ میں آیا تھا۔ دھوپ کی روشنی میں اس کی آنکھیں اپنے آپ سمٹ سی گئیں۔ جیل کی اونچی کچی دیوار کی مچان پر ایک سپاہی رائفل لئے کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

ملاقات والی بیرک جیل سپرنٹنڈنٹ کے آفس کے برابر میں تھی' دروازے پر جبرو نے انگریز سپرنٹنڈنٹ کو جیل کی وردی میں پستول لگائے سگریٹ کے کش لگاتے دیکھا تو ایک لمحے کے لئے وہ ٹھٹک سا گیا۔ اسے توقع نہیں تھی یہ انگریز بھی موقع پر موجود ہو گا۔ وہ سپاہیوں کے گھیرے میں قدم قدم چلتا بیرک میں داخل ہو گیا۔ سامنے لوہے کی جالی والی دیوار تھی۔ پیچھے ایک چھوٹا سا میدان تھا' جس کے پرے جیل کا بڑا گیٹ تھا' چھوٹا دروازہ بھی بند تھا اور کانسٹیبل وہاں پہرے پر کھڑا تھا۔

جبرو کو سلاخوں کی دیوار کے پاس بٹھا دیا گیا انگریز سپرنٹنڈنٹ بارک کے عقبی دروازے کے پاس رک گیا اور اب عقابی نظروں سے جیل کے مین گیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

ذرا دیر بعد گیٹ پر کھڑے کانسٹیبل نے جھک کر دروازے چوکھٹے میں باہر دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی جلدی سے اس نے گیٹ کا چھوٹا آہنی دروازہ کھول دیا۔ ایک سانولے رنگ کا دراز قد نوجوان اندر داخل ہوا جس نے فوجی وردی پہن رکھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی ایک فائل تھی' وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس بیرک کی طرف بڑھا جہاں جبرو سپاہیوں کے پاس بیٹھا اپنی آخری ملاقات کا انتظار کر رہا تھا۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ نے فوجی جوان کو آتے دیکھا تو بیرک میں سے نکل کر باہر آگیا۔ نوجوان نے کیپٹن کی وردی پہن رکھی تھی اس نے انگریز سپرنٹنڈنٹ کے سامنے آتے ہی اسے سلیوٹ کیا۔ اور فائل آگے بڑھا دی۔

سپرنٹنڈنٹ نے گومگو کے عالم میں فوجی کے ہاتھ سے فائل لے لی اس کا فیتہ کھولنے لگا۔ اسی وقت فوجی جوان کا ہاتھ بجلی کی تیزی کے ساتھ کمر سے لٹکے ہوئے پستول تک گیا اور اس سے پہلے کہ انگریز کو کچھ خبر ہوتی فوجی کے پستول سے گولی ایک دھماکے کے ساتھ نکل کر سیدھی اس کے دل سے پار ہو گئی۔ ادھر انگریز زمین پر گرا اور ادھر وہ چھلانگ لگا کر بیرک میں گرا اور یکے بعد دیگرے تین فائر کر کے تین رائفل بردار سپاہیوں کو ڈھیر کر دیا۔ چوتھے سپاہی نے رائفل پھینک کر اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔ فوجی جوان نے چیخ کر پنجابی میں کہا۔ "جبرو! گھوڑے باہر ای"۔

جبرو کو جس ملاقات کا انتظار تھا وہ آگئی تھی۔ اس نے ہتھکڑی کی زنجیر کو کھینچ کر سمیٹا اور چھلانگ لگا کر بیرک کے دروازے سے باہر آگیا۔ گیٹ پر کھڑے کانسٹیبل نے فائرنگ شروع کردی۔ فوجی نے پستول جیب میں ڈالا اور زمین پر پڑی رائفل اٹھا کر کانسٹیبل کا نشانہ لے کر فائر کردیا۔

جبرو کے جگری دوست کمالا کا نشانہ آج تک خطا نہیں گیا تھا۔ گولی سیدھی کانسٹیبل کی گردن میں جاکر لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

گولیوں کی آوازوں سے جیل میں افراتفری پھیل گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کمالا نے جبرو کو ساتھ لیا اور دونوں شیروں کی طرح چھلانگیں لگاتے آن کی آن میں میدان پار کر کے سنٹرل جیل امرتسر کے چھوٹے آہنی دروازے سے باہر نکل گئے۔

سیاہ رنگ کے دو گھوڑے درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ کمالا نے جبرو کو گھوڑے پر بیٹھنے میں مدد دی کیونکہ جبرو کے ہاتھوں میں ابھی تک ہتھکڑی لگی ہوئی تھی' جیل کی طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی اور شور مچ گیا تھا۔ جیل کا الارم بھی چیخ اٹھا تھا۔ جبرو کے گھوڑے پر بیٹھتے ہی کمالا بھی چھلانگ لگا کر اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ ایک سیکنڈ کے لئے دونوں گھوڑے گردنیں اٹھا کر زور سے ہنہنائے اور پھر ٹاہلیوں سے گھری ہوئی کچی سڑک پر سرپٹ دوڑ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں گھوڑے کمالا اور جبرو کو لے کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

جیل کا بڑا گیٹ کھول دیا گیا' اندر سے ایک لاری اور جیپ سپاہیوں سے بھری ہوئی باہر نکلی اور مفرور خونی جبرو کے تعاقب میں گرد اڑاتی چل پڑی۔

جبرو تقسیم سے بہت پہلے امرتسر شہر کے علاقہ لوہ گڑھ کی ایک تنگ و تاریک گلی میں ایک کشمیری ٹپ گر غلام رسول کے گھر پیدا ہوا۔ ٹپ گر غلام رسول کے ہاں شادی کے دس برس بعد دو بچے پیدا ہوئے تھے۔ پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام رضیہ بانو رکھا گیا۔ دو برس بعد لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام جبار رکھا گیامگر شروع ہی سے سب اسے جبرو کے نام سے پکارنے لگے' پانچ سال کی عمر میں اسے ایک پرائمری اسکول میں داخل کروا دیا گیا۔

ابھی وہ دوسری جماعت میں ہی تھا کہ اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ دونوں بہن بھائیوں کی پرورش کی ذمہ داری پھوپھی نے سنبھال لی' جبرو کا باپ دن بھر گھر کی

بیٹھک میں ایک میلے کچیلے تکیے پر گلی والی کھڑکی کے پاس بیٹھا شال گھٹنوں پر ڈالے پھولوں کی کڑھائی یا رفوگری کرتا رہتا۔ حقے کی نے اس کے منہ میں ہوتی اور ساتھ ساتھ ہیر وارث شاہ کے بول بھی گنگناتا جاتا۔ اسے اکھاڑے میں صبح صبح جاکر ورزش کرنے اور سری پائے کھانے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ اولاد کی طرف سے وہ بے نیاز تھا۔ جبرو اور اس کی بڑی بہن رضیہ کو وہ اکثر ڈانٹتا رہتا تھا۔ ان سے چلمیں بھرواتا، جبرو قاعدہ یا تختی لیکر بیٹھتا تو اسے گالی دیکر ڈانٹ دیتا۔

”اوئے تو پڑھ کر کیا کرے گا۔ لال دین کے پاس جاکر غالیچوں کا کام کیوں نہیں سیکھ لیتا؟؟“

جبرو کی پھوپھی ایک دانا اور مدبر خاتون تھی جسے پڑھائی لکھائی سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس کے پاس انقلاب ترکی اور اسلامی تواریخ کی کچھ بوسیدہ کتابیں اب تک الماری میں پڑی تھیں۔ جنہیں وہ کبھی کبھی چھت پر چارپائی پر بیٹھ کر پڑھا کرتی۔ وہ جبرو اور رضیہ کو اسکول میں آگے بھی پڑھانا چاہتی تھی۔ لیکن جبرو کا باپ پڑھائی کے خلاف تھا۔ اس نے رضیہ کو تو تیسری جماعت کے بعد ہی گھر میں بیٹھا دیا اور جبرو کو چوتھی جماعت سے اٹھا کر لان دین کے قالینوں کے کارخانے میں غالیچوں کا کام سیکھنے کے لئے بھیج دیا۔

جبرو کو بھی پڑھائی کا بڑا شوق تھا۔ مگر اس کا باپ بے حد سخت مزاج اور غصیلی طبیعت کا تھا۔ ایک بار جبرو نے ہائی اسکول میں داخل ہونے کے لئے ضد کی تو اس کے باپ نے اس کی بہت پٹائی کی۔ اسے گالیاں دیں اور کہا کہ خبردار جو پھر پڑھنے کا نام لیا۔ اسے منہ اندھیرے لے اٹھا کر غالیچوں کے کام پر بھیج دیا جاتا۔ پھوپھی بے چاری بھی اپنے ظالم بھائی کے آگے نہیں بول سکتی تھی۔ وہ جبرو کو روٹی باندھ کر ساتھ کردیتی۔ اسے پیار کرتی اور اپنی بے بسی کا رونا رو کر کام پر روانہ کرتی۔

لال دین کا کارخانہ جبرو کو بوچڑ خانہ نظر آتا کارخانے میں قالینوں کی کھڈیاں تھیں جن پر جبرو کی عمر کے لڑکے سارا دن بیٹھے قالینوں کا تانا بانا بنتے رہتے، ان کے گھٹنے جڑ

جاتے، ذرا دم لینے کو کھڈی سے اترتے تو لال دین بید لیکر ان کی پٹائی شروع کر دیتا، جو لڑکا دن میں پورا کام نہ کرتا اس کے کان پکڑوا کر اس کی پیٹھ پر پتھر کی سل رکھ دی جاتی، کئی بار جبرو کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، جبرو گھر آکر پھوپھی سے شکایت کرتا، وہ دبی زبان سے جبرو کے باپ سے کہتی کہ لال دین ہمارے بچے پر بڑا ظلم کرتا ہے۔ اسے بچا تو جبرو کا باپ تنگ کر کہتا۔

”کام میں تو مار پڑتی ہی ہے، میں نے رفوگری اور ٹپ گری ایسے ہی نہیں سیکھا، میرا استاد تو سارا سارا دن مجھے تپتی دھوپ میں فرش پر لیٹا کر اوپر پتھر کی سل رکھ دیا کرتا تھا۔ خبردار جو لال دین کی شکایت کی“۔

باپ کی اس سخت مزاجی اور اکھڑپن کی وجہ سے جبرو بچپن ہی سے باپ سے دور دور رہتا تھا۔ اسے اپنی پھوپھی سے زیادہ پیار تھا مگر وہ ایک بے زبان عورت تھی، جو اپنے بھائی کے آگے زبان نہیں کھول سکتی تھی۔

دوسری طرف رضیہ گھر پر ہی سارا دن گزارتی تھی، شام کو اس کی سہیلیاں گلی میں کھیلتیں تو وہ کھڑکی سے انہیں حسرت سے تکا کرتی۔ گھر سے قدم باہر نکالنے کی اجازت نہیں تھی، یہی وجہ تھی کہ اس کے باپ نے چھوٹی عمر میں ہی رضیہ کا بیاہ کر دیا، سولہ سترہ سالہ رضیہ کا خاوند امرتسر جی ٹی روڈ پر واقع صاحب کے قالینوں کے کارخانے میں کام کرتا تھا۔ رضیہ کے ہوتے ہوئے جبرو کو گھر میں بہن کا پیار ضرور ملتا تھا، لیکن اس کی شادی ہو جانے پر وہ اکیلا رہ گیا تھا کیونکہ رضیہ کی شادی کے بعد اس کی پھوپھی کا بھی انتقال ہو گیا۔

جبرو کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال کی ہو گی، وہ لال دین کے غالیچوں کے کارخانے میں برابر کام پر جاتا تھا، مگر وہاں اس کا ذرا جی نہیں لگتا تھا۔ اگرچہ وہ دبلا پتلا تھا، اور جسم ابھی بھرا نہیں تھا، پہلی بار اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی مونچھوں کو استرے سے مونڈا تو دو دن تک باپ کے سامنے نہیں گیا، جب باپ نے زبردستی اس کے منہ سے آگے سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا کہ اس کے بیٹے نے استرے سے مونچھیں صاف کردی

ہیں تو اسے گردن سے دبوچ کر فرش پر گرا لیا اور لاتیں گھونسے مارنے لگا' "حرام زادے ابھی سے جوان بننے کا شوق ہے؟؟"

جرو اب جوان ہو رہا تھا' اس کا مزاج بھی باپ کی طرح گرم تھا' وہ تڑپ کر باپ کی گرفت سے نکل کر سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا "مونڈوں گا مونچھیں"۔

یہ کہہ کر اس نے دیوار پر زور سے لات ماری اور سیڑھیاں اتر گیا' اس روز پہلی بار سنگدل اور نادان باپ نے محسوس کیا کہ اب اسے جرو پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے کیونکہ اب اسے بھی تھوڑی سی مشقت کے بعد سانس چڑھ جاتا تھا' وجہ یہ تھی کہ دس برس سے اس نے ورزش چھوڑ کر کنہیا لعل کے کٹڑے میں مجرا سننا شروع کر دیا تھا۔

جرو کو غالیچوں کے کارخانے سے دو روپے روزانہ ملتے تھے جن میں سے ایک روپیہ اپنے باپ کو لا کر دے دیتا تھا' اب اس نے باپ کی رقم میں ناغے ڈالنے شروع کر دیئے' باپ اسے کچھ نہ کہتا' دو تین ماہ اسی طرح چلتے گئے دوسری طرف جرو کے اخراجات میں اضافہ ہونے تھا' جس کارخانے میں وہ کام کرتا تھا' وہاں کے کاریگروں میں شروع ہی سے یہ ریت چلی آ رہی تھی' کہ جس روز انہیں لال دین تنخواہ دیتا اسی روز جوا کھیلنے بیٹھ جاتے یہ لوگ نشہ بھی کرتے تھے' جرو کو چونکہ ورزش کا شوق تھا اس لئے وہ بھنگ چرس سے تو بچا رہا لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد اس نے بھی دو چار آنے کا داؤ لگانا شروع کر دیا' ہار جاتا تو کسی کاریگر سے دو چار روپے ادھارے لیتا اور وقت پر اسے بھی دیتا' لیکن ایک بار ادھا واپس کرنے میں دیر ہو گئی کاریگر نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔

جرو کا خون کھول اٹھا' اسے اپنے سامنے اپنا سنگدل باپ نظر آیا جو اس کے گریبان کو کھینچ رہا تھا' اور اسے گالیاں بک رہا تھا' جرو نے کاریگر کو اتنے زور کی ٹکر ماری کہ وہ پچھاڑ کر پیچھے کو گرا اور ناک منہ سے خون جاری ہو گیا' جرو بھاگ کر اپنی بہن رضیہ کے گھر میں جا چھپا۔ معاملہ اگرچہ رفع دفع ہو گیا لیکن اس دن سے کارخانے میں جرو کی دھاک سی بیٹھ گئی' کاریگر یہ کہہ کر اس سے دبنے لگے کہ بڑا ہتھ چھٹ

لونڈا ہے اس سے دور ہی رہنا چاہئے۔

اس رویے سے جرو کو مزید شہہ ملی' ایک روز گلی میں اس کی اپنے ایک دوست سے لڑائی ہو گئی۔ جرو نے قصائی کی دکان سے چھری اٹھائی' لیکن اس کا دوست بھاگ اٹھا۔ قصائی نور بخش نے جرو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جرو پتر! تو شریفوں کی اولاد ہے۔ یہ کام پھر نہ کرنا اور چھری مجھے دے دے"۔

جرو کا خون ابھی نو خیز ہی تھا' اس نے چھری اس طرح قصائی کے تختے پر پھینکی کہ اس کی نوک تختے میں کھب گئی' اور چھری بالکل سیدھی ہو کر ٹک گئی' جرو کے دوسرے دوستوں نے اس کی خوشامدیں شروع کر دیں اور وہ اس کی بہادری کے گن گانے لگے' جرو نے اپنے اندر ایک عجیب سرور محسوس کیا جیسے وہ زمین سے اوپر اٹھ آیا ہو۔

وقت گزرتا چلا گیا' باپ بیمار رہنے لگا' اس کی تیمار داری کرنے والا کوئی نہیں تھا' کبھی رضیہ آ جاتی تو باپ کا سر دباتی۔ اسے جوشاندہ بنا کر دیتی' بیماری اور بڑھاپے میں سخت مزاج باپ کو محسوس ہوا کہ وہ اکیلا رہ گیا ہے' بیٹی اپنے گھر میں تھی وہ باپ کا کتنا خیال رکھ سکتی تھی' بیٹے کو ویسے ہی باپ سے نفرت تھی' کیونکہ باپ نے اسے کبھی محبت نہیں دی تھی بچپن سے لیکر نوجوانی تک بیٹے کو برا بھلا کہتا تھا' گالیاں دی تھیں یا مارا پیٹا تھا' ہر کام اس کی مرضی کے خلاف کیا تھا' اب وہ اپنے بیٹے سے کیا توقع رکھ سکتا تھا' وہ سارا سارا دن نیم تاریک تنگ سی بیٹھک میں پڑا رہتا' کام اس سے چھٹ گیا تھا عمر بھی کافی ہو گئی تھی' آخر ایک روز وہ اسی بیٹھک میں رات کے کسی سمے مر گیا۔

باپ کی موت کے بعد جرو آزاد ہو گیا' پہلے جو باپ کا ڈر خوف تھا وہ بھی جاتا رہا۔ اس دوران اس کا رابطہ شہر کے ایک ایسے آدمی سے ہو گیا تھا جو کٹڑہ کنہیا لعل یعنی امرتسر کے بازار حسن میں اپنی بیٹھک پر جوا کرتا تھا اس آدمی کا نام چمن تھا' چمن پکی عمر کا ہندو تھا' تھانہ رام باغ میں اس کا نام بستہ میں درج تھا۔ ہر روز صبح شام اسے

آواز پڑتی تھی۔ ایک سپاہی صبح شام آکر اسے پوچھ جاتا تھا کہ وہ گھر پر ہی ہے۔

چمن بڑا چالاک غنڈہ تھا' محلے کے ایک ممبر کو اس نے کچھ رعب اور زیادہ رشوت دی' وہ بستہ سے تو نام نہ کٹوا سکا اسے صبح شام آواز پڑنی بند ہو گئی۔ اس نے اپنی بیٹھک پر جوا کروانا شروع کردیا' رام باغ کے سکھ تھانے دار کا اس نے ماہانہ لگا دیا۔ تھانے دار نے اس بات کی ضمانت مانگی کہ علاقے میں اس کے جواری غنڈہ گردی نہیں کریں گے اور چمن کو جوئے کی اجازت دیدی۔ چمن کی بیٹھک کٹڑہ کنہیا لعل میں امرت ٹاکیز کے برابر میں دوسری منزل پر واقع تھی۔ پہلی منزل پر ایک ہندو حکیم کی دکان تھی۔ سامنے لاہوریوں کی مشہور دکان تھی' جہاں سنگ مرمر کی گول میزوں پر بیٹھ کر لوگ ومٹو' کیلا اور دوسری سوڈا واٹر کی بوتلیں شیشے کے گلاس میں ڈال کر پیتے تھے۔ چمن کی بیٹھک پر علاقے کے مشہوری جواری سیٹھ آکر جوا کھیلتے' یہ جوا تاش کا جوا نہیں تھا بلکہ وہاں پانسہ گرتا تھا جسے پنجابی کی اصطلاح میں گم سہی کہتے ہیں۔

اس وقت جبرو کی عمر انیس برس کی تھی' لیکن وہ اپنی عمر سے زیادہ جوان نکل آیا تھا۔ چوڑے شانے' لمبا قد لمبے لمبے بازو' گھنگریالے بال' وہ بوسکی کی قمیص' بوسکی کا پاجامہ اور کالی بو والا پیٹنٹ کا کالا پمپ شو پہن کر جب اپنے دوستوں کے ہمراہ بازار سے گزرتا تو لوگ اسے ایک نظر ضرور دیکھتے۔ وہ شراب بھنگ اور چرس وغیرہ کو تو ہاتھ نہیں لگاتا تھا لیکن پان ضرور کھاتا تھا کبھی کبھی اور کسی وقت زیادہ موڈ میں ہو تو کیونڈر کا سگریٹ بھی سلگا کر پھونکنے لگتا تھا۔

چمن جواریئے نے یوں تو اسے بازار میں آتے جاتے کئی بار دیکھا تھا لیکن کبھی زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ اس قسم کے نو عمر لونڈوں سے وہ خوب واقف تھا جن کو نیا نیا بدمعاش بننے کا شوق ہوتا ہے اور یونہی بازار میں اینٹھتے پھرا کرتے ہیں' لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ وہ بیٹھک میں بیٹھا نیچے جھانک رہا تھا۔ بیٹھک میں ابھی جوا شروع نہیں ہوا تھا کہ چمن جبرو کو اپنے دو تین دوستوں کے ساتھ آتے دیکھا۔ اچانک امرت ٹاکیز سینما کے سامنے ایک بوڑھے دیہاتی نے شور مچا دیا "میری جیب کٹ گئی' اسے پکڑو۔

اس نے میری جیب کاٹی ہے"۔

اس کے ساتھ ہی بوڑھے دیہاتی نے ایک اچھے خاصے تنومند پاکٹ مار کو پکڑ لیا۔ پاکٹ مار کو چمن جانتا تھا' وہ علاقے کا مشہور جیب کترا تھا اور کبھی کبھی اس کی بیٹھک پر جوا کھیلنے بھی آ جاتا۔ ہر وقت اس کی جیب میں چھری رہا کرتی تھی۔ غریب کمزور سا دیہاتی بوڑھا بھلا اس بدمعاش کا کیا مقابلہ کرسکتا تھا جیب تراش کا نام کانشی تھا' کانشی نے اپنا بازو ایک جھٹکے سے چھڑایا اور بوڑھے دیہاتی کو اتنی زور سے طمانچا مارا کہ وہ چکرا کر دکان کی سیڑھیوں پر گر پڑا' اس کی پگڑی کھل گئی اور ماتھے سے خون بہنے لگا بوڑھا سیڑھیوں پر ہی پڑا تھا کہ کانشی نے اس پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش شروع کردی۔

چمن کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اس بازار میں ایسا ہوتا ہی رہتا تھا' لیکن ایکا ایکی چمن نے دیکھا کہ نوجوان جبرو اپنے دوستوں سے الگ ہو کر گولی کی طرح لپک کر جائے واردات پر آیا' آتے ہی اس نے ایک خوفناک ٹکر کانشی کی ناک پر ماری وہ اپنی جگہ سے ہل گیا۔ اور اس کی ناک سے خون جاری ہوگیا۔ کانشی نے دھوتی کی ڈھب میں سے ایک دم چھری نکال لی اور جبرو کی طرف دیکھ کر للکارا۔ "آج رات تیری ماں بین کرے گی"۔

چمن نے جلدی سے بیٹھک کی کھڑکی بند کردی' ایک قتل کا چشم دید گواہ نہیں بننا چاہتا تھا۔ پھر بھی کھڑکی تھوڑی سی کھول کر نیچے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک نوجوان لڑکے کی لاش خون میں لت پت تڑپنے والی ہی تھی' بازار میں سب لوگ بھاگ گئے' جبرو کے دوست وہاں سے رفو چکر ہو گئے' آمنے سامنے والے دکانداروں نے سامان اندر رکھنا شروع کردیا' بوڑھا دیہاتی بھی اٹھ کر امرت ٹاکیز سینما کی ڈیوڑھی میں بیٹھ گیا۔

کانشی کے ہاتھ میں چھری اور چہرے پر شیطانی غصیلی انتقامی مسکراہٹ تھی' وہ جبرو پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہا تھا۔ جبرو اپنی جگہ پر بڑی دلیری سے کھڑا تھا اور اپنے

دونوں بازو حملہ روکنے کے انداز میں آگے کئے کانشی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھور رہا تھا۔

چمن حیران تھا کہ اس نو عمر لڑکے میں اتنی دلیری کہاں سے آگئی کہ خود سے تین گنی طاقت والے غنڈے کے سامنے سینہ تانے کھڑا ہے' اچانک کانشی نے ایک بڑھک ماری اور چھری سے جبرو پر حملہ کردیا' جبرو چیتے کی پھرتی کے ساتھ چھلانگ لگا کر ایک طرف ہو گیا' اور فوراً ہی پہلو کی طرف ہو کر کانشی کی پسلیوں میں اچھل کر اتنی زور سے لات ماری کہ وہ دہرا ہو کر سڑک پر گر پڑا' اب چمن نے کھڑکی کھول دی اور اوپر سے کڑک کر کہا۔

"خبردار اوئے۔ کیا غنڈہ گردی لگا رکھی ہے تم لوگوں نے" چمن بھاگ کر نیچے آگیا۔ کانشی ابھی تک سڑک پر پڑا کراہ رہا تھا۔ اس کی چھری ہاتھ سے چھٹ کر نالی کے پاس پڑی تھی' چمن کے اپنے آدمی بھی اس کے ساتھ ہی نیچے آگئے' وہ کانشی کو اٹھا کر سوڈا واٹر کی دکان میں لے گئے' چمن نے جبرو کے کاندھے پر تھپکی دے کر کہا۔

"برخوردار خون میں اتنی گرمی اچھی نہیں ہوتی"۔ جبرو نے چمن کا ہاتھ پیچھے جھٹک دیا اور ایک طرف زور سے تھوکتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں بھی جانتا ہوں اور اس کانشی رام کو بھی اس بوڑھے کی رقم اسے ابھی واپس کرنی ہو گی"۔

چمن کے آدمی ایک دم آگے آگئے' چمن نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں پیچھے رہنے کا اشارہ کیا' اور جبرو سے مخاطب ہوا۔ "اگر کانشی رام نے رقم واپس نہ کی تو کیا کرو گے؟"

جبرو ایک قدم آگے بڑھ کر چمن کے بالکل سامنے آگیا "پھر یہ رقم تمہیں ادا کرنی ہو گی۔ کیونکہ تم اس غنڈے کے حمایتی بن کر آئے ہو"۔ چمن دل میں جبرو کے جواب سے بڑا خوش ہوا۔ لڑکا واقعی دلیر تھا۔ اسے ایسے ہی لڑکے کی ضرورت تھی۔ وہ جبرو کے کاندھے پر تھپکی دیکر بولا۔ "برخوردار! کانشی نے جیب کاٹتے ہی رقم اپنے ساتھی کو تھما دی ہو گی' جو اس وقت تک غائب ہو چکا ہو گا' لیکن اگر تم کہتے ہو تو یہ رقم میں

اپنی طرف سے بوڑھے کو دے دیتا ہوں"۔

اس نے بوڑھے سے پوچھا کہ اس کی کتنی رقم ہے؟ بوڑھا بولا "پندرہ روپے' اس زمانے میں پندرہ روپے بہت ہوا کرتے تھے چمن نے پندرہ روپے دھوتی کی ڈھب میں سے نکال کر دے دیئے' جبرو نے اپنی بوسکی کی قمیص زور سے جھاڑی اور کندھے اچکاتا رام باغ کی طرف چل دیا۔

چمن نے سوڈا واٹر کی دکان میں داخل ہونے سے پہلے اپنا ایک آدمی جبرو کے پیچھے دوڑا دیا' جبرو بجلی والے چوک میں ہی پہنچا تھا کہ چمن کے آدمی نے پیچھے سے آ لیا۔

"لالہ جی نے تمہیں بیٹھک پر آنے کے لئے کہا ہے"۔

جبرو رک گیا۔ "میں کیوں آؤں اس کی بیٹھک پر"۔

"وہ تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں"۔ وہ ذرا سا مسکرایا۔ "تمہارے بھلے کی باتیں ہی ہوں گی۔ آ جانا پیارے! شام سے کچھ پہلے لالہ جی فارغ ہوتے ہیں"۔

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور رام باغ کے بازار میں داخل ہو گیا' وہ سمجھ گیا تھا کہ چمن نے اسے اپنی بیٹھک پر کیوں بلایا ہے۔

باپ کے مرجانے کے بعد اس مکان میں کوئی دوسرے کرایہ دار آگئے تھے' وہ رات کو غالیچوں کے کارخانے میں ہی سوتا تھا' دنیا میں اس کا سوائے ایک بہن کے اور کوئی نہیں تھا اور بہن کے ہاں وہ بہت کم ہی جاتا تھا۔ آمدنی بھی زیادہ نہیں تھی' دوستوں کے ساتھ تاش کھیل کر وہ رقم جیت لیتا تو بوسکی کی ایک آدھ قمیض بنوا لیا تھا۔

کچھ وقت وہ رام باغ کے علاقے میں گھومتا پھرتا رہا اسے اپنے بزدل دوستوں پر سخت غصہ آرہا تھا کہ عین وقت پر اسے چھوڑ کر بھاگ گئے' کوئی دو گھنٹے بعد جبرو واپس بازار میں داخل ہوا۔ اور سیدھا چمن کی بیٹھک پر چڑھ گیا چمن چاندنی کے فرش پر گاؤ تکیے کا سہارا لئے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ "آؤ برخوردار آؤ۔ یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو"۔ وہ مسکرایا۔

جبرو وہیں چاندنی کے کنارے پر گاؤ تکیے پر بیٹھ گیا۔ "کہو لالا! مجھے کس لئے بلایا ہے؟"

چمن نے جبرو کے انداز تخاطب کا بالکل برا نہ مانا' اس نے سگریٹ کا لمبا کش لگا کر دھواں چھت کی طرف چھوڑا اور نوکر سے کہا۔ "دیا رام اوئے۔ نیچے لاہوریوں کی دکان سے ومٹو کی ایک بوتل اور بنارسی پان لا جلدی سے"۔

جبرو خاموشی سے بیٹھا رہا چمن نے اپنی بات شروع کر دی۔ اس نے بالکل صاف اور مختصر الفاظ میں اپنا عندیہ بیان کردیا' جبرو غور سے سنتا رہا۔ دیارام سوڈا واٹر کی کھلی بوتل اور بنارسی پان لیکر آگیا۔ جبرو نے بوتل پی اور انگلیاں پونچھتے ہوئے بولا "لالہ! میری دو شرطیں ہیں"۔

دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ چمن نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جبرو سے پوچھا کہ اس کی شرطیں کیا ہیں۔ جبرو نے بوسکی کی جیب سے کیونڈر کی ڈبی نکال کر ایک سگریٹ سلگایا اور اس کا دھواں اڑاتے ہوئے بولا۔

"پہلی شرط یہ ہے کہ رقم زیادہ کرو۔ دوسری شرط ہے کہ میں تمہاری بیٹھک میں نہیں رہوں گا۔ تمہیں رام باغ میں مجھے الگ مکان کرایہ پر لے کر دینا ہو گا اگر تمہیں میری یہ شرطیں منظور ہیں تو میں تمہارے لئے کام کرنے کو تیار ہوں ورنہ سلاماں لیکم"۔

"مجھے تمہاری دونوں شرطیں منظور ہیں۔ دو سو روپے ماہانہ منظور ہیں تمہیں"۔

جبرو نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور حامی بھر دی۔

"لیکن میں ہر روز تمہاری بیٹھک پر نہیں آیا کروں گا۔ ہفتے میں تین چار مرتبہ ہی رکوں گا"۔ جبرو نے نئی شرط لگائی۔

چمن' جبرو کو ابھی چھوٹ دینا چاہتا تھا اسے معلوم تھا کہ لڑکا آگے چل کر اس کے لئے بڑا مفید ثابت ہوسکتا ہے "ٹھیک ہے یار۔ تین چار بار ہی آجایا کرنا ایسی کون سی

بات ہے۔ جب جی چاہے چلے جایا کرنا"۔

دوسرے ہی روز چمن نے جبرو کو رام باغ کے علاقے میں پرانے قلعے والی سڑک پر ایک چھوٹا سا چوبارہ سات روپے ماہوار کرائے پر لے کر دیا۔ نیچے گڈی پتنگوں والوں کی دکان تھی۔ اوپر ایک کمرہ تھا' جبرو نے لال دین کے کارخانے سے اپنا بستر اور ٹین کا صندوق اٹھایا اور رام باغ والے مکان میں آگیا' اس نے غالیچوں کا کام چھوڑ دیا اور چمن کی بیٹھک پر اس کے مفادات کی نگرانی شروع کردی۔

علاقے میں جبرو کی دلیری کے قصے مبالغہ آرائیوں کے ساتھ مشہور ہو چکے تھے اب اس نے چمن کی بیٹھک پر آنا جانا شروع کیا تو ایک طرح سے اسے سند بھی مل گئی۔ ہفتے میں تین چار بار جبرو بیٹھک پر آتا' اس وقت جوئے کی محفل گرم ہوتی۔ جبرو سگریٹ لگائے جواریوں کے سروں پر منڈلاتا رہتا اور بلا ضرورت نوکروں سے ڈانٹ ڈپٹ اور گالی گلوچ بھی شروع کردیتا۔ سب جواری جبرو سے دبنے لگے تھے۔

چمن بڑا خوش تھا۔ اس کا کاروبار بڑے آرام سے چل رہا تھا۔ آمدنی میں اضافہ ہونے لگا جبرو نے صورتحال کو بھانپتے ہوئے چمن کو اپنی تنخواہ بڑھانے کو کہا تو اس نے پچاس روپے چپ چاپ بڑھا دیئے لیکن ساتھ ہی اتنا ضرور کہا۔

"جبرو پتر! یہ مت سمجھنا کہ مجھے سینکڑوں ہزاروں کی آمدنی ہوتی ہے اور میں اکیلا ہی ہوں' مجھے علاقے کے تھانیدار سے لے کر سپاہیوں' تھانے کے اہلکاروں' علاقے کے ممبر اور کمیٹی کے سیکرٹری تک کو لگی بندھی رقمیں دینی پڑتی ہیں"۔ جبرو سنی ان سنی کرتے ہوئے نیچے اتر گیا۔

ادھر قالینوں کے کارخانے کے مالک لال دین نے جبرو کی بڑی بہن رضیہ کو جاکر بتا دیا کہ اس کا بھائی کارخانے سے اپنا بستر اٹھا کر لے گیا ہے اور اب چمن جوارئیے کی بیٹھک پر ملازمت کرتا ہے جس نے اسے رام باغ کے علاقے میں ایک مکان لے کر دے دیا ہے۔ رضیہ نے ایک آدمی بھیج کر جبرو کو بلایا۔ جبرو اپنی بہن کے سامنے کچھ شرمساری کے انداز میں نظریں نیچی کئے بیٹھا تھا۔

"جبار!" رضیہ نے اسے مخاطب کیا۔ "تو نے اپنا کام چھوڑ کر اچھا نہیں کیا' اور پھر تو ان بدمعاشوں کی ٹولی میں کیوں شامل ہو گیا ہے؟ مجھے لوگ طعنے دیتے ہیں۔ رشتے داروں میں باتیں ہوتی ہیں' تو واپس کارخانے میں آجا"۔

جبرو نے صاف انکار کردیا۔ "تو چاہتی ہے کہ میں بھوکوں مروں؟ لال دین مجھے دیتا ہی کیا تھا۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ اس وقت رشتے دار کہاں تھے جب میرا بوڑھا بیمار باپ بیٹھک میں بے یارو مددگار پڑا تھا؟ اب مجھے چار پیسے ملنے لگے ہیں تو رشتے داروں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا ہے۔ اگر تو بھی مجھ سے ملنا نہیں چاہتی تو بے شک نہ مل' میں تمہارے گھر کبھی پاؤں نہیں رکھوں گا"۔

بہن کا دل بھر آیا۔ اس نے بھائی کا ماتھا چوما اور بھیگی آنکھوں کو دوپٹے' سے پونچھتے ہوئے بولی۔ "تو ایک ہی تو میرا بھائی ہے۔ تمہارے سوا دنیا میں میرا کون ہے۔ اچھا۔ جو جی چاہے کر۔ پر اپنی بہن سے کبھی کبھی ملنے ضرور آجایا کرنا' تیری شکل دیکھ لیتی ہوں تو سینے میں ٹھنڈ پڑ جاتی ہے بیٹھ میں تیرے لئے دودھ لاتی ہوں"۔

جبرو نے اٹھتے ہوئے کہا "نہیں آپا۔ میں جاؤں گا اب" رضیہ نے چولہے پر دودھ کی پتیلی رکھتے ہوئے کہا۔ "ثریا آئی ہوئی ہے۔ تم اس سے نہیں ملو گے؟"

ثریا جبرو کی والدہ کی خالہ زاد بہن کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی۔ شروع شروع میں جبرو ان کے گھر کبھی کبھار چلا جاتا تھا۔ لیکن جب اس کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو اس نے ثریا کے گھر بھی جانا چھوڑ دیا تھا۔ اتنے میں ثریا تھالی میں دو باقرخانیاں رکھے باورچی خانے میں داخل ہوئی' اس نے ریشمی پھولدار سوٹ پہن رکھا تھا' کھلے سنہری بالوں کی مانگ بیچ میں سے نکلی ہوئی تھی اور چنٹ والا گلابی' دوپٹہ تھوڑا سا پیچھے کھسک گیا تھا' ناک میں سرخ رنگ والا چھوٹا سا کیل تھا۔

جبرو کے قدم وہیں رک گئے۔ اس نے محسوس کیا کہ ثریا کی شخصیت پہلے سے زیادہ دلکش اور باوقار ہو گئی ہے۔ "دیکھو ثریا تمہارے لئے باقرخانیاں نکال کر لائی ہے بیٹھو۔ تھوڑا سا دودھ باقرخانی کھالو"۔ رضیہ نے بھائی سے کہا۔ ثریا نے ابھی تک جبرو

کی طرف نظریں اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اس کی لمبی پلکیں آنکھوں پر جھکی ہوئی تھیں۔ اس نے باقرخانیوں کی تھالی چوکی پر رکھی اور رضیہ کے پہلو میں پیڑھی پر بیٹھ گئی۔ جبرو گردن پر ہاتھ پھیر کو بولا۔ "آپا اگر تم تھوڑی سے سبز چائے بنا دو تو میں اس کے ساتھ باقرخانیاں کھالوں گا"۔

"ابھی بنائے دیتی ہوں تم بیٹھو تو سہی"۔

جبرو کو معلوم تھا کہ سبز چائے بنانے میں کافی دیر لگے گی۔ وہ وہاں اب زیادہ دیر تک رہنا چاہتا تھا۔ ثریا اسے شروع ہی سے اچھی لگتی تھی۔ مگر اتنی اچھی پہلے کبھی نہیں لگی تھی جتنی آج لگ رہی تھی اس نے ثریا کو تقریباً ایک ڈیڑھ برس بعد دیکھا تھا' وہ آپا کے سامنے والی پیڑھی پر بیٹھ گیا رضیہ نے پتیلی میں پانی اور چائے کی پتی ڈال کر اسے چولہے پر رکھ دیا۔

جبرو نے ادھرادھر کی باتیں شروع کردی' اس نے محسوس کیا کہ اس کے خیالات کا سلسلہ کچھ اکھڑ سا گیا ہے پہلی بار اسے اپنے ہونٹ خشک ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس کی یہ حالت اس وقت بھی نہیں ہوئی تھی جب کانشی رام غنڈہ چھری نکالے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ ثریا سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈھ رہا تھا۔ ثریا سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ دوپٹہ اس نے سر پر آگے کر لیا تھا۔ اتنے میں رضیہ الائچیاں لینے کوٹھری کے اندر چلی گئی' چولہے پر رکھی کیتلی میں پانی سنسنانے لگا تھا پانی کی اس سنسناہٹ کے سوا وہاں کوئی دوسری آواز نہیں تھی۔ جبرو کو پہلی بار اپنے دل کی دھڑکن کی آواز سنائی دی۔ اس نے آہستہ سے کھنکارتے ہوئے ثریا سے کہا۔

"ثریا تیرا سوٹ بڑا خوب صورت ہے"۔

ثریا نے شرما کر کچھ سمٹتے ہوئے کہا۔ "امی نے نادرہ زنانہ اسٹور سے خریدا تھا"۔

"تیرے کپڑے ابھی تک خالہ جان ہی خریدتی ہیں"۔ ثریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش بیٹھی رہی رضیہ الائچیوں والی ڈبیا لے کر آگئی جتنی دیر جبرو وہاں بیٹھا رہا کچھ اکھڑا سا رہا۔ چائے پینے کے بعد وہ جانے لگا تو بہن نے کہا۔ "میں نے تمہیں جو باتیں

سمجھائی ہیں انہیں دھیان میں رکھنا اور مجھ سے ملتے رہنا"۔ جبرو نے سلام کیا اور سیڑھیاں اتر کر گلی میں آ گیا' سارا راستہ وہ ثریا کے بارے میں سوچتا رہا' ثریا کی شکل بھی اس کی آنکھوں کے سامنے رہی' اپنے رام باغ والے مکان میں آ کر وہ چارپائی پر سگریٹ سلگا کر لیٹ گیا' شام تک وہ اپنے مکان پر ہی رہا' اس کے بعد چمن کی بیٹھک پر آ گیا' وہاں جوا شروع تھا' پانسہ پھینکا جا رہا تھا۔ داؤ لگ رہے تھے' چمن ایک طرف گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ جبرو کو آتے دیکھ کر اس نے بائیں آنکھ بند کر کے خاص اشارہ کیا۔ اس کا مطلب تھا کہ آج ایک نیا شکار بیٹھک پر جوا کھیلنے آیا ہوا ہے۔

جبرو نے جواریوں کا جائزہ لیا۔ سب روز کی شکلیں تھیں' لیکن ان میں ایک نیا چہرہ بھی تھا۔ یہ گورے چٹے رنگ کا دبلا پتلا ہندو لڑکا تھا' جس نے معمولی کرتا پاجامہ پہن رکھا تھا اور ماتھے پر کیسر کا تلک لگا تھا۔ وہ کچھ گھبرایا گھبرایا سا تھا مگر جو ہندو جواریا اسے اپنے ساتھ لایا تھا۔ وہ اس کی طرف سے بڑھ چڑھ کر داؤ لگا رہا تھا اور ہر داؤ پر ہار جاتا تھا۔ یہ ایک سوچی سمجھی اسکیم تھی۔ ہندو اس مالدار لڑکے کو پھنسا کر بیٹھک پر لایا تھا اور جان بوجھ کر ہار رہا تھا۔ اسے بعد میں چمن سے اپنا کیش وصول کرنا تھا۔ جبرو مونڈھے پر بیٹھ کر بوتل پینے لگا دیکھتے دیکھتے ہندو لڑکا کوئی پانچ سو روپے کی رقم ہار گیا۔ لڑکے نے ہاتھ کھینچ لیا اور اٹھنے لگا۔

ہندو جواریے نے اس کو کاندھے سے پکڑ کر بٹھا لیا۔ "بلرام جی! ایسے نہیں اٹھا کرتے' جو رقم ہاری ہے کم از کم وہ تو جیت کر اٹھو۔ ایک داؤ اور سہی"۔

لڑکا بیٹھ گیا اور اس کی طرف سے پانچ سو روپے کا پورا داؤ لگانے کا اعلان کرتے ہوئے مکار ہندو جواریے نے بلرام سے کہا"۔ بلرام جی! پانچ سو بھی نکال کر لگا دو۔ رام بھلی کرے گا"۔

بلرام ہچکچا رہا تھا لیکن جواریے نے زبردستی اس کی جیب سے سے پانچ سو روپے کی رقم نکال کر دری پر رکھ دی اور بولا "پھینکو گم سی کو لالہ جی"۔

پانسہ پھر الٹا پڑا' وہ تو پڑنا ہی تھا۔ بلرام یہ پانچ سو بھی ہار گیا۔ چمن کا جو آدمی اس لڑکے کو پھانس کر بیٹھک پر لایا تھا وہ یہ کہہ کر اسے تسلیاں دینے لگا کہ آج ہار گئے ہو تو پھر کیا ہوا۔ کل اس سے زیادہ جیتو گے۔ ہار جیت تو زندگی میں ہوتی ہی رہتی ہے۔ مگر جبرو نے محسوس کہ لڑکا بہت پریشان ہے اور وہاں سے چلے جانا چاہتا ہے۔ اب اس کے پاس تھا ہی کیا جو کوئی اسے وہاں روکتا۔ چمن کے آدمی نے اسے جانے کی اجازت دیدی۔ لڑکا سر جھکائے بے حد مایوسی کے عالم میں سیڑھیاں اتر گیا۔

دس بجے رات جوئے کی محفل ختم ہو گئی' بساط اٹھا دی گئی۔ جواری ایک ایک کر کے چلے گئے۔ ہندو بھی اپنی پتی لے کر چلا گیا جو نیا مرغا پھانس کر لایا تھا۔ جبرو اس وقت ثریا کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ بیٹھک کے دروازے پر دستک ہوئی۔ چمن نے جلدی سے کیش پر چادر ڈال دی اور جبرو کو اشارہ کیا۔ جبرو نے بلند آواز سے پوچھا "کون ہے؟" دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ چمن نے خود اٹھ کر کنڈی کھولی اور دروازہ تھوڑا سا کھول کر دیکھا کہ سیڑھیوں میں بلرام کھڑا ہے' جو تھوڑی دیر پہلے ایک ہزار روپیہ ہار گیا تھا۔

"اب کیا لینے آئے ہو یہاں؟ جوا بند ہو چکا ہے۔ جاؤ تمہاری ماتا تمہاری راہ دیکھ رہی ہو گی"۔ چمن نے سخت لہجے میں کہا۔

جبرو سمجھ گیا کہ وہی لڑکا آیا ہے۔ اس نے سگریٹ اگالدان میں پھینکا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے سیڑھیوں میں کھڑے لڑکے کے رونے کی آواز سنائی دی' چمن نے اسے گالی دے کر کہا۔ "بعد میں رونا تھا تو جوا کھیلنے کیوں آئے تھے۔ یہاں؟"

"وہ مجھے زبردستی یہاں لے آیا تھا یہ رقم میری ماتا جی نے میری بہن کے بیاہ کے لئے رکھی ہے ہم بڑے غریب ہیں"۔

چمن نے لڑکے کو مزید گالیاں دیتے ہوئے دروازہ زور سے بند کر دیا اور واپس آ کر بیٹھ گیا۔

سیڑھیوں سے لڑکے کے رونے کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ جبرو آہستہ سے اٹھا۔

دروازے کے پاس گیا اسے کھولا اور لڑکے سے کہا۔ "اوپر آجاؤ"۔

چمن نے تعجب سے جبرو کی طرف دیکھا۔ "اسے اوپر کیوں بلا رہے ہو؟"

ہندو لڑکا روئے جارہا تھا۔ "بھگوان کے لئے میرے پیسے واپس دے دیں میں پھر کبھی یہاں نہیں آؤں گا۔ وہ مجھے زبردستی یہاں لے آیا تھا کہتا تھا رقم دگنی ہو جائے گی"۔

چمن نے اٹھ کر زور سے لڑکے کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اس کی چیخ نکل گئی اور وہ فرش پر گر پڑا۔ جبرو کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے چمن کی طرف گھور کر دیکھا اور گھمبیر آواز میں کہا۔ "لالہ جی! اس لڑکے کو ایک ہزار کی رقم لوٹا دو"۔

چمن ہکا بکا ہو کر جبرو کا منہ تکنے لگا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو جبرو۔ کبھی جیتی ہوئی رقم بھی واپس دی جاتی ہے"۔

جبرو نے اسی سرد لہجے میں کہا۔ "یہ رقم لڑکے نے ہاری نہیں تھی۔ اس سے زبردستی ہتھیا لی گئی ہے۔ یہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو تمہارا آدمی اسے پھانس کر لایا تھا۔ رقم اس کی بہن کی شادی کے لئے تھی۔ اسے واپس کردو اور میرے حساب میں سے کاٹتے رہنا"۔

چمن کسی صورت میں جیتی ہوئی رقم ہندو لڑکے کو واپس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ بڑا تجربے کار' کائیاں اور بزدل آدمی تھا' اس نے جبرو کی آنکھوں میں اترتے ہوئے خون کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے چپکے سے ایک ہزار روپے کی رقم گن کر لڑکے کے حوالے کردی' لڑکے کو یقین نہیں آرہا تھا جبرو نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اسے سنبھال کر لے جانا۔ اور خبردار پھر کبھی اس بیٹھک کا رخ نہ کرنا اب جاؤ"۔

لڑکا جبرو کو بار بار پر نام کرتا سیڑھیاں اتر گیا۔ اس کے جانے کے بعد چمن نے جبرو کے اس رویئے پر محتاط انداز میں تنقید کرتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تو میرا کاروبار چوپٹ ہو جائے گا۔ بہتر ہے کہ تم ایسی چھوٹی موٹی

باتوں میں دخل نہ دیا کرو جبرو یہ تو یہاں ہوتا ہی رہتا ہے تم کس کس سے ہمدردی کرو گے"۔

"لالہ! تمہارے لگے بندھے گاہک ہی تمہارے لئے کافی ہیں پھر ایسا پاپ کمانے کی کیا ضرورت پڑی ہے تمہیں؟"

"ارے کیسا پاپ اور کیسا پن۔ یہاں سب چلتا ہے برخوردار اگر پاپ ہی کمانا ہوتا تو میں کب کا ہری دوار سنیاس لے کر بیٹھا ہوتا۔ بس اب تم ان معاملوں میں دخل نہ دینا۔ یہ میں تجھے پیار سے سمجھا رہا ہوں"۔

جبرو سخت لہجے میں بولا۔ "لالہ! اگر تمہارا وہ آدمی کیول کشن پھر کسی لڑکے کو پھانس کر یہاں لایا تو میں اسے اٹھا کر نیچے بازار میں پھینک دوں گا یہ بات اسے بتا دینا"۔

چمن ایک جہاں دیدہ بدمعاش ہی نہیں تھا بلکہ اسے اپنی بیٹھک کا کاروبار بھی چلانا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ جھٹک کر کہا"۔ چل چھوڑ دیا اس قصے کو۔ نہیں لائے گا وہ کسی نئے مرغے کو"۔

جبرو نے کہا۔ "میں چار مہینے تم سے تنخواہ نہیں لوں گا"۔ چمن نے مسکراتے ہوئے جبرو کی طرف دیکھا اور اس کی ران پر زور دار ہاتھ مار کر بولا۔ ارے جبرو تو تو ہمارا اپنا آدمی ہے۔ میں تم سے ایک پائی بھی نہیں لوں گا۔ چل اٹھ لاہوریوں کی دکان میں چل کر سوڈا واٹر پیتے ہیں۔

☆☆☆

جبرو نے ثریا کو اپنی بہن کے ہاں ایک برس بعد دیکھا تھا اور اس وقت سے وہ تصورات میں منڈلا رہی تھی۔ اس وقت سے جبرو کے ذہن میں ایک عجیب سے کش مکش جاری تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ وہ صرف اتنا فرق محسوس کر رہا تھا کہ چمن کی بیٹھک اور اپنے رام باغ والے مکان پر اب اس کا دل نہیں لگتا تھا بس اس کا جی یہی چاہتا تھا کہ فوراً اٹھے اور اپنی بہن کے گھر جا کر ثریا کا ایک بار پھر دیدار

کرے۔ اس سے باتیں کرے' اس کی باتوں کو' اس کی خاموشی کو سنے' لیکن یوں منہ اٹھائے اپنی بہن کے گھر جانا اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی شہرت اچھی نہیں ہے اوراس کی بہن کا خاوند ایک شریف آدمی ہے۔ خواہ وہ جبرو کو کچھ نہ کہے لیکن ممکن ہے اسے جبرو کا اپنے گھر میں باربار آنا پسند نہ ہو۔ جبرو کو اپنی پیاری آپا رضیہ کا بہت خیال تھا۔ وہ اپنی کسی بھی غیرذمہ دارانہ حرکت سے رضیہ بہن کے گھر کا سکون خراب نہیں کرناچاہتا تھا۔

لیکن دل آخر دل ہوتا ہے۔ جبرو بھی ایک نوجوان اور شباب کی دھڑکن سے معمور دل رکھتا تھا چنانچہ دوسرے دن دوپہر کے بعد اس نے عنایتی کی دکان سے مٹھائی کی ایک ٹوکری بند ھوائی اور اپنی بہن کے گھر کی طرف چل پڑا' رضیہ کی شادی کو کئی برس ہو گئے تھے لیکن اس کے ہاں ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی بہن کے گھر داخل ہوتے ہی جبرو نے جائزہ لینا شروع کردیا اس کی نظریں اپنی خالہ زاد ثریا کو تلاش کر رہی تھیں۔ رضیہ اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھ کر نہال ہو گئی۔

جبرو نے مٹھائی کی ٹوکری رضیہ کو دیتے ہوئے کہا۔ "آپا! یہ میں تمہارے اور بھائی جان کے لئے لایا تھا"۔

بہن بڑی تھی۔ اور پھر بھائی کے مزاج سے خواب واقف تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ وہ بھائی جس نے ایک برس تک اس کے گھر میں قدم نہیں رکھا تھا اب اچانک دوسرے دن ہی وہاں کیوں آگیا ہے۔ مگر وہ خاموش رہی' ٹوکری لیکر اس نے صندوق کے اوپر رکھ دی۔ اور بولی۔ "تم نے اتنے پیسے کیوں خرچ کئے"۔

جبرو چولہے کے پاس چوکی پر بیٹھ گیا۔ آخر اس سے نہ رہاگیا۔ پوچھ بیٹھا "آپا! ثریا کون سی جماعت میں پڑھتی ہے؟" رضیہ چولہے پر چائے کی پتیلی رکھتے ہوئے مسکرائی۔

"ارے اسے تو آٹھویں پاس کرنے کے بعد ہی خالو نے اسکول سے اٹھا لیا تھا"۔

جبرو کی بہن سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ثریا کہاں ہے؟ لیکن اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ثریا اپنے گھر جاچکی ہے' جبرو اپنی بہن کے سامنے سگریٹ نہیں

پیتا تھا۔ اس وقت اسے سگریٹ کی زبردست طلب محسوس ہوئی مگر وہ صبر کرکے بیٹھا رہا۔ اس نے ثریا کے موضوع سے ہٹ کر ادھرادھر کی باتیں شروع کردیں۔

رضیہ نے بھائی کی طرف شفقت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جبار! تو میرا ایک ہی بھائی ہے۔ اللہ تجھے ہزاروں برس سلامت رکھے میں تیرے دل کا حال جانتی ہوں۔ اگر تو کہے تومیں خالہ سے تمہارے لئے ثریا کا رشتہ مانگوں؟"

جبرو تو بھونچکا سا ہوکر اپنی بہن کامنہ تکنے لگا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی بہن اس کے دل کی کتاب کھول کراس کے سامنے رکھ دیگی۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ کانوں کی لویں گرم ہو گئیں۔ وہ انگلی سے فرش کے سیمنٹ کو کریدنے لگا۔ "آپا! یہ ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"کیوں نہیں ہوسکتا"۔ اگر تجھے ثریا پسند ہے تو میں موقع دیکھ کر بات کرتی ہوں۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ آخر خالہ نے بھی اپنی بیٹی بیاہنی ہے' کیا تو ثریا کو پسند کرتا ہے؟"

جبرو کا سر جھکا ہوا تھا وہ بہن کے آگے ہاں کہتے ہوئے شرما رہا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ رضیہ اپنے اکلوتے اور پیارے بھائی کے مستقبل کے بارے میں پریشان رہتی تھی۔ اسے صاف نظر آرہا تھا کہ اس کا بھائی تباہی کے گہرے کھڈ کی طرف جارہا ہے۔ وہ غنڈوں اور جواریوں کی صحبت میں چلاگیا ہے' اور اس کی واپسی کی ایک ہی صورت ہوسکتی ہے کہ اس کابیاہ کردیا جائے۔ ہوسکتا ہے ایسا کرنے سے اس کی زندگی سنور جائے اور وہ واپس سیدھے راستے پر آجائے۔ اس نے ایک بار پھرجبرو سے کہا۔

"تو ثریا کو پسند کرتا ہے ناں؟ وہ بڑی اچھی لڑکی ہے تیرے گھر کو بہشت بنا دیگی' بول مجھے نہیں بتائے گا تو اور کس کو بتائے گا؟"

جبرو نے آہستہ سے کہا "ہاں آپا"۔

رضیہ اس کے منہ سے یہی کہلوانا چاہتی تھی' اب اس نے جبرو سے اپنے دل کی بات کہی اور بولی"لیکن جبار ثریا سے تمہاری شادی اس صورت میں ممکن ہے کہ تو

برے لوگوں کی صحبت سے نکل کر کارخانے میں پھر سے کام شروع کر دے میں تمہارے بھائی جان سے کہہ کر تمہیں صاحب کے کارخانے میں کام دلا دوں گی' تو بے شک ہمارے ہاں ہی رہنا۔ دیکھو میرے ویرا! ثریا کے ماں باپ شریف لوگ ہیں تم بھی شریف ہو۔ مگر انہیں یہ ہرگز پسند نہیں ہو گا کہ ان کا داماد ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے جو غنڈے اور جوارئیے مشہور ہوں۔ میں چاہتی ہوں تیری شادی ثریا سے ہی ہو جائے ثریا بڑی سگھڑ لڑکی ہے۔ تیرا سارا گھر سنبھال لے گی۔ اب تو بتا کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

جبرو نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "آپا! تو بھائی جان سے کہہ کر مجھے صاحب کے کارخانے میں کام دلادے۔ میں چمن کی بیٹھک چھوڑ دیتا ہوں"۔

بہن نے بھائی کا سر چوم لیا۔ اسے جیسے ٹھنڈ پڑ گئی تھی اس کا بھائی سیدھے راستے پر آرہا تھا۔ اس نے بڑے یقین کے ساتھ جبرو سے کہا "تو بالکل فکر نہ کرو میں آج ہی تمہارے بھائی جان سے بات کرتی ہوں تو اس بدنام علاقے سے اپنا ٹرنک اٹھا کر میرے گھر میں آجا۔ تیرا اس علاقے میں رہنا اب مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ میں بہت جلد تمہاری شادی کی بات کرنے والی ہوں۔ بس تجھے کارخانے میں کام ملنے کی دیر ہے کہ میں تیری شادی ثریا سے کرادوں گی"۔

"نہیں آپا! تیرے ہاں رہنا مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ رام باغ کا علاقہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ مکان لے لوں گا"۔

نوجوان جبرو ایک نیا عزم' ایک نیا ولولہ لیکر بہن کے گھر سے نکلا۔ اس کا نوخیز دل پہلی محبت کے میٹھے جذبوں سے لبریز تھا۔ وہ اپنے آپ کو ہوا میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار اسے معاشرے میں باعزت مقام مل رہا ہے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔ اس کی عزت نہیں کرتے۔ ثریا کے ذریعے اسے یہ عزت مل سکتی تھی۔ ثریا سے شادی کرنے کے بعد وہ اپنا کوئی کاروبار شروع کر دے گا۔ ثریا کے باپ کا پشمینے کی شالوں کا کاروبار تھا۔ اس ضمن

میں وہ یقیناً اس کی مدد کرے گا"۔

جبرو وہاں سے سیدھا چمن کی بیٹھک پر گیا اور اسے جاتے ہی اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا کہ وہ اس کے بعد سے اس کی بیٹھک میں نہیں آئے گا وہ اپنا کوئی دوسرا بندوبست کرلے۔ چمن حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔ مگر جبرو اپنا فیصلہ سنانے کے بعد وہاں سے جاچکا تھا۔

اسی روز جبرو نے ہاتھی گیٹ کے اندر ایک دو کمروں والا مکان پندرہ روپے ماہوار کرائے پر لے لیا اور رات کو نئے مکان میں آگیا۔ اس نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا۔ اور فیصلہ کیا کہ اب وہ کبھی سگریٹ اور پان کو ہاتھ نہیں لگائے گا اس کے پاس اپنے پیسے جمع تھے جن سے وہ دو ایک مہینے بڑی اچھی طرح سے گزار سکتا تھا۔ اب اس نے اپنا معمول بنالیا کہ صبح صبح اٹھ کر قلعے کی پریڈ والے باغ میں سیر اور ورزش کرنے جاتا۔ محلے کی مسجد میں صبح کی نمازادا کرکے اللہ سے اپنی بخشش کی دعا مانگتا اور بازار سے ناشتا کرنے کے بعد مکان پر آکر سوجاتا۔

دس بجے دن وہ اپنی بہن رضیہ کے ہاں پہنچ جاتا۔ وہ اپنے بھائی کی کایاپلٹ سے بے حد خوش تھی۔ اس نے ابھی ثریا کی ماں سے جبرو کی بات بالکل نہیں کی تھی۔ وہ سمجھ دار تھی اس نے ایک ایک رشتے دار تک یہ بات پہنچا دی تھی کہ جبرو نے بری صحبت سے توبہ کرلی ہے اور نمازی پرہیز گار بن گیا ہے اس کے خاوند کو یقین نہیں آرہا تھا۔ لیکن ایک روز جب اس نے اپنی آنکھوں سے جبرو کو محلے کی مسجد میں نماز کے لئے جاتے دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔ اس نے جبرو کو اپنے ہاں بلوا کر مبارکباد دی اور کہا کہ اسے معلوم تھا کہ شریفوں کی اولاد کبھی خراب نہیں ہوتی۔ رضیہ کے کہنے پر اس نے جبرو کے لئے اپنے کارخانے میں نوکری کے لئے تگ و دو کرنی شروع کردی تھوڑے ہی دنوں بعد جبرو کو صاحب کے کارخانے میں نوکری مل گئی جبرو نے روزانہ کارخانے جانا شروع کردیا' اس کی تنخواہ ستر روپے مقرر ہوئی جو اچھی خاصی تنخواہ تھی۔

جب جبرو برسرروزگار ہو گیا تھا ایک روز رضیہ آپا نے برقعہ پہنا اور ثریا کے گھر جاپہنچی' موقعہ دیکھ کر اس نے ثریا کے رشتے کی بات کر دی رضیہ کی خالہ تک بھی جبرا کے نیک بن جانے کی شہرت پہنچ چکی تھی' وہ ایک کم زبان اور اللہ میاں کی گائے قسم کی عورت تھی۔

"بیٹی رضیہ! اس بارے میں ثریا کا باپ ہی آخری فیصلہ کرے گا۔ جبرو ہمارا اپنا خون ہے' مجھے وہ پسند ہے اور اب تو وہ پرہیز گار نمازی بن گیا ہے' لیکن ثریا کے ابا کو کلکتے سے واپس آ لینے دو۔ میں ان سے بات کرکے ہی کچھ بتاسکوں گی"۔

ثریا کا باپ مال لیکر کلکتے گیا ہوا تھا اسے ایک مہینے بعد امرتسر واپس آنا تھا' رضیہ نے آتے ہی یہ خوش خبری سنا دی کہ ثریا کی والدہ تو راضی ہے' اب صرف اس کے باپ کی طرف سے ہاں کرنی باقی ہے۔

میرے ویر! مجھے یقین ہے کہ وہ بھی ہاں کر دیگا۔ اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے اب ؟تم پرہیز گار ہو۔ نماز پڑھتے ہوئے اور برسرروزگار ہو"۔

جبرو بڑا خوش ہوا' ثریا اس کی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز بن کر آرہی تھی' جیسے خزاں زدہ باغ میں بہار آنے والی ہو۔ اب وہ نماز پڑھنے کے بعد خدا سے ایک ہی دعا مانگتا کہ ثریا کا باپ اور اس کا خالو ہاں کردے۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے ماضی پر بدنامی کا داغ لگا ہوا ہے۔ لیکن اس نے ماضی سے اپنا رشتہ توڑ لیا تھا اور نیکی' شرافت اور باعزت غریبانہ زندگی کی نئی شاہراہ پر سرگرم سفر تھا۔ اسے یقین تھا کہ خالو انکار نہیں کرے گا۔

رضیہ آپا نے اپنے بھائی کو مشورہ دیا کہ وہ ہفتے میں ایک بار کبھی خالہ کے ہاں سلام کرنے چلا جایا کرے اور ایسے وقت جائے جب نماز کا وقت قریب ہو تاکہ وہ خالہ کے گھر میں ہی نماز ادا کرسکے۔ یہ محض دکھاوے کے لئے نہیں تھا بلکہ اس سے رضیہ کی مراد یہ تھی کہ خالہ اور اس کے بیٹوں اور دوسرے رشتے داروں کو یقین ہو جائے کہ جبرو نے اپنے بدنام ماضی سے ناتا توڑ لیا ہے۔

جبرو کے لئے اشارہ ہی کافی تھا۔ ایک روز اس نے پھلوں کی ٹوکری بندھوائی اور خالہ کے ہاں جاپہنچا۔ دل میں ثریا کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش تھی' خالہ بے چاری بے زبان عورت تھی۔ ہر ایک سے پیار کرنا اس کی عادت تھی' اس نے جبرو کو پیار کیا اور کہا کہ اس نے پھل لانے کی تکلیف کیوں کی۔

جبرو نے کاندھے پر زرد رنگ کا رومال ڈال رکھا تھا۔ بڑی عاجزی سے بولا "خالہ یہ تو میں بچوں کے لئے لایا ہوں"۔

وہ باورچی خانے میں خالہ کے پاس پیڑھی پر بیٹھا ادھر ادھر کی بے مقصد باتیں کرتا رہا۔ خالہ نے اسے سبز چائے باقرخانی کے ساتھ پلائی۔ ثریا گھر میں موجود تھی مگر جبرو کے سامنے نہیں آئی' وہاں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جبرو خالہ کو سلام کرکے واپس چلا آیا۔ اسے حسرت ہی رہی کہ وہ ثریا کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکا۔

دوسرے ہفتے وہ دوپہر کے وقت پھل لے کر خالہ کے ہاں پہنچ گیا۔ اتفاق سے اس وقت گھر پر ثریا کے سوا کوئی موجود نہیں تھا۔ خالہ ساتھ والے محلے میں کمیٹی کے پیسے دینے گئی ہوئی تھی' جبرو نے ڈیوڑھی میں آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو دیر بعد اندر سے ثریا کی آواز آئی۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے"۔

جبرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں جبار ہوں ثریا!"

دوسری طرف چند لمحوں کے لئے گہری خاموشی چھائی رہی پھر اندر سے ثریا نے کنڈی کھول دی اور کہا "اندر آجائیں"۔

جبرو کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ آج ثریا گھر میں اکیلی تھی وہ اس سے اپنے دل کی باتیں کرسکتا تھا۔ سامنے دو کوٹھریاں تھیں جن کے دروازے بند تھے ان سے کسی ایک کوٹھری میں ثریا موجود تھی۔ جبرو دالان میں کھڑا تھا کہنے لگا۔ "ثریا یہ میں کچھ پھل لایا تھا' اسے لیکر رکھ لو خالہ کہاں ہیں؟"

ثریا کو پتا چل چکا تھا کہ جبرو کے ساتھ اس کے بیاہ کی بات شروع ہے' اس لئے

وہ جبرو کے سامنے آتے ہوئے شرما رہی تھی' ورنہ جبرو اس کے لئے کوئی اجنبی نہیں تھا بچپن میں وہ اکٹھے کھیلتے رہے تھے ثریا کوٹھری کا دروازہ کھول کر دوپٹے سے سر ڈھانپے نظریں نیچے کئے' باہر نکلی اور جبرو کے ہاتھ سے پھل کا لفافہ تھامتے ہوئے آہستہ سے بولی"۔ یہ تکلیف تم نے کیوں کی"۔

جبرو کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ احمقوں کی طرح دانت نکال کر ہنسنے لگا۔ اسے ثریا کے کپڑوں میں سے حنا کی عطر کی ہلکی پھلکی خوشبو سے شرافت اور انتہائی پاکیزگی کا احساس ہوا۔ اس نے خیال ہی خیال میں ثریا کو دلہن بنے پلنگ پر بیٹھے دیکھا۔

"خالہ جی کہاں ہیں ثریا؟"

اس کے منہ سے اپنے آپ نکل گیا۔ حالانکہ اس وقت اسے خالہ جی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ثریا کوٹھری میں چلی گئی تھی اندر سے آواز آئی "وہ شاہ جی کے ہاں کمیٹی دینے گئی ہیں"۔

جبرو ابھی تک دالان میں کھڑا تھا۔ ثریا نے اسے بیٹھنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ وہ رومال سے ہونٹوں پر آیا ہوں پسینہ پونچھنے لگا اور بولا "اچھا تو میں پھر چلتا ہوں"۔

کوٹھری سے ثریا کی آواز آئی۔ "بیٹھو امی ابھی آتی ہوں گی' میں تمہارے لئے چائے بناتی ہوں"۔

جبرو یہی چاہتا تھا۔ فوراً چولہے کے ساتھ پیڑی پر بیٹھ گیا' ثریا باہر نکل آئی' کھلی بہار کا موسم تھا۔ ثریا نے ہلکے گلابی رنگ کا ریشمی سوٹ پہن رکھا تھا' ہاتھوں میں اسی رنگ کی چوڑیاں اور ناک میں سرخ نگینے والا کیل چمک رہا تھا وہ چولہے کے پاس دوسری پیڑی پر بیٹھ کر آگ جلانے لگی۔

جبرو نے جلدی سے کہا۔ "تمہارے ہاتھ خراب ہو جائیں گے ثریا۔ لاؤ میں آگ جلائے دیتا ہوں"۔

ثریا ذرا سا مسکرائی اور بولی "میں تو گھر کا سارا کام انہی ہاتھوں سے کرتی ہوں۔

کیا میرے ہاتھ خراب ہیں"۔

"تمہارے ہاتھ تو بہت خوبصورت ہیں ثریا"۔

ثریا شرما گئی۔ چولہے میں آگ سلگنے لگی تھی' ثریا نے چائے کے لئے کیتلی میں پانی رکھ دیا' جبرو بات شروع کرنے کو بے تاب تھا ثریا تختے پر سے پیالے اتار کر چوکی پر رکھتے ہوئے بولی۔ "سنا ہے تم اب نماز پڑھنے لگے ہو۔ یہ بڑی اچھی بات ہے ہر مسلمان کو نماز روزے کی پابندی کرنی چاہئے۔ میں بھی صبح اور شام کی نماز ضرور پڑھتی ہوں"۔

"ثریا! میں نے برے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ بس بری صحبت میں پڑ گیا تھا کوئی سمجھانے والا جو نہیں تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی"۔

ثریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ جبرو بولا۔ "میں نے تو سگریٹ پان بھی چھوڑ دیئے ہیں"۔

"اچھا کیا تم نے چھوڑ دیں"۔

جبرو خوش ہو گیا۔ "اب تو میں نوکر بھی ہو گیا ہوں' روز صاحب کے کارخانے ڈیوٹی پر جاتا ہوں ستر روپے تنخواہ ہے' میں نے اپنا گھر بھی لے لیا ہے"۔

جبرو کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ثریا سے بیاہ کے بارے میں کیسے بات کرے' وہ سیدھا سادا اور بے دھڑک نوجوان تھا۔ اچانک ہی بول پڑا۔ ثریا! میں تمہیں شادی کے بعد بڑا خوش رکھوں گا' تمہیں گہنے زیور سے لاد دوں گا"۔

ثریا اٹھ کر کوٹھری میں چلی گئی ڈیوڑھی میں کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ جبرو سنبھل کر بیٹھ گیا۔ خالہ دروازہ کھول کر دالان میں آگئی' جبرو کو دیکھ کر خوش ہوئی' اسے پیار کیا اور بولی "تم کب آئے بیٹا جبار؟"

"خالہ جی ابھی آیا تھا سوچا آپ کا حال چال پوچھ آؤں"۔

ثریا بھی کوٹھری سے نکل آئی' اس کے ہاتھ میں تھالی تھی جس میں دو کھنڈ. قلچے

رکھے ہوئے تھے۔ "امی! پچھلی کمیٹی کا بھی حساب کر دیا تھا نا؟"

"ہاں بیٹی"۔ خالہ برقعہ اتارتے ہوئے بولی۔ "سارا حساب اسے سمجھا آئی ہوں"۔

وہ کمیٹی کی باتیں کرنے لگیں جبو صرف ثریا کی آواز سن رہا تھا۔ آواز اس کے لئے اجنبی نہیں تھی، لیکن اب اسے ثریا کی آواز میں ایک عجیب مٹھاس اور سرور محسوس ہو رہا تھا۔ جبو نے خالہ کے پاس بیٹھ کر چائے پی۔ ایک کھنڈ کلچہ کھایا اور سلام کرکے رومال سے منہ پونچھتا ہوا واپس چل دیا۔

ثریا اس سے شادی کرنے پر رضا مند تھی، جبو یہ سوچ سوچ کر خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ جبو باقاعدہ اپنے کام پر جاتا تھا۔ دوپہر کا کھانا وہ کارخانے کے باہر والے تنور پر اور رات کا کھانا کبھی کبھی اپنی بڑی بہن رضیہ کے ہاں کھاتا تھا۔ اس کی بہن اور بہنوئی جبو کی نئی زندگی سے بہت مطمئن اور خوش تھے۔ اب یہ لوگ کلکتے سے ثریا کے والد کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

مئی کی سخت گرمی پڑ رہی تھی کہ ایک روز پتا چلا ثریا کا باپ کلکتے سے آگیا ہے، جبو چاہتا تھا کہ رضیہ آپا اب جلدی سے جاکر بیاہ کی بات آگے چلائے لیکن رضیہ مناسب موقع کی تلاش میں تھی، اس نے جبو سے کہا کہ وہ خالو سے ملنے جائے اور زیادہ دیر وہاں نہ بیٹھے۔ بس سلام کرکے اور خیر خیریت پوچھ کر چلا آئے، جبو نے ایسا ہی کیا، مٹھائی کی ٹوکری بندھوائی اور خالو کو سلام کرنے پر چل دیا۔

خالو نے اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے حقے کا کش لگایا اور جبو پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی، انہوں نے رسمی طور پر سلام کا جواب دیا اور حقہ پینے لگے، گھر میں خالو کا بڑا دبدبہ تھا، خالہ اونچی آواز میں بات نہیں کرسکتی تھی۔ جبو خالہ کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔ خالہ نے اسے پیار کیا اور اپنے خاوند کو سناتے ہوئے بولی۔

"جبار کام پر لگ گیا ہے۔ یہ تو اب سگریٹ بھی نہیں پیتا"۔

خالو نے کوئی جواب نہ دیا، چپ چاپ حقہ گڑگڑاتے رہے جبو نے کلکتے کی باتیں شروع کردیں، خالو خاموش رہے، بس ہوں ہاں کر دیتے تھے، صاف لگ رہا تھا کہ خالو

کو جبو کا وہاں آنا اچھا نہیں لگا، ثریا تلکے کے نیچے گیلے کپڑے رکھے انہیں صابن سے مل مل کر دھو رہی تھی، جبو کو سخت الجھن سی ہونے لگی۔ وہ اٹھا۔

"اچھا خالہ جان میں چلتا ہوں"۔

اس نے دونوں کو باری باری سلام کیا اور باہر نکل گیا، وہ اپنے دل پر ایک بوجھ سا لیکر خالہ کے مکان سے نکلا تھا۔ سیدھا اپنی بہن کے ہاں پہنچا اور جاکر ساری بات بیان کردی رضیہ نے اسے تسلی دی۔

"خالو کی عادت ہی ایسی ہے وہ زیادہ بات نہیں کیا کرتے۔ تم تو ان کی عادت جانتے ہی ہو"۔

"آپا! کہیں خالو جان انکار تو نہیں کر دیں گے؟" رضیہ نے کہا۔

"خدا پر بھروسہ رکھو، وہ ضرور مان جائیں گے آخر تم میں اب کون سی برائی ہے؟ نوجوان ہو خوش شکل ہو۔ برسر روزگار ہو۔ نمازی پرہیزگار ہو۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے خاندان کے ہو میں کل جاکر بات کرونگی"۔

رضیہ نے جبو کو بڑی تسلیاں دیں لیکن جانے کیوں جبو کا دل نہیں سنبھلتا تھا، ایک خیال بار بار ابھر کر سامنے آجاتا تھا۔ کہ خالو کہیں انکار تو نہیں کردیں گے، ثریا اس کے مستقبل کی روشنی تھی۔ جبو دوبارہ اندھیروں میں ڈوبنا نہیں چاہتا تھا۔

دوسرے دن رضیہ اپنے خاوند کے ساتھ خالہ کے ہاں گئی تو جبو اس کے مکان کی بیٹھک میں بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ دری پر ہی خدا کے آگے سجدہ ریز ہوگیا اور خضوع وخشوع سے دعائیں مانگنے لگا کہ رضیہ آپا کامیاب و کامران لوٹے۔

ایک گھنٹے بعد ڈیوڑھی کا دروازہ کھلا، رضیہ اپنے خاوند کے ساتھ واپس آگئی تھی۔ جبو کوٹھری سے نکل کر دالان میں آگیا، اس کی آنکھیں اپنی بہن اور بہنوئی کے چہروں پر جمی تھیں۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، بہنوئی کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔ بہن نے برقعہ اتار کر الگنی پر لٹکایا اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"خالو نے ہماری بڑی عزت کی ہمیں کلکتے کی برفی بھی کھلائی"۔

جبرو کے حلق میں جیسے ایک پھانس اٹک گئی تھی۔ اس نے اپنے بہنوئی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "بھائی جان! خالو جی نے کیا کہا؟"

رضیہ فوراً بولی۔ "ارے یہ باتیں اتنی جلدی تھوڑے طے ہو جاتی ہیں؟ تم ہمت کیوں ہارنے لگے۔ ہم پرسوں پھر جائیں گے"۔

رضیہ کے خاوند نے مونڈھے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "رضیہ! ہمیں جبار کو اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہئے" پھر جبرو کی طرف متوجہ ہو کر کہا' "برخوردار! تمہارے خالو نے ثریا کا رشتہ دینے سے صاف انکار کردیا ہے"۔

رضیہ اپنے خاوند کا منہ تکنے لگی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایک دم سے جبرو کو سب کچھ بتا دیا جائے' جبرو جیسے پتھر ہو کر رہ گیا۔ اس کا دل پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ خالو یہ رشتہ منظور نہیں کرے گا۔ اسے یقین بھی تھا کہ ثریا سے اس کی شادی ضرور ہو گی۔ لیکن اب بات واضح ہو گئی تھی۔

رضیہ جلدی سے بولی "میرے ویر! تم جی ہلکا نہ کرو ہم تمہارے لئے ثریا سے زیادہ خوبصورت دلہن لائیں گے ویسے میں خالو سے دوبارہ ملوں گی"۔

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور تیزی سے دروازہ کھول کر مکان سے نکل گیا۔ اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ تنگ و تاریک گلی سے کیسے باہر نکلا۔ بازار میں لوگ آ جا رہے تھے لیکن جبرو کو سارا بازار سنسان لگا وہ سیدھا اپنے آہنی گیٹ والے مکان میں آیا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ پھر اس کا جی بھر آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ جانے وہ کب تک روتا رہتا کہ کسی نے دروازہ زور سے کھٹکھٹایا' جبرو نے اٹھ کر رومال سے آنکھیں صاف کیں اور ڈیوڑھی میں آکر دروازہ کھولا۔ سامنے اس کا بہنوئی کھڑا تھا۔ وہ اندر آگیا' اور جبرو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"جبار اس بات کو دل پر مت لگانا میں تمہیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا تھا اس لئے صرف صاف بتا دیا' تم نوجوان ہو' ساری زندگی تمہارے سامنے پڑی ہے برسر

روزگار ہو۔ تمہیں ایک سے ایک اچھا رشتہ مل سکتا ہے"۔

جبرو نے اپنے طیش کو چھپاتے ہوئے کہا "اس برسر روزگار ہونے کا کیا فائدہ جو خالو نے میرے رشتے سے انکار کردیا"۔

رضیہ کا خاوند جبرو کو لے کر اوپر چوبارے میں آگیا' اس نے جبرو کو سمجھانا شروع کردیا اور بتایا کہ خالو ایک اکھڑ اور بد مزاج آدمی ہے وہ اس کے فیصلے سے پریشان نہ ہو' "ہم تمہاری شادی ایسی جگہ کریں گے کہ خالو خالہ بھی حیران ہو کر رہ جائیں گے' خالو تمہارا سسر بننے کے لائق نہیں ہے"۔

جبرو چارپائی پر خاموش بیٹھا فرش کو تک رہا تھا۔ "آخر خالو جان کو اعتراض کیا تھا؟"

رضیہ کا شوہر بھی سیدھا سادا جذباتی سا آدمی تھا' اس نے صاف صاف ہی کہہ دیا "اعتراض کیا ہو سکتا تھا بس یہی کہنے لگے کہ میں اپنی بیٹی ایک جواری اور بدمعاش کے ساتھ نہیں بیاہ سکتا' ہم نے انہیں بتایا بھی کہ جبار اب وہ نہیں رہا' وہ نوکری پر جاتا ہے' نماز پڑھتا ہے اس نے تو پان سگریٹ بھی چھوڑ دیئے' مگر تمہارے خالو نے تو کسی بات پر دھیان ہی نہیں دیا۔ صاف کہہ دیا کہ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے"۔

جبرو کو اپنے سینے میں کسی شے کے ٹوٹ کر بکھر جانے کی آواز آئی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور کوئی وضاحت نہ کی' بس خاموش سرجھکائے بیٹھا رہا۔ اس کا بہنوئی اس کی برابر دل جوئی کرتا رہا' وہ جبرو کو اپنے ساتھ گھر لے جانا چاہتا تھا لیکن جبرو نے کہا کہ وہ شام کو آئے گا۔ رضیہ کا خاوند چلا گیا۔

شام تک وہ چارپائی پر شدید گرمی اور حبس میں پڑا رہا' شام کو اٹھا اور اپنی بہن کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا بھائی کا اترا ہوا چہرا دیکھ کر بہن اپنا دل تھام کر رہ گئی' اس نے جلدی جلدی اس کی بلائیں لیں اور خالو کو برا بھلا کہنے لگی۔ "وہ اپنے آپ کو پیسے والا سمجھنے لگے ہیں ہم عزت والے ہیں ان سے کم نہیں ہیں تم دیکھنا میں تمہاری شادی ایسی جگہ کروں گی کہ سب دیکھتے رہ جائیں گے میرے بھائی کا کوئی مقابلہ تو کرکے

دکھائے......"

جبو نے اپنی بہن کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپا! میری ایک بات مانو گی"۔

"کہو میرے ویر! تمہاری بہن تم پر قربان ہونے کو تیار ہے"۔

"آپا کیا میں ایک بار ثریا سے مل سکتا ہوں"۔

رضیہ ٹھٹک گئی وہ نہیں چاہتی تھی' کہ اس کا بھائی اب کبھی ثریا کا نام لے' لیکن بھائی کا دکھی چہرہ اس سے دیکھا نہیں جاتا تھا' اس کا ایک ہی تو بھائی تھا جبو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔ "میرے ویر! ثریا سے ملنے کا کوئی فائدہ نہیں' وہ بے چاری تو کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ اپنے ماں باپ کے آگے بے بس ہے"۔

"میں ایک بار صرف ایک بار اس سے ملنا چاہتا ہوں تم نے میرے لئے اتنی تکلیف اٹھائی ہے' اب میرا یہ کام بھی کر دو' کسی طرح ثریا کو اپنے ہاں تھوڑی دیر کے لئے بلوا لو"۔

"مگر تم مل کر کیا کرو گے' میرے ویر! وہ تو مجبور ہے بے چاری"۔

"میں صرف ایک بار اس کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہو' اس کی آواز سننا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اب شاید اس سے کبھی ملاقات نہ ہو"۔

"میں کوشش کروں گی تم حوصلہ رکھو۔ چلو نہا لو۔ کیا حال بنا رکھا ہے۔ بھلا ایسی بھی کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ میرے بھائی کو لڑکیوں کی کمی نہیں۔ جاؤ غسل خانے میں جا کر نہا لو۔ میں تیرے لئے کھانا ڈالتی ہوں۔ آج میں نے ساگ مچھلی پکائی ہے"۔

جبو کو جیسے چپ سی لگ گئی تھی۔ دن کو وہ باقاعدہ کام پر جاتا تھا۔ مگر کارخانے میں بھی کسی سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ شام کو واپس آکر مکان کی چھت پر لیٹ جاتا بہن کے ہاں سے لڑکا کھانا لے کر آ جاتا تھا۔

ایک روز وہ رضیہ بہن کے گھر گیا تو اس نے بتایا کہ وہ اس کے رشتے کی بات فرید چوک کے ایک کشمیری گھرانے میں کر رہی ہے۔ وہ لوگ راضی ہو گئے ہیں۔ لڑکی

بڑی خوبصورت اور پڑھی لکھی بھی ہے۔ جبو نے گہرا سانس بھرا اور بوجھل آواز میں بولا۔

"آپا ثریا کب آ رہی ہے؟"

اس سے اگلے روز رضیہ نے باول نخواستہ ایک عورت کے ہاتھ پیغام بھجوا دیا کہ وہ ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہے۔ کوئی بہانہ بنا کر تھوڑی دیر کے لئے اس کے گھر آجائے۔ خالو نے ثریا کو رضیہ کے گھر جانے سے منع کر دیا تھا۔ لیکن ثریا رضیہ کا بہت احترام کرتی تھی۔ اس کا پیغام پہنچا تو اس نے اگلے روز دوپہر کو آنے کا وعدہ کر لیا۔

اگلے روز دوپہر کو ثریا برقعہ اوڑھے شہر کی گلیوں میں سے گزرتی سیدھی رضیہ کے مکان پر پہنچ گئی۔ رضیہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے ثریا کو بتایا کہ جبار اس سے ملنا چاہتا تھا۔ ثریا گھبرا گئی۔

"آپا! ابا کو پتا چل گیا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

"اب آئی ہو تو اس سے مل لو۔ کسی کو خبر نہیں ہو گی۔ میرا ویر تم سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔ وہ بڑا پریشان ہے تم اس کو حوصلہ دینا"۔

رضیہ اٹھ کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جبو اندر آگیا۔ وہ اداس تھا۔ اس کا چہرا پہلے سے کمزور ہو گیا تھا۔ ثریا کے دل پر جیسے کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چارپائی پر سمٹ کر بیٹھی تھی۔ جبو دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ثریا کیا تمہیں بھی یہ رشتہ منظور نہیں تھا؟"

ثریا خاموش رہی۔ جب جبو نے دو تین بار اپنا سوال دہرایا تو ثریا نے آہستہ سے کہا۔ "میں کیا کہہ سکتی ہوں"۔

جبو اس کے قریب آکر بیٹھ گیا تو ثریا سمٹ گئی۔ "ثریا کچھ تو کہو۔ کیا تمہیں یہ رشتہ منظور نہیں تھا۔ کیا تم بھی مجھے پسند نہیں کرتیں؟"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ شادی میرے اختیار میں نہیں ہے"۔

"کیا تم مجھے ناپسند کرتی ہو؟ بولو! خدا کے لئے بتاؤ۔ کیا تم مجھے ناپسند کرتی ہو؟ بولو"۔

ثریا نے آہستہ نے سے کہا۔ "نہیں"۔

جبرو نے ثریا کا بازو پکڑ لیا۔ "اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ بھاگ چلو۔ کسی دوسرے شہر جا کر شادی کر لیں گے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں ثریا۔ تمہار بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تم میری زندگی کی آخری امید ہو۔ تمہارے بغیر میری زندگی ہو جائے گی۔ ہم شادی کرنے کے بعد واپس آجائیں گے۔ ہمیں تمہارے ابو معاف دیں گے۔ میں تمہیں رانی بنا کر رکھوں گا"۔

جذبات میں آ کر جبرو نا جانے کیا کیا کہے جا رہا تھا۔ ثریا کا جسم کانپنے لگا تھا۔ ا کا بازو جبرو کی مضبوط گرفت میں تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ روئے جا رہی تھی۔

"نہیں جبار! میں گھر سے نہیں بھاگ سکتی۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ مجھے بھو جاؤ"۔

ثریا نے اپنا بازو چھڑایا اور کوٹھری سے باہر نکل آئی۔ دالان میں رضیہ پیڑھی بیٹھی چاول چن رہی تھی۔ ثریا نے اسے سلام بھی نہ کیا اور برقعہ اٹھا کر تیزی سیڑھیاں اترنے لگی۔ رضیہ نے چاولوں کا تھال ایک طرف رکھا اور بھاگ کر کوٹھ میں گئی۔ جبرو نے اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپا رکھا تھا۔ دل شکستہ بہن نے بھائی کندھے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ وہ ایک بپھرے ہوئے چیتے کی طرح اس کا ہاتھ جھٹک اٹھا اور تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں اتر کر گلی میں غائب ہو گیا۔

ایک مہینے تک جبرو کی کسی کو خبر نہ مل سکی کہ وہ کہاں ہے۔ بہن اپنے بھائی یاد کر کے چپکے چپکے روتی رہتی۔ وہ اپنے خاوند کے سامنے آنسو نہیں بہا سکتی تھی کیونکہ اب وہ بھی جبرو کو اس لائق نہیں سمجھنے لگا تھا کہ کوئی شریف آدمی اسے اپ بیٹی کا ہاتھ تھمائے۔ دو مہینے اسی حالت میں گزر گئے۔ کسی نے کہا ہم نے جبرو

امرتسر ریلوے اسٹیشن پر بمبئی جانے والی گاڑی میں سوار ہوتے دیکھا تھا۔ کسی نے کہا جبرو آبادان چلا گیا ہے۔

تیسرا مہینہ جا رہا تھا برسات کا موسم تھا۔ صبح سے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایک روز پہلے بڑی بارش ہوئی تھی۔ فضا میں حبس تھا۔ دن کے دو بج رہے تھے کہ اچانک جبرو بازار کنہیا لعل میں نمودار ہوا۔ بنارسی کڑھائی والا سلکی کرتا' ٹوپل کا سفید پاجامہ' پاؤں میں پیٹینٹ کا پمپ شو۔ ہاتھ میں سنہری چین والی گھڑی' انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں' گلے میں سونے کی زنجیر' ہاتھ میں کریون اے کالی بلی والا سگریٹ کاٹن اور ماچس' منہ میں سگریٹ دبا ہوا۔ وہ ایک شان بے نیازی سے بازار میں چلتا جیراں کے بالا خانے کے نیچے آیا تو کئی دکان داروں نے اسے جھک کر سلام کیا۔ جبرو نے کسی کے سلام کا جواب نہ دیا اور جیراں کے بالا خانے پر چڑھ گیا۔

جیراں نے کھڑکی میں سے ہی جبرو کو دیکھ لیا تھا۔ وہ پہلے بھی جیراں کے بالا خانے پر گانا سننے آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے کھڑکی پر چق ڈال دی اور دروازے میں جبرو کا مسکراہٹ سے استقبال کیا۔ جبرو نے جیراں کے سلام کا بھی جواب نہ دیا اور فرش پر بچھی ہوئی چاندنی پر تکیے سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔ سگریٹ کاٹن اور ماچس سامنے رکھ لی۔ اور جیب سے سو سو کے نوٹوں کی گڈی نکال کر جیراں کو دکھائی۔

"یہ حرام کی کمائی کے پیسے ہیں۔ حرام کے راستے پر ہی خرچ ہوں گے"۔

سو سو کے نوٹ دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ جبرو باہر سے چوری چکاری کی دولت کما کر لایا ہے۔ یہ اس کے پاس نہیں رہنی چاہئے۔ اوپر سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اور بولی۔ "جبرو تم نے جیراں کو کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ میں ان میں سے نہیں ہوں جو دولت پر جان دیتی ہیں۔ میں تو مرد پر جان دیتی ہوں اور تم مرد ہو۔ تم دو مہینوں بعد آئے ہو لیکن میں نے تمہیں ایک پل کے لئے بھی نہیں بھلایا"۔

"میں تمہیں ایسے جانتا ہوں جیسے ماں بچے کو جانتی ہے۔ یہ لے سو روپے رکھ لے۔ یہ تیری منہ سلامی ہے کسی کو بازار بھیج کر گنجے کے ہوٹل سے سب کے لئے

مرغ اور بریانی منگوا"۔

جیراں نے جبرو کے لہجے اور گفتگو میں کافی تبدیلی محسوس کی دو مہینے پہلے جبرو ضرورت کبھی گالی بھی نہیں دیتا تھا۔ ایک آدمی فوراً" سو روپے کا نوٹ لے کر ہو سے مرغ اور بریانی لینے چلا گیا۔ چمن کے آدمی نے اسے اطلاع دی کہ جبرو جیراں ک بالا خانے پر بیٹھا ہے۔ چمن بھی وہاں پہنچ گیا اور جبرو کو دیکھتے ہی بازو پھیلا دیے۔

"میرا پتر جبرو آگیا اے"۔

جبرو' چمن کو خاموشی سے گھورتا رہا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے بھی اس سے بغل گیر ہونے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ چمن نے اپنے بازو نیچے گرادیے اور جبرو کے پاس ہی چاندنی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے۔ کب آئے؟ میں تو تیر شکل دیکھنے کے لئے ترس گیا تھا"۔

"لالہ! جتنی دیر تک تمہیں یہاں بیٹھنا تھابیٹھ چکے ہو۔ اب چلے جاؤ"۔ جبرو آواز بھاری اور لہجہ تیکھا تھا۔

چمن' جبرو کے مزاج سے پوری طرح واقف تھا۔ اس نے جیراں کی طرف دیکھ کر آنکھ سے اشارہ کیا اور ہنس کر بولا۔ "کوئی بات نہیں پتر! جو حکم گورو دیو کا"۔

اورچمن نیچے اتر گیا۔ شام تک جبرو' جیراں کے بالا خانے پر لیٹا آرام کرتا رہا جب اس کے گانے بجانے کا وقت شروع ہوا تو جبرو نیچے اتر آیا۔ جیراں نے اسے بہ روکا مگر جبرو رکا نہیں۔ اس نے جیراں کو کہا تھا کہ وہ دوست بن کر آیا ہے خریدار بن کر نہیں۔

ہال بازار سے گزرنے کے بعد جبرو نے پل پار کیا اوراسٹیشن کو جانے والی سڑک پر چل دیا۔ دائیں ہاتھ پر ٹیکم کا ہوٹل تھا۔ یہ ایک منزلہ ہوٹل تھا جس کے اندر چھو ساباغیچہ بنا ہوا تھا۔ نصف دائرے میں ایک جانب رہائشی حصہ تھا۔ اس کے پہلو میں ایک راہ داری تھی۔ جس کے آخر میں چار خوبصورت سجے سجائے کمرے تھے۔ تین کمرے اس ہوٹل کے مالک اور شہر کا مشہور نامی گرامی بدمعاش ٹیکم کے پاس تھے

اورایک بڑے کمرے میں وہ رات کو جوا کراتا تھا۔ ٹیکم داس بھاری جسم کا ایک ہندو تھا۔ جس کی توند باہر نکلی ہوئی تھی۔ کسی زمانے میں وہ نبرے ڈاکو کے ساتھ مل کر ریاستوں میں ڈاکے ڈالا کرتا تھا۔ عمرزیادہ ہو گئی تو شہر میں اسٹیشن کے پاس ایک ہوٹل کھول لیا اور وہاں جوا کرانا شروع کر دیا۔ اب اس کی بدمعاشی صرف اتنی رہ گئی تھی کہ دو چھوٹے چھوٹے بدمعاش پال رکھے تھے۔ شراب پی کر انھیں گالیاں دیتا اور موڈ میں ہوتا تو اپنے ڈاکوں اور قتل وغارت کے پرانے قصے سنایا کرتا تھا۔

ہوٹل محض نام کا تھا اور بہت کم مسافر وہاں آکر ٹھہرتے تھے۔ اس کی ساری آمدنی کا دارومدار جوئے خانے پر تھا جس کی نال کی رقم اتنی ہو جاتی تھی کہ ٹیکم اس میں سے تھانے والوں 'علاقے کے ممبروں اور سی آئی ڈی کے مخبروں کے حصے دے کر بھی ہزاروں روپے بچا لیتا تھا۔ شہر کے دوسرے جوا خانوں میں بھی ٹیکم کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔

جبرو امرتسر سے دل شکستہ ہو کر سیدھا بمبئی کی طرف نکل گیا تھا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک بدنام ہوٹل میں ٹیکم سے ہوئی۔ ٹیکم کو معلوم تھا کہ جبرو امرتسر میں چمن کے پاس کام کرتا ہے۔ اس نے اس کی دلیری کے قصے سن رکھے تھے۔ تجربہ کار اور دور اندیش ٹیکم نے جبرو کی شکل میں اپنے اور اپنے کاروبار کے محافظ کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ وہیں اسے پیشکش کر دی کہ اگر وہ چمن کو چھوڑ کر اس کے پاس امرتسر والے ہوٹل میں آجائے تو وہ اسے چمن سے چار گنا زیادہ کمیشن دے گا۔ جبرو نے حامی بھرلی تھی اور کہا تھاکہ ابھی میرا امرتسر جانے کا کوئی ارادہ نہیں لیکن جب بھی امرتسر گیا سیدھا تمہارے پاس آؤں گا۔

چنانچہ دو مہینے کی دربدری کے بعد جب جبرو نے اپنے دل میں اپنی آنے والی زندگی کے بارے میں آخری فیصلہ کر لیا تو وہ امرتسر پہنچ کر سیدھا ٹیکم کے ہوٹل پر آیا۔ ٹیکم نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اس کی مرضی کے مطابق اسے بہترین لباس' سونے کی زنجیر اور دوسری چیزیں بنوا کر دیں اوراسے ایک ہزار روپیہ ایڈوانس دے

دیا۔

اپنے شہر میں آئے اسے پندرہ بیس دن ہو گئے تھے اس کے بہنوئی کو کچھ لو
نے بتا دیا کہ جبرو واپس آ گیا ہے اور اس نے پھر اپنا پرانا دھندا شروع کر دیا ہے۔ ا
نے رضیہ کو جبرو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ کیونکہ اگر وہ رضیہ کو بتاتا تو ظاہر
وہ بھائی سے ملنے کو تڑپتی اور لامحالہ اسے جبرو کو گھر پر بلانا پڑتا جو وہ نہیں چاہتا تھا۔
ایک روز رضیہ کو بھی پتا چل گیا کہ اس کا اکلوتا بھائی واپس آ گیا ہے اور نیلم
ہوٹل میں رہتا ہے۔ وہ اپنے بھائی کو ملنے کے لئے تڑپنے لگی۔ اس نے اپنے خا
سے ذکر کیا تو اس نے اسے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اگر اس نے جبرو کو گھر بلای
اسے ملنے کہیں گئی تو وہ اسے طلاق دے دے گا۔

"اس نے پھر سے بدمعاشی شروع کر دی۔ اب وہ اس قابل نہیں کہ ہم ا
ملیں۔ آخر مجھے محلے والوں کے ساتھ رہنا ہے"۔

رضیہ دل مسوس کر رہ گئی۔ مگر دل بھائی کی یاد میں تڑپتا رہا۔ آخر بھائی کا
غالب آیا اور رضیہ نے ایک مائی کے ہاتھ جبرو کو پیغام بھیجا کہ مجھے آ کر مل جائے۔
نے پیغام میں کہلوا بھیجا کہ میری کوئی بہن، کوئی بھائی اور کوئی عزیز نہیں ہے۔ ر
سے کہو وہ آئندہ کسی کو میرے پاس نہ بھیجے۔

رضیہ کو بھائی کا پیغام ملا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سوائے رونے کے
کر بھی کیا سکتی تھی۔ یونہی وقت گزرتا رہا۔ سردیوں کا موسم آ گیا۔ ایک روز اسے
بڑی شدت سے یاد آیا تو اس نے اس مائی کو بلوایا جو جبرو کے پاس گئی تھی۔ اس
اس کا پورا پتا معلوم کیا اور موقعے کی تلاش کرنے لگی۔ اتفاق سے اس کے خاوند کو
روز کے لئے لاہور جانا پڑ گیا۔ دن کے گیارہ بج رہے تھے کہ رضیہ نے گھر میں ا
مائی کو بٹھایا۔ برقعہ پہنا اور بھائی سے ملنے نکل کھڑی ہوئی۔

ہال بازار سے نکل کر وہ اسٹیشن پر جانے والی سڑک پر آ گئی۔ آخر اس نے
ہوٹل دیکھ ہی لیا جہاں اسے بتایا گیا تھا کہ اس کا بھائی رہتا ہے۔ یہ جوا خانہ تھا۔ ر

اس طرف جاتے ہوئے کچھ گھبرا رہی تھی۔ وہ ہوٹل کی طرف تکنے لگی کہ شاید جبرو
یہاں سے باہر نکلے اور وہ بھائی کو ایک نظر دیکھ سکے۔ ہوٹل کے باہر ایک طرف
چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ اس پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے جو شکل سے ہی بدمعاش لگتے
تھے۔ ان میں سے ایک بھاری بدمعاش تھا اور دوسرا مسلمان بدمعاش کمالا تھا۔ اس
نے سامنے فٹ پاتھ پر کھمبے کے نیچے ایک نسواری رنگ کے برقعے والی عورت کو دیکھ
لیا تھا مگر اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ مگر بھاری جو نیلم کا قریبی رشتے دار بھی تھا رضیہ
کو بار بار دیکھ رہا تھا اور اپنی چھوٹی چھوٹی مونچھوں پر مسکراتے ہوئے ہاتھ پھیر رہا تھا۔
اس نے کمالے کو چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔

"کمالے! سامنے دیکھ رہے ہو؟"

کمالے نے سامنے دیکھے بغیر کہا۔ "دیکھ رہا ہوں"۔

بھاری نے تھوڑی چڑھا رکھی تھی اور موڈ میں تھا۔ کہنے لگا۔ "تم یہیں بیٹھو۔
میں اسے اندر لے کر جاتا ہوں"۔

بھاری کو کسی کا ڈر خوف نہیں تھا۔ لیکن کمالے نے اسے بازو سے پکڑ کر وہیں
بٹھا دیا۔ "ہر عورت کو ایسی نہ سمجھ لیا کرو۔ یہ کسی کی ماں بہن بھی ہو سکتی ہے"۔

بھاری، کمالے کا مذاق اڑانے لگا کہ تمہیں تو ہر عورت شریف معلوم ہوتی
ہے۔ تم مرد نہیں ہو۔ ذرا ٹھہرو۔ میں اندر سے تھوڑا سا شیرنی کا دودھ پی کر آتا
ہوں۔ تم میرے معشوق کا خیال رکھنا۔ بھاری اٹھ کر اندر چلا گیا۔ جبکہ کمالا خاموش
بیٹھا سگریٹ پیتا رہا۔

رضیہ کو کھمبے کے نیچے کھڑے ہوئے پانچ سات منٹ ہو گئے تھے لیکن جبرو ابھی
تک دکھائی نہیں دیا تھا۔ لوگوں نے رضیہ کو مشکوک نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔
اس نے سوچا کہ ہوٹل کے باہر جو آدمی بیٹھا ہے اس سے جبرو کے بارے میں پوچھنا
چاہئے۔ چنانچہ وہ سڑک پار کر کے ہوٹل کے باہر دھوپ میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے
کمالے کے پاس آئی۔

"میرے ویر! مجھے جبار سے ملنا ہے"۔

"جبار کون بی بی؟" کمالے نے رضیہ کی طرف نظریں اٹھائے بغیر پوچھا۔

"جبرو۔ وہ یہیں ہوتا ہے نا؟"

کمالے نے اب بھی رضیہ کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ سمجھ گیا کہ جبرو کی کوا
ملنے والی ہو گی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "بی بی! جبرو بازار گیا ہوا ہے"۔

رضیہ کو وہاں کھڑے رہنا عجیب سا لگا۔ جلدی سے بولی۔ "اچھا میرے ویر! ج
آئے تو اسے کہنا کہ تیری بڑی بہن رضیہ تجھے ملنے آئی تھی۔ اسے گھر آکر اپنی شک
دکھا جانا"۔

کمالا جلدی سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔ "بہن جی! آپ کو یہاں نہیں آنا چاہئے تھا
آپ گھر چلیں۔ میں خود جبرو کو بھیج دوں گا"۔

اتنے میں بھاری ہوٹل کے دروازے سے باہر نکلا۔ اس نے برقعہ پوش عور
کو کمالے سے باتیں کرتے دیکھا تو للکار کر بولا۔ "کمالے! یہ میرا مال ہے' اس پر ہا
مت ڈالنا"۔

کمالے نے ڈانٹ کر کہا۔ "بکواس نہ کر بھاری۔ یہ جبرو کی بہن ہے"۔

بھاری بہکتا ہوا آگے بڑھا۔ "ارے جبرو کی بہن ہے تو پھر کیا ہوا"۔ اس
اچانک لپک کر رضیہ کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ "میری جان! اندر کیو
نہیں آتی؟"

کمالے کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے الٹے ہاتھ سے بھاری کے منہ
اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ وہ چارپائی پر جا گرا۔ "بے غیرت! دوست کی بہن پر ہا
ڈالتا ہے"۔

بھاری کے ہونٹوں سے خون نکلنے لگا۔ وہ طیش میں اٹھا اور جیب سے لمبا
نکال کر کمالے کے سامنے آگیا۔

"کمالے! ماں سے دودھ بخشوا لے"۔

کمالے نے بھاری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اور آہستہ سے رضیہ بہن
کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "بہن یہاں سے چلی جا"۔

رضیہ فوراً وہاں سے نکل گئی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ بھاری
نے چھلانگ لگا کر چاقو کمالے کے پیٹ میں مارنا چاہا۔ کمالے نے چیتے جیسی پھرتی سے
ایک قدم پیچھے ہٹ کر بھاری کا چاقو والا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایک مسلمان عورت اور دوست
کی بہن کی غیرت نے کمالے کے اندر شیر سے زیادہ طاقت بھر دی تھی۔ اس نے
بھاری کو پنجی دے کر چارپائی پر گرا لیا اور دوسرے لمحے بھاری کا چاقو کمالے کے ہاتھ
میں تھا۔ وہ بھاری کے پیٹ میں چاقو اتارنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے ٹیکم داس نے
آکر کمالے کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔

"کیا کرتا ہے کمالے! کیا ہو گیا ہے تم دونوں کو؟"

کمالے نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور چاقو زور سے زمین پر پھینک کر
بولا۔ "لالہ! آج تیرا بھاری مجھ سے بچ گیا ہے"۔

اور کمالا گرم شال جھاڑتا ہوا ہوٹل کے اندر چلا گیا۔ جب ٹیکم داس کو اصل
حقیقت کا علم ہوا تو اس نے کمالے کے سامنے بھاری کو برا بھلا کہا اور اسے کوٹھری
میں بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد جبرو بھی وہاں آگیا۔ بیٹھک کے دوسرے بدمعاشوں نے جبرو کو
یہ واقعہ سنایا تو وہ بپھر گیا۔ کوٹھری کا دروازہ توڑ کر اندر گیا اور نشے میں دھت بھاری کو
مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ وہ اسے جان سے مار دیتا اگر دوسرے بدمعاش آکر جبرو کو نہ
پکڑتے۔ ٹیکم داس بھی بھاگ کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے جبرو سے معافی مانگی اور وعدہ
کیا کہ اگر آئندہ بھاری نے ایسی حرکت کی تو وہ اسے خود زندہ نہیں چھوڑے گا۔ جبرو
نے ٹیکم داس کو گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور غضبناک لہجے میں بولا۔

"لالہ! تیرا بھاری اس وقت نشے میں ہے ہوش میں آئے تو اسے بتا دینا کہ جبرو
اس کے خون کا پیاسا ہے اس کے سامنے نہ آئے"۔

پھر اس نے چلا کر ایک بدمعاش سے پوچھا کہ کمالا کہاں ہے اسے بتایا گیا کہ وہ چھت پر بیٹھا ہے۔ جبو نے چھت پر آکر اسے بازوؤں میں بھرا اور سینے سے لگایا۔

"میں لالے کی بیٹھک چھوڑ کر جا رہا ہوں کمالے" جبو نے اسے آگاہ کیا۔

"میں بھی یہاں نہیں رہوں گا" کمالے نے جواب دیا۔

"تو پھر میرے ساتھ آؤ" یہ کہہ کر جبو سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ کمالا اس کے پیچھے پیچھے تھا ہوٹل سے نکل کر وہ سڑک پر آئے۔ جبو نے تانگہ لیا اور اسے لوہ گیٹ چلنے کو کہا جہاں جبو کی بہن کا گھر تھا۔ گلی کے باہر تانگہ رکوا کر جبو نیچے اتر گیا۔

"جبو بھائی زیادہ طیش میں نہ آنا تمہاری بہن کا کوئی قصور نہیں ہے"۔

جبو نے آہستہ سے کہا "تم یہیں تانگے میں بیٹھو میں ابھی آ رہا ہوں"۔

رضیہ چولہے کے پاس ابھی تک سہمی بیٹھی تھی کہ دھڑاک سے دروازہ کھلا سامنے جبو تھا وہ سخت غصے میں تھا "میں تم سب لوگوں کے لئے مرچکا ہوں" اس نے وہیں سے چلا کر کہا "کس نے کہا تھا وہاں آؤ خبردار اگر اب کبھی گھر سے باہر قدم نکالا۔ میں تمہارے لئے مرچکا ہوں یہ اپنے خاوند اور خالو کو بھی بتا دینا"۔

اتنا کہہ کر جبو تیزی سے باہر نکل گیا۔ اسے اپنی بڑی بہن کی رونے کی آواز آتی رہی۔ کمالا تانگے کے پاس بے چینی سے کھڑا تھا جبو کو آتے دیکھا تو اطمینان کا سانس لیا تانگہ واپس روانہ ہوگیا۔

کمالا بٹالے کا رہنے والا تھا۔ ماں باپ کے مرجانے کے بعد وہ چچا کے گھر آگیا۔ وہاں اس پر طرح طرح کے ظلم توڑے جاتے تھے۔ جب ذرا بڑا ہوا تو چچا کے گھر کو خیرباد کہا اور امرتسر آگیا۔ یہاں وہ برے لوگوں کی صحبت میں پڑ گیا اور پھر آہستہ آہستہ خود بھی بدمعاش بن گیا۔ شریف پورے کی آبادی میں اس نے ایک چھوٹی سی بیٹھک کرائے پر لے رکھی تھی جہاں وہ صرف رات کے وقت جاتا تھا۔ منہ اندھیرے گھر سے نکل آتا۔ کبھی دن میں گھر جانا پڑ جاتا تو نظریں نیچی کئے محلے سے گزرتا۔ بدمعاشوں میں وہ کمالا شیر مشہور تھا لیکن شریف محلے میں وہ بکری بن کر گزرتا تھا۔ کمالا

جبو کو اپنے گھر لے جا رہا تھا۔ شریف پورے کے باہر ہی اس نے تانگہ رکوا لیا اور نیچے اتر آیا۔ جبو کو ساتھ لیا اور سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی پلیا پر دھوپ میں بیٹھ گیا۔

"جبو! دن کے وقت میں کبھی کبھار محلے میں آتا ہوں۔ تم تو جانتے ہی ہو یہ شریفوں کا محلہ ہے۔ اور میں شریف آدمی نہیں ہوں چلو شام تک کمپنی باغ کی سیر کرتے ہیں"۔

دونوں تحصیل پورے والے کچے راستے سے گزرتے ہوئے ریلوے لائن پر آ گئے۔ یہاں سے بائیں جانب نہر کے ساتھ راستہ کمپنی باغ کو جاتا تھا۔ نہر سردیوں کے موسم میں سوکھی ہوئی تھی کمپنی باغ میں وہ ایک گراؤنڈ میں بیٹھ گئے۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ کلکتے چلا جاؤں" تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد کمالے نے جبو کو بتایا۔ وہاں کالے پہلوان کا اڈہ ہے۔ اس نے کئی بار مجھے پیغام بھیجا ہے کہ میں چلا آؤں مگر بنگال کی آب و ہوا شاید مجھے مافق نہ آئے۔ وہاں وہی کی لسی بادی کرتی ہے۔ پھر ذرا دیر رک کر وہ دوبارہ گویا ہوا۔ "کیوں نہ ہم دونوں کلکتے چلے جائیں؟ کالا ہماری بڑی عزت کرے گا ہمیں تنخواہ بھی دے گا اور کمیشن بھی۔ وہاں ہمیں کسی شے کی کمی نہیں ہوگی یہاں اب کچھ نہیں رہ گیا جبو۔"

جبو کسی سوچ میں تھا۔ سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تمہیں جانا ہے تو چلے جاؤ میرا دل چاہا تو میں بھی بعد میں آ جاؤں گا۔"

وہ رات جبو' کمالے کی بیٹھک میں سویا۔ صبح دیر سے اٹھا تکیے میں جا کر تیل کی مالش کی کنوئیں پر نہایا اور پھر ٹہلتا ہوا جی ٹی روڈ پر آگیا۔ موسم سرد تھا مگر دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی جبو نے کاندھوں پر گرم شال ڈال رکھی تھی۔ دن کے دس ساڑھے دس کا وقت ہو گا وہ ٹاہلی کے درختوں کے نیچے ٹہلتا ٹہلتا اس مقام پر پہنچ گیا جہاں سے ایک چھوٹی سے سڑک جی ٹی روڈ سے نکل کر شہر کے دروازے کی طرف

جاتی تھی نکڑ پر درختوں کے نیچے شراب کا ٹھیکہ تھا جس کے باہر لکڑی کے بنچ پر ایک سکھ بیٹھا مے نوشی میں مشغول تھا جبرو اسے جانتا تھا اس کا نام گوردیال سنگھ تھا کسی زمانے میں کبڈی کا بڑا زبردست کھلاڑی تھا۔ مگر مے نوشی نے اسے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

جبرو ابھی نکڑ سے پچاس ساٹھ قدم کے فاصلے پر ہی تھا کہ تحصیل پورے کے چھوٹے کچے میدان سے ایک تانگہ درختوں کے پیچھے سے نکلا اور بڑی تیزی سے سڑک پر آکر جالندھر کی طرف سڑک پر دوڑنے لگا۔ جبرو نے سر اٹھا کر دیکھا تانگے میں تین آدمی بیٹھے تھے اور انہوں نے ایک لڑکی کو دبوچ رکھا تھا جو ان کی گرفت سے نکلنے کے لئے تڑپ رہی تھی۔

تانگہ پکی سڑک پر شور مچاتا جبرو کے قریب سے گزرا تو لڑکی نے چیخ کر کہا۔ "جبرو بھائی مجھے بچالو۔"

جبرو وہیں رک گیا یہ کون لڑکی تھی جس نے اسے بھائی کہہ کر اس سے مدد طلب کی تھی اس کا خون ایک دم گرم ہو گیا اسے یوں لگا جیسے یہ بدمعاش اس کی بہن رضیہ کو اٹھا کر لئے جا رہے ہیں۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کچھ لوگ پہلے کھڑے تھے مگر بدمعاشوں سے ڈر کر بھاگ گئے تھے۔

جبرو نے ٹھیکے کی طرف دیکھا۔ گوردیال سنگھ کا گھوڑا بنچ کے ساتھ بندھا ہوا تھا جبرو اس کی طرف دوڑا گوردیال نے نشے میں گردن گھماتے ہوئے کہا۔

"جبرو! ان کے پیچھے نہ جانا پتر وہ لکھی سانسی ہے کئی قتل کر چکا ہے"۔

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ جلدی سے چھلانگ لگا کر گھوڑے پر بیٹھا اور اسے ایڑ لگا کر درختوں کے نیچے جاتی کچی سڑک پر ڈال دیا سڑک دور تک خالی تھی لیکن تانگہ پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا تھا۔ جبرو گھوڑا دوڑاتا ہوا مقبول پورے کے چوک تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک آدمی سے اس نے تانگے کے بارے میں دریافت کیا جس پر ایک عورت اور تین آدمی سوار تھے۔ اس آدمی نے سب کچھ دیکھا تھا اور جانتا تھا کہ لکھی

سانسی کے آدمی کسی عورت کو اغوا کر کے لے گئے ہیں لیکن وہ زبان نہیں کھول سکتا تھا چنانچہ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

جبرو جی ٹی روڈ پر کچھ دور آگے نکل گیا۔ سامنے بجلی والی نہر کا پل نظر آنے لگا۔ اس نے نہر کے کنارے بھی جا کر دیکھا لیکن تانگہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا اسے خیال آیا کہ گوردیال سنگھ نے لکھی سانسی کا نام لیا تھا وہ یقیناً" اس کے اڈے سے واقف ہو گا جبرو نے گھوڑے کی باگیں موڑیں اور اسے دوڑاتا واپس ٹھیکے پر آ گیا.... گوردیال سنگھ نے گردن اٹھا کر جبرو کو دیکھا اور پھر سر ٹکا لیا۔

"گوردیالے! لکھی سانسی کا اڈہ کہاں ہے جلدی بتاؤ؟" جبرو گھوڑے سے اترتے ہوئے بولا۔

گوردیال سنگھ نے سر کو دائیں بائیں جھلاتے ہوئے جبرو کو لکھی سانسی کے اڈے کا پتا دیا۔ اس وقت ایک رئیسی تانگہ ٹھیکے پر آ کر رکا کوچوان ٹھیکے کی جنگلے دار کھڑکی کی طرف بڑھا تو جبرو چھلانگ لگا کر تانگے میں کود گیا اور گھوڑے کو اتنی زور سے سانٹا مارا کہ وہ بدکا اور پھر سڑک پر بگٹٹ دوڑنے لگا۔ کوچوان حیران پریشان اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے شور مچایا تو گوردیال سنگھ نے بازو ہلا کر کہا۔

"ابھی آ جائے گا تیرا تانگہ مگر خالی آئے گا۔ لکھی سانسی کئی خون کر چکا ہے۔ جبرو سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے جا رہا ہے۔ آ جا بیٹھ جا میرے پاس"۔

جبرو تانگے کو سڑک پر بے تحاشا بھگائے لئے جا رہا تھا جس لڑکی کو لکھی سانسی کے آدمیوں نے اغوا کیا تھا وہ یقیناً جبرو کو جانتی تھی۔ تحصیل پورے کے ساتھ ہی شریف پورہ تھا اور شریف پورے میں جبرو کی خالہ کا گھر تھا۔ یہ لڑکی ضرور تحصیل پورے کی تھی اور اس نے جبرو کو وہاں سے آتے جاتے دیکھا ہو گا۔ اس نے جبرو کو اس کا نام لے کر پکارا تھا۔

○☆○

مقبول پورے کا چوک گزر گیا۔ جبو نے آگے جا کر پانی کی باؤلی کے قریب
تانگے کو کچی سڑک پر اتار دیا اور اسے درختوں میں کچا مکان نظر آیا۔ جبو نے گھوڑے
کی رفتار کم کر دی۔ پھر اسے تیزی سے ایک طرف موڑ دیا۔ کچا مکان بائیں جانب دو
قدم کے فاصلے پر رہ گیا تو جبو نے تانگے کو درختوں کے نیچے کھڑا کیا۔ چھلانگ لگا کر
تانگے کی اگلی نشست سے نیچے اترا اور جھکتا ہوا درختوں کے نیچے کچے مکان کے عقب
میں آگیا اس نے چاقو جیب سے نکالا اور اسے کھول کر سیدھے ہاتھ میں اس طرح پکڑ
لیا کہ چاقو کا پھل اس کی قمیض کے کف کے اندر چلا گیا۔ ارد گرد دور تک کوئی آدمی
نہیں تھا۔ جبو نے مکان کی دیوار کو غور سے دیکھا۔ وہاں کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں
تھا۔ وہ دوڑ کر دیوار کے ساتھ جا کر لگ گیا اور آہستہ آہستہ جھکے جھکے چلتا اس دیوار
کے نیچے آگیا جو صحن کی دیوار تھی۔ یہ دیوار بمشکل ایک مرد اونچی تھی۔ جبو نے
ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر دوسری طرف دیکھا۔ صحن بالکل خالی تھا۔ کوٹھری کا دروازہ
بند تھا۔ جبو کے پاس وقت نہیں تھا۔ وہ آہستہ سے دیوار کے اوپر چڑھا اور بغیر آواز
پیدا کیے صحن میں کودا اور ایک لمحے کے لئے وہیں بیٹھا رہا۔ جب کوئی رد عمل نہ ہوا تو
اٹھ کر قدم قدم چلتا بند کوٹھری کے دروازے کی ایک جانب آکر کھڑا ہو گیا۔

اسے اندر سے عورت کے رونے اور سسکیاں بھرنے کی آواز سنائی دی جبو نے
دروازے کو آہستہ سے اندر کی جانب دھکیلا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ لڑکی کے
رونے اور منت سماجت کرنے کی آوازوں نے جبو کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ اس
نے دو قدم پیچھے ہٹ کر اتنے زور سے اپنا کاندھا دروازے کے پٹ پر مارا کہ
دروازے کی کنڈی ٹوٹ گئی اور پٹ دھڑاک سے کھل گئے۔

لکھی سانسی کے ہاتھ میں گلاس تھا اور لڑکی اس کے پاس بیٹھی ہاتھ جوڑ رہی

تھی۔۔۔ لکھی سانسی بڑبڑا کر اٹھنے ہی والا تھا کہ جبو نے پوری طاقت سے اس کے
سینے پر ٹکر ماری۔ وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ پچھاڑ کھا کر پیچھے گرا لیکن جبو
نے اسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور کمانی دار لمبے چاقو کا پھل اس کی شہ رگ پر رکھ
دیا۔

لڑکی بوکھلائی ہوئی سی پھٹی پھٹی آنکھوں سے جبو کو تک رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی
کہ جبو کو اس نے آواز دی تھی اور وہ سر دھڑ کی بازی لگا کر اس کی عزت بچانے آگیا
ہے۔ جبو نے لکھی سانسی کے منہ کو اپنے تنومند بازو کی آہنی گرفت میں لے لیا اور
چاقو کی نوک اس کی پیٹھ میں تھوڑی سی چبھو دی۔ پھر اسی حالت میں لکھی سانسی کو
زمین پر بٹھا دیا اور چاقو کی نوک اس کے حلق پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں لکھی تیرے آدمی باہر بیٹھے ہیں۔ مگر ان کے یہاں پہنچنے تک یہ
چاقو تمہارے حلق میں اتر گیا ہو گا۔ اور تیری لاش خون میں تڑپ رہی ہو گی۔ میں
جبو ہوں۔ اور تو میری مسلمان بہن کو اغوا کر کے لایا تھا"۔

لکھی سانسی نشے میں تھا اور اس کے حلق سے سانس کی آواز کھڑکھڑاتی ہوئی
سے نکل رہی تھی۔

جبو نے لڑکی سے کہا۔ "اپنا دوپٹہ اس کے منہ پر گیند بنا کر رکھ دے"۔ لڑکی
نے ڈرتے ڈرتے اپنے دوپٹے کا گولا بنایا اور لکھی سانسی کے منہ میں ٹھونس دیا۔ لکھی
کے حلق سے غراہٹ کی آواز نکلی۔ جبو نے چاقو کی نوک کو ذرا سا دبایا۔ وہ وہیں
ساکت ہو گیا۔ پھر جبو نے چاقو پھینک کر لکھی کی کنپٹی پر اتنے زور سے گھونسا مارا کہ
اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ جبو نے فوراً اسے اوندھا کیا اور اس کے
منہ کے گرد دوپٹے کو کس کر باندھ دیا اور لڑکی سے کہا۔ "جلدی سے باہر نکلو"۔

لڑکی سہمی ہوئی تھی مگر کوٹھری کا دروازہ کھلا تھا۔ جبو نے مدہوش اور نیم بے
ہوش لکھی کو وہیں چھوڑا اور لڑکی کو لے کر کوٹھری سے باہر نکل آیا۔ اس نے اسے
سہارا دے کر صحن کی عقبی دیوار پر چڑھایا جہاں سے وہ دوسری طرف کود گئی۔ جبو بھی

دوسری طرف کود گیا اور اسے لے کر درختوں کی طرف دوڑا۔ چاقو اس کے ہاتھ میں
تھا۔

اسے اپنے پیچھے کوٹھری میں شور کی آواز سنائی دی۔ لکھی نے منہ سے کپڑا نکا
لیا تھا اور اپنے آدمیوں کو آوازیں دے رہا تھا۔ جبرو لڑکی کو لے کر ان درختوں ک
طرف دوڑا جہاں خالی تانگہ کھڑا تھا۔ لکھی کے آدمی کچے مکان کے صحن والے
دروازے سے کچھ فاصلے پر درختوں کے پیچھے چارپائی پر دھوپ میں بیٹھے تھے۔ لکم
سانسی کی آوازیں سنتے ہی وہ اندر کی طرف بھاگے۔ اس دوران جبرو کا تانگہ لڑکی
ساتھ لئے کچی سڑک پر سرپٹ دوڑتا ہوا جی ٹی روڈ کی طرف جارہا تھا۔ لکھی کے آد
جب باہر نکلے تو جبرو کا تانگہ جی ٹی روڈ پر آچکا تھا۔

جبرو تانگے کو جی ٹی روڈ پر بے تحاشا دوڑاتے ہوئے شراب کے ٹھیکے پر پہنچ گیا
اس نے تانگہ وہاں چھوڑا اور لڑکی کو لے کر کمالے کے مکان پر آگیا۔ وہ اٹھ چکا ت
اور پمپ کے پاس بیٹھا مسواک کر رہا تھا۔ اس نے جبرو کو ایک لڑکی کے ساتھ داخل
ہوتے دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ ہماری مسلمان بہن ہے۔ لکھی سانسی کے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے
تھے"۔ جبرو نے حیران کمالے کو آگاہ کیا۔

کمالے نے آگے بڑھ کر کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔ "اندر آجاؤ بہن"۔

لڑکی نے اصرار کیا کہ وہ اپنے باپ کے پاس جائے گی۔ جبرو بولا۔ "میں تیرے
باپ کو یہاں لے آتا ہوں۔ تیرا گھر کہاں ہے۔ مجھے بتادے"۔

لڑکی وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ وہ بے حد پریشان تھی اور ابھی تک اپنے حواس
میں نہیں تھی۔ جبرو اور کمالے نے اسے حوصلہ دیا تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "وہ مجھے پھ
تو نہیں لے جائیں گے؟"

کمالے نے اپنی چادر اتار کر لڑکی کے ننگے سر پر ڈال دی۔ "تو اپنے بڑے بھائی
کمالے کے مکان پر ہے گھبرا نہیں۔ تیری ہوا کی طرف بھی کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تیرا

گھر کہاں ہے؟"

لڑکی نے جو گھر بتایا وہ تحصیل پورے کے شروع میں ہی ایک کچا کوٹھا تھا۔ وہ
خدا بخش کمہار کی لڑکی تھی۔ کمالے نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ویسے بھی
مکان پر کم آتا تھا اور جب آتا تو اس کی نظریں نیچی ہوتی تھیں۔ جبرو نے کمالے سے
کہا۔ "میں یہاں رہتا ہوں۔ تو اس کے باپ کو جا کر لے آ"۔

لڑکی نے ڈرتے ہوئے کہا۔ "خدا کے لئے مجھے میرے گھر جانے دو"۔

جبرو نے اس کی طرف غصے سے دیکھا اور کہا۔ "اب چپ رہ۔ زیادہ نہ بول۔
تیرے باپ کو لاتا ہوں۔ اس کے ساتھ گھر چلی جانا"۔

کمالا جبرو کو ایک طرف لے گیا اور آہستہ سے کہنے لگا۔ "میرا خیال ہے لڑکی
کے باپ کو یہاں بلانے کی ضرورت نہیں۔ میں اسے اس کے گھر چھوڑ آتا ہوں"۔

جبرو نے کہا۔ "جو تم مناسب سمجھو"۔

کمالے نے لڑکی سے کہا۔ "بہن چادر اچھی طرح لپیٹ لے اور میرے ساتھ
چل۔ تجھے تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں۔ اور گھبرانا نہیں۔ وہ لوگ اب کبھی تیرے گھر
کا رخ نہیں کریں گے"۔

کمالا لڑکی کو لے کر مکان سے باہر نکل گیا۔ لڑکی نے چادر سے اپنا منہ سر
ڈھانپ رکھا تھا۔ باپ نے بیٹی کو دیکھا تو اسے سینے سے لگا کر رونے لگا۔ کمالے نے
اس سے کہا۔ "چاچا! خدا نے تیری عزت بچالی ہے۔ اب اسے لے کر کچھ دنوں کے
لئے شہر سے باہر چلا جا"۔

خدا بخش کمہار نے روتے ہوئے کہا۔ "میرا کوئی نہیں جس کے پاس میں جاؤں
بیٹا۔ خدا تجھے اس کا اجر دے گا۔ تو نے میری عزت بچالی۔ مگر وہ غنڈے پھر آگئے تو
مجھے کون بچائے گا بیٹا؟"

"چاچا! میں نے تیری بیٹی کو اپنی بہن کہا ہے۔ میں کمالا ہوں۔ تیری بیٹی کا
بھائی۔ اب اس کی ہوا کی طرف بھی کوئی نہیں دیکھ سکے گا"۔

یہ کہہ کر کمالا خدا بخش کے مکان سے نکل کر اپنے مکان کی طرف چل پڑا
کچھ لوگ ایک طرف کھڑے چہ میگوئیاں کر رہے تھے لیکن کمالا خاموشی سے نظریں
نیچی کیے ان کے قریب سے گزر گیا تھا۔

لکھی سانسی تک جبرو کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جبرو ایک ہتھ چھٹ
اور دلیر نوجوان ہے۔ یہی وجہ تھی کہ چاقو کی نوک اپنی شہ رگ پر دیکھ کر وہ خاموش
رہا تھا۔ اس کے آدمیوں نے پوچھا کہ کون تھا جو ان کے اغوا کئے مال کو شیر کی کچھار
میں سے نکال کر لے گیا۔ لکھی سانسی نے انھیں جبرو کا نام نہیں بتایا۔ انھیں گالیاں
دینے لگا کہ وہ کہاں سوئے ہوئے تھے۔ مگر دل میں لکھی نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جبرو سے
اس بے عزتی کا ضرور بدلہ لے گا اور اسی لڑکی کو ایک بار پھر اغوا کر کے لائے گا اور
اسے بے آبرو کر کے اس کی لاش جبرو کی بیٹھک پر پھکوا دے گا۔ لکھی اگرچہ دبلا پتلا
آدمی تھا مگر کئی آدمیوں کو قتل کر چکا تھا اور ہر بار ثبوت اور عینی گواہ نہ ہونے کی وجہ
سے بری ہو جاتا تھا۔ علاقے کے لوگ اس سے ڈرتے تھے۔

لکھی بھی اپنے کوٹھے پر جوا کراتا تھا۔ جبرو کے نام سے اس کے سینے پر سانپ
لوٹنے لگتا تھا۔ اپنی بے عزتی کی وجہ سے اس نے کسی کو بھی جبرو کا نام نہیں بتایا تھا۔
وہ دوسرے درجے کا بدمعاش تھا۔ ان معنوں میں کہ اس کا کوئی اصول نہیں تھا اور وہ
گھٹیا سے گھٹیا کام پر بھی اتر آتا تھا۔ ایک غریب کمہار کی بیٹی کو اغوا کر کے اس نے
ایک ایسی حرکت کی تھی جس کو اس زمانے کے پیشہ ور اور بااصول بدمعاش ذلیل
حرکت خیال کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لکھی کو کوئی بدمعاش بھی پسند نہیں کرتا تھا
اور چمن اور ٹیکم داس تک اسے اپنی بیٹھک پر نہیں آنے دیتے تھے۔

لکھی اندر ہی اندر انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا۔ یہ ایک مکار اور کمینے لومڑ
کے انتقام کی آگ تھی۔ چنانچہ ایک روز کمالا اور جبرو صبح دیر سے سو کر اٹھے تو محلے
میں شور مچا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ رات لکھی مسلمان کمہار کی لڑکی کو دوبارہ اٹھا کر لے
گیا تھا اور صبح لڑکی کی لاش نہر میں تیرتی ہوئی ملی ہے۔

جبرو نے کمالے کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش تھا۔ لڑکی نے خود کشی کی تھی یا
لکھی نے اسے ہلاک کر ڈالا تھا۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس زمانے میں ایک
غریب آدمی کی بیٹی کی لاش کو کون اہمیت دیتا تھا۔ نہ اس کا پوسٹ مارٹم ہوا اور نہ
تھانے میں کسی نے رپٹ درج کی۔ لڑکی کو روتے ہوئے باپ نے قبرستان میں جا کر
دفن کر دیا۔ کمالا جنازے کے ساتھ گیا۔ جبرو گھر پر ہی رہا۔ کافی دیر ہو گئی۔ کمالا واپس
نہ آیا تو جبرو کو تشویش ہوئی۔ کمالے کے دل میں جو لاوا ابل رہا تھا جبرو اس سے بخوبی
واقف تھا مگر اس نے کمالے سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ شام ہو گئی۔
بازار اور مکانوں میں دیئے روشن ہو گئے۔ جبرو ابھی کمالے کے مکان پر ہی تھا۔

اچانک دروازہ کھلا اور کمالا اندر داخل ہوا۔ اس نے اپنا منہ کمبل میں چھپا رکھا
تھا۔ آتے ہی اس نے دروازے کو اندر سے کنڈی لگائی اور جبرو سے کہا۔ "ذرا میرے
ہاتھ دھلا دو"۔

کمالا ہینڈ پمپ کے آگے جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے کمبل اتار کر چارپائی پر پھینک
دیا تھا۔ جبرو نے کمالے سے کچھ نہ پوچھا کہ وہ اتنی دیر تک کہاں تھا۔ کمالے کے ہاتھ
میں کمانی دار چاقو تھا جو بند تھا۔ ابھی رات کا اندھیرا پوری طرح نہیں چھایا تھا۔ جبرو
پمپ چلانے لگا۔ کمالا چاقو دھونے لگا۔ جس پر خون جما ہوا تھا۔ یہ کس کا خون تھا۔ جبرو
کو معلوم تھا۔

"کمالے! کیا تم نے ۔۔۔؟"

کمالے نے جبرو کی بات بیچ میں کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ میں نے اس خنزیر کو
قتل کر دیا ہے"۔ اس نے پلٹ کر جبرو کو دیکھا۔ کمالے کی آنکھیں ابھی تک لال
تھیں۔ "میں نے اس لڑکی کے سر پر اپنی چادر ڈال کر اسے بہن بنا لیا تھا جبرو"۔

جبرو خاموش رہا۔ کمالے نے خون آلود کپڑے بدلے اور اس سے مخاطب ہوا۔
"وہاں مجھے خون کرتے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے لکھی سانسی کو درخت کے نیچے
دبوچ لیا تھا۔ مجھے سارا دن درختوں میں چھپ کر اس کا انتظار کرنا پڑا۔ وہ نہر کی طرف

جا رہا تھا کہ میں نے پیچھے سے اسے دبوچ کر زمین پر گرا لیا اور پھر چاقو کے صرف تی
وار کیے"۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

کمالا بولا۔ "موقعے پر کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی میں کچھ دنوں کے لئے باہر چلے ج
چاہتا ہوں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

جبرو نے کہا۔ "تم نے ٹھیک سوچا ہے مگر جاؤ گے کہاں؟"

"فرنٹیئر میل کے آنے میں ابھی ایک گھنٹہ ہے۔ میرا خیال ہے میں دلی
جاؤں۔ وہاں سے ہاوڑہ ایکسپریس پکڑ کر کلکتے کالے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تم پیچ
حالات پر نگاہ رکھنا۔ کوئی ایسی ویسی بات نہ ہوئی تو خود کلکتے آکر مجھے بتا دینا۔ م
تمہارے ساتھ ہی واپس آجاؤں گا"۔

جبرو نے کمالے کا چاقو لے کر صندوق کے نیچے چھپا دیا اس کے کپڑوں کی گٹھ
بھی ایک طرف رکھ دی۔ کمالے نے بستر پر رکھا ہوا نیا کمبل اٹھا کر کاندھوں پر ڈا
دیا۔ "تم ابھی اسی گھر میں رہنا اور اسے بند نہ کرنا۔ کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں اس ش
میں نہیں ہوں"۔ اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی لالٹین کے پاس لے جا کر دیکھ
اور بولا۔ "گاڑی کے آنے میں ابھی کافی وقت ہے۔ پون گھنٹہ رہتا ہے۔ میں کچھ وقت
کمپنی باغ میں گزاروں گا پھر اسٹیشن چل دوں گا۔ تم اپنا خیال رکھنا۔ ہاں میرے خو
آلود کپڑے اور چاقو قبرستان میں جا کر دفن کر دینا"۔

کمالا باہر نکل گیا۔ اسی رات جبرو نے کمالے کے خون آلود کپڑے اور آلۂ ق
یعنی کمانی دار چاقو قبرستان میں جا کر ایک پرانی قبر میں دفن کر دیا۔

پولیس نے لکھی کے قتل کی تفتیش شروع کر دی۔ اس کے اڈے کے آدمی
نے بیان دیا کہ لکھی کی جبرو سے دشمنی تھی۔ دوسری جانب پولیس نے مغویہ لڑکی ک
باپ خدا بخش کمہار کو بھی شامل تفتیش کر لیا۔ بوڑھے باپ نے پولیس کے تشدد ک
خوف سے پولیس کو بتا دیا کہ اس سے پہلے جب اس کی بیٹی کو لکھی سانسی نے اغوا ک

تھا تو جبرو اسے اس کے اڈے سے چھڑا کر لے آیا تھا۔

پولیس نے جبرو کو گرفتار کر کے اس کے خلاف قتل کا کیس تیار کر کے عدالت
میں پیش کر دیا۔

جبرو کی ضمانت کروانے والا کوئی نہیں تھا۔ بے چاری بہن کلیجہ مسوس کر رہ
گئی۔ بہنوئی پہلے ہی جبرو کے خلاف تھا۔ پولیس کی پوری کوشش تھی کہ جبرو پر فرد جرم
عائد کر دی جائے اور وہ اس کیس کی بک بک سے نجات حل کر لے گا مگر عدالت کو
ثبوت چاہیے تھا۔ عینی شہادت چاہیے تھی جو پولیس کے پاس نہیں تھی۔ پولیس نے
پیشہ ور جھوٹے گواہ پیش کیے مگر ان کا پول کھل گیا اور عدالت نے الٹا ان کے خلاف
عدالتی کارروائی کا حکم دے دیا۔

جبرو پر کیس چلتا رہا۔ وہ جوڈیشل حوالات میں بند تھا۔ ریمانڈ کے دوران پولیس
نے اس پر بے پناہ تشدد کیا لیکن اپنے موقف پر قائم رہا کہ یہ قتل اس نے نہیں کیا۔
کمالے کی خوش نصیبی تھی کہ ابھی تک اس کا نام نہیں آیا تھا۔ جبرو نے بھی اس کا
ذکر نہیں کیا تھا۔

جبرو کی بہن ایک روز چوری چھپے اپنے بھائی سے ملاقات کرنے گئی۔ اس نے
اپنی سونے کی چوڑیاں اور سونے کے کانٹے مقدمے کی پیروی کے لئے بھائی کو پیش کئے
لیکن جبرو نے انکار کر دیا اور بہن سے کہا کہ وہ آئندہ اس سے ملاقات کرنے نہ
آئے۔

ایک سال تک کیس چلتا رہا۔ جبرو کی طرف سے سرکاری وکیل ہی مقدمے کی
پیروی کرتا رہا تھا۔ وہ ایک سکھ وکیل تھا جو اپنے پیشے کے ساتھ دیانت اختیار کرنے کا
قائل تھا۔ پولیس بدل بدل کر جھوٹے گواہ بھگتانے میں لگی تھی مگر سرکاری وکیل کی
جرح کے آگے ایک بھی جھوٹا گواہ نہ ٹھہر سکا۔ نہ آلۂ قتل برآمد ہوا اور نہ ابھی تک
کوئی عینی گواہ عدالت میں ٹھہر سکا تھا۔ چنانچہ ایک سال بعد جبرو کو لکھی سانسی کے قتل
کے الزام سے باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

جبو پر پولیس نے بے حد تشدد کیا تھا۔ وہ پولیس کا جانی دشمن بن چکا تھا۔ رہا
ہوتے ہی وہ سیدھا سکھ سرکاری وکیل کے پاس گیا۔ اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ کہ
وقت پڑا تو جبو اس کے لئے اپنی جان بھی لڑا دے گا۔

وکیل نے جبو کے کاندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "جبو پتر! یہ بری زندگی چھو
دے۔ محنت مزدوری سے روٹی کھا۔ واہگورو تیری مدد کرے گا"۔

جبو کے ہونٹوں پر زہر بھرا تبسم نمودار ہوا۔ "سردار جی! آپ کا واہگورو ا
مجھے محنت مزدوری سے روٹی نہیں کمانے دے گا"۔

جبو کا دل اب اپنے شہر میں نہیں لگتا تھا۔ چمن نے ایک بار پھر اسے ا
اڈے پر آجانے کی پیش کش کی مگر جبو کا دل امرتسر سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ کمالے
اس نے ایک خط لکھ کر اپنے بری ہونے کی خبر دے دی تھی۔ کمالے نے جواب
جبو کو لکھا کہ کلکتے آجائے۔ چنانچہ وہ ایک روز کلکتے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ
ریلوے اسٹیشن سے ٹیکسی میں بیٹھ کر سیدھا کالے پہلوان کے اڈے پر جا پہنچا۔
اس سے بغل گیر ہو گیا۔ دونوں دوست دیر تک کوٹھری میں بیٹھے باتیں کرتے ر
پھر اس نے جبو کو اڈے کے مالک کالے پہلوان سے ملایا۔

کالا پہلوان جالندھر کا مسلمان بدمعاش تھا۔ عمر کافی تھی مگر جسم ابھی
پہلوانوں جیسا تھا۔ اس نے جبو سے کہا کہ وہ اس کے اڈے پر کام کر سکتا ہے۔
نے یہ پیش کش قبول کر لی۔ جبو اب کلکتے میں ہی اپنے دوست کمالے کے ساتھ
چاہتا تھا۔ کالے پہلوان کا اڈہ کلکتے کی لوئر چت پور روڈ کے پیچھے موہنی سینما کے ق
ایک گلی میں واقع تھا۔ وہاں رات کو جوا ہوتا تھا اور کلکتہ شہر کے بڑے بڑے
اور دوسرے صوبے کے سیٹھ جوا کھیلنے آتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا اپنا بڑا
کاروبار تھا مگر انھیں جوئے کی ایسی لت پڑ گئی تھی۔ کہ جس رات جوا نہیں کھیلتے
انھیں نیند نہیں آتی تھی۔

کالے پہلوان کو جوئے کی نال سے کافی آمدنی ہوتی تھی اڈے میں کئی دوسرے

شنڈہ ناٹ ملازم بھی تھے جن کو کالے خان کی طرف سے باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی۔ جبو
اور کمالے کو کالا پہلوان جوئے میں سے تھوڑی سی کمیشن بھی دیتا تھا۔ جبو اڈے پر ہی
ایک چھوٹے سے کمرے میں کمالے کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ کمرہ ایک کھولی تھی جس میں
انھوں نے فرش پر ہی بستر لگا دیا تھا۔ باہر صحن میں نل لگا تھا جہاں جبو اور کمالا صبح
مالش کر کے ورزش کرتے تھے اور پھر نہاتے تھے۔ ان کا کام رات کو شروع ہوتا تھا
جب کالے پہلوان کی بیٹھک پر پانسہ پڑتا اور جوئے کی محفل گرم ہو جاتی۔

دن کے وقت جبو یا تو سو رہتا یا پھر کبھی کلکتہ شہر کی سڑکوں پر سیر و تفریح کرنے
نکل جاتا۔ جبو ایک اونچا لمبا مضبوط کسرتی جسم والا خوبصورت جوان بن چکا تھا۔ وہ
سلک کا کرتا پاجامہ اور کبھی کبھی بوسکی کے شلوار قمیض پہن کر جب بازار میں نکلتا تو دبلے
پتلے بنگالی اسے ایک نظر ضرور دیکھتے۔

کلکتے میں رہتے جبو کو ایک سال گزر گیا۔ وہ شہر کے تمام بازاروں، باغات اور
علاقوں سے واقف ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ نہا دھو کر بوسکی کی شلوار قمیض پہن کر اپنی
کھولی سے باہر نکل کر چت پور روڈ پر سیر کرتا ڈلہوزی اسکوائر کی طرف نکل گیا۔ موسم
خوشگوار تھا۔ کچھ دیر ادھر ادھر ٹہلتا رہا اور پھر فٹ پاتھ کے قریب پارک میں اندر کی
جانب بچھے ہوئے بنچ پر بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔ اتنے میں روز گارڈن کی طرف سے
ایک بنگالی لڑکی اور لڑکا باتیں کرتے ہوئے آئے اور بس اسٹاپ پر آکر کھڑے ہو گئے۔
دونوں جوان تھے۔ لڑکے نے کرتا پاجامہ پہن رکھا تھا۔ دونوں کالج کے اسٹوڈنٹ لگتے
تھے۔

جبو نے ایک نظر انھیں دیکھا اور پھر پارک میں کھیلتے بچوں کو تکنے لگا۔ کلکتے
میں کسی لڑکے کا لڑکی کے ساتھ گھل مل کر بس اسٹاپ پر باتیں کرنا کوئی انوکھی بات
نہیں تھی۔ ویسے بھی جبو نے کبھی کسی پرائی عورت کی طرف گھور گھور کر نہیں دیکھا
تھا۔ یہ بات اس کے کردار کے منافی تھی۔

اچانک ایک چھوٹی ٹیکسی سڑک کی دوسری جانب بس اسٹاپ کے بالکل سامنے

فٹ پاتھ کے پاس آ کر رک گئی۔ جبرو نے غیر شعوری طور پر ٹیکسی کو دیکھا۔ اس میں
سے چار لڑکے باہر نکل کر بس اسٹاپ کی طرف آ گئے۔ اسٹاپ پر موجود جوڑا ان لوگوں
کو اپنی طرف آتا دیکھ کر چپ ہو گیا۔ ٹیکسی سے اتر کر آنے والے ایک لڑکے نے
بلاجواز بنگالی لڑکے کے ساتھی لڑکے کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور لڑکے کے ہاتھ
سے کتابیں نیچے گر پڑیں۔ وہ کتابیں اٹھاتے ہوئے بنگلہ میں معافی مانگنے لگا۔ جبرو بنگلہ
زبان اب نہ صرف سمجھ لیتا بلکہ تھوڑی تھوڑی بول بھی لیتا تھا۔ لڑکی سہم کر ایک
طرف ہو گئی۔ اس کا ساتھی لڑکا کتابیں اٹھاتے ہی فٹ پاتھ پر ایک طرف کو بھاگ
گیا۔

لڑکے غنڈہ ٹائپ لگ رہے تھے۔ وہ لڑکی کے ساتھی کو بھاگتے دیکھ کر قہقہے
لگانے لگے۔ ان میں سے ایک لڑکا لمبا تڑنگا تھا اور اس نے دھاری دار ٹی شرٹ اور
سفید پتلون پہن رکھی تھی۔ گلے میں سرخ رومال بندھا تھا۔ اس نے لڑکی کو بازو سے
پکڑا اور ٹیکسی کی طرف گھسیٹنے لگا۔ لڑکی نے بالکل شور نہ مچایا۔ وہی دہری ہو گئی اور
اپنے آپ کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ دوسرے لڑکے نے
بھی اسے پکڑ لیا۔ دونوں اسے گھسیٹتے ہوئے سڑک کی دوسری جانب ٹیکسی کے پاس لے
گئے۔ لڑکی ہاتھ جوڑ رہی تھی۔

اب جبرو سے نہ رہا گیا۔ بنچ سے اٹھ کر پارک کا جنگلا پھلانگتا ہوا سڑک پر
آ گیا۔ اس نے لڑکوں کو بنگلہ میں للکار کر کہا کہ وہ لڑکی کو چھوڑ دیں۔ لمبے تڑنگے غنڈہ
ٹائپ لڑکے نے جو ان سب کا سرغنہ تھا' گھوم کر جبرو کی طرف دیکھا اور پتلون کی جیب
سے چاقو نکال لیا۔ جبرو اپنا کمانی دار چاقو ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ بنگالی غنڈے نے
جبرو کی بوسکی کی قمیض دیکھ کر چلا کر کہا۔

"سالے پنجابی بھاگ جا یہاں سے"۔

یہ گالی جبرو کی برداشت سے باہر تھی۔ اس نے فوراً" شلوار میں اڑسا ہوا کمانی
دار چاقو نکال کر اسے کھول لیا۔ باقی لڑکے ڈر کر ٹیکسی میں گھس گئے اور اپنے ساتھ

کو آوازیں دینے لگے۔ جبرو کے ہاتھ میں تقریباً" ایک فٹ لمبا کمانی دار چاقو دیکھ کر
بنگالی غنڈے کے اوسان کسی حد تک خطا ہو چکے تھے۔ اس نے لڑکی کی طرف دیکھ کر
بنگلہ میں کہا۔

"تو مجھ سے بچے گی نہیں سالی"۔

جبرو نے آگے بڑھ کر الٹا ہاتھ اتنی زور سے بنگالی غنڈے کے جبڑے پر مارا کہ
وہ چکرا کر ٹیکسی کے بونٹ پر جا گرا۔ چاقو ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ غنڈہ دو قدم
پیچھے ہٹا اور ٹیکسی کی اگلی سیٹ میں گھس گیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹیکسی تیزی سے آگے
چل دی۔

لڑکی کا سانولا رنگ اڑا ہوا تھا۔ وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔ جبرو نے چاقو بند
کر کے شلوار کے نیفے میں اڑس لیا اور لڑکی کو ٹوٹی ہوئی بنگلا زبان میں کہا۔ "چلو میں
تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں۔ یہ غنڈے تمہیں تنگ کریں گے"۔

وہ ابھی تک اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ جبرو نے اسے حوصلہ دیا اور کہا
کہ گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارا گھر کہاں ہے۔ لڑکی نے خشک ہونٹوں
پر زبان پھیری اور جبرو کو اپنے گھر کا پتا بتایا۔ جبرو اسے اپنی حفاظت میں لے کر ڈلہوزی
اسکوائر کی طرف چلنے لگا۔ چوک کے قریب ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ اس نے
لڑکی کو ٹیکسی میں بٹھایا اور ٹیکسی لڑکی کے محلے کی طرف روانہ ہو گئی۔ بالی گنج کے
علاقے میں داخل ہوتے ہی لڑکی نے بنگلہ میں ٹیکسی روکنے کو کہا۔ ٹیکسی رک گئی۔
لڑکی دروازہ کھول کر باہر نکلی اور تیز تیز قدموں سے اپنے گھر کی طرف چل دی۔ اس
نے جبرو کا شکریہ بھی ادا نہ کیا۔ پیچھے مڑ کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔

جبرو دھیرے سے مسکرایا اور ٹیکسی والے سے بولا۔ "چلو موہنی سینما"۔

وہ اپنے دل میں ایک قسم کا روحانی سرور محسوس کر رہا تھا۔ اس نے ایک
شریف لڑکی کو غنڈوں کے ہاتھوں بے عزت ہونے سے بچا لیا تھا۔ جبرو کھولی پر پہنچا تو
اس کا یار کمالا تکیے پر نہانے کے بعد صافے سے اپنا کسرتی بدن پونچھ رہا تھا۔ دونوں

دوست کھانا کھانے امجدیہ ہوٹل گئے تو جبرو نے کمالے کو بنگالی لڑکی والا واقعہ سنا۔تے ہوئے کہا۔ "یار یہاں کی شریف لڑکیاں تو بالکل بے زبان ہوتی ہیں۔ اس نے میرا شکریہ بھی ادا نہیں کیا"۔

کمالا اپنے سونے کی انگوٹھی کو دھوتی کے پلو سے رگڑتے ہوئے بولا"۔ یہاں کی عورتیں جادو کر دیتی ہیں ذرا ہوشیار رہنا۔"

جبرو ہنس دیا۔"ارے کمالے! اس لڑکی کے منہ میں تو زبان ہی نہیں تھی۔ وہ کیا جادو کرے گی"۔

"کہیں گونگی تو نہیں تھی"۔ کمالے نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ جبرو نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے کہا۔ "ارے نہیں یار! اس نے مجھے کہا تھا کہ میں بالی گنج میں رہتی ہوں۔ لیکن بالی گنج پہنچتے ہی وہ ٹیکسی سے اتر کر اپنے گھر کی طرف بھاگ گئی۔"

"یار کالج کی شریف لڑکی ہو گی۔ لڑکے بڑے خراب ہیں آج کل کے۔ اچھا کیا تم نے اسے گھر پہنچا دیا"۔ پھر ذرا دیر رک کر بولا۔ "جبرو آج بیٹھک پر جوئے کا ناغہ ہے۔ کیوں نہ ذرا سوناگاچی جا کر گانا سنا جائے"۔

جبرو کو ناچ گانے سے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی لیکن چونکہ رات خالی تھی۔ اس نے سوچا کر چلو ذرا تفریح ہی رہے گی۔ ویسے بھی کلکتے کے سوناگاچی بازار میں ہفتے میں ایک آدھ پھیرا ڈالنا ان کی ڈیوٹی میں شامل تھا تاکہ دوسرے اڈوں کے بدمعاشوں کو اپنی نگاہ میں رکھا جائے اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں تازہ معلومات سے باخبر رہا جائے۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد کمالا اور جبرو سونا گاچی کی طرف روانہ ہو گئے۔ چاقو دونوں کے پاس تھے۔ بازار میں بڑی رونق تھی۔ کوٹھوں سے طبلے سارنگیوں اور گھنگروؤں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ بازار میں ادھر ادھر پھرتے رہے۔ وہاں انھیں دوسرے اڈوں کے بدمعاش بھی ملے۔ یہ سب بدمعاش جبرو اور کمالے سے دبتے تھے کیونکہ ان کی دلیری کی شہرت شہر کے تمام اڈوں پر پہنچ چکی تھی۔ سوناگاچی کی

ایک گلی میں کمالے کا ایک جاننے والا مل گیا۔

"دادا آج گانا سنیں گے"۔ کمالے نے اسے بتایا تو وہ دبلا پتلا بنگالی بڑا خوش ہوا۔ اور دونوں کو لے کر ایک بالا خانے پر آ گیا۔ بنگال میں آج بھی بالا خانوں کے رنگ ڈھنگ وہ نہیں جو لکھنؤ وغیرہ کا طرۂ امتیاز ہیں۔ بنگال کی عورت پر چاہے وہ رقاصہ ہی کیوں نہ ہو ایک قسم کی اداسی' افسردگی اور سنجیدگی غالب رہتی ہے۔

جس بالا خانے پر بنگالی دادا جبرو اور کمالے کو لے کر گیا وہاں ایک بوڑھی عورت نے خاموش اور روایتی انداز میں ان کا خیر مقدم کیا۔ طبلے سارنگی والے خاموش بیٹھے بیڑیاں پی رہے تھے۔ گاہکوں کو آتے دیکھ کر وہ ایک دم چوکس ہو کر بیٹھ گئے۔

بوڑھی عورت نے اندر کسی عورت کو آواز دے کر کہا کہ باہر آکر گانا سناؤ۔ جبرو اور کمالا بے زاری سے گاؤ تکیوں کا سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ جبرو نے کمالے سے کہا کہ وہ ایک گانا سن کر وہاں سے چلے جائیں گے۔ کمالے نے روپے روپے کے نوٹوں کی گڈی نکال کر اپنے سامنے رکھ لی۔ اب ان کی نظریں اس کوٹھری کی طرف لگی تھیں جہاں سے گانے والی کو باہر نکلنا تھا۔

پہلے ایک غنڈہ ٹائپ موٹی گردن والا بنگالی باہر نکلا۔ جس نے جبرو اور کمالے کو نمسکار کیا اور سازندوں کے پہلو میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ سازندے ساز ملا رہے تھے۔ بوڑھی نائیکہ تھالی میں پان سجانے لگی تھی۔ اس کمرے سے ایک اور پکی عمر کا بھینسے نما آدمی باہر نکلا۔ وہ بھی ایک طرف ہو کر فرش پر بیٹھ گیا۔

جبرو نے کہا۔"لگتا ہے ادھر سے آج کوئی عورت نہیں نکلے گی"۔

ابھی یہ جملہ اس کے منہ میں ہی تھا کہ کمرے کے پردے کے پیچھے سے ایک بنی سنوری ریشمی ساڑھی والی نوجوان لڑکی نمودار ہوئی۔ وہ گہنے سے لدی ہوئی تھی۔ اس نے محفل میں آتے ہی تین بار جھک کر سلام کیا اور چاندنی پر بڑے سلیقے سے بیٹھ گئی۔ جبرو کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ گاؤ تکیے سے الگ ہو کر سیدھا ہو گیا۔ اسے اپنی

آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں اسے دھوکا نہیں دے سکتی تھیں
یہ وہی بنگالی لڑکی تھی جسے اس نے صبح غنڈوں سے بچایا تھا۔

جبرو ہکا بکا سا اسے دیکھتا رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جس لڑکی کی عزت
اس نے شریف سمجھ کر بچائی تھی وہ رقاصہ نکلے گی۔ لڑکی جبرو کے محسوسات سے بے
خبر بڑے انداز سے چلتی کمرے کے وسط میں پہنچی اور جھک کر تماشائیوں کو سلام کرنے
کے بعد گانے بیٹھ گئی۔ کسی مشہور شاعر کی پر سوز اور پر درد غزل تھی لیکن اسے کیا کہا
جائے کہ جبرو اور کمالے کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"یہ وہی لڑکی ہے جسے صبح میں نے غنڈوں سے بچا کر اس کے گھر بالی گنج پہنچایا
تھا"۔ جبرو نے آہستگی سے کمالے کو بتایا۔

"تم تو کہتے تھے وہ کالج کی لڑکی تھی"۔

"میں شرط لگاتا ہوں کہ یہ وہی لڑکی ہے کمالے"۔

کمالا سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔ "ارے یار! آج کل ان رقاصاؤں
نے یہ دھندا شروع کر رکھا ہے کہ کتابیں بغل میں دبا کر نوجوان لڑکے پھانستی ہیں
گولی مارو اس قصے کو۔ مگر جبرو کے دل میں ایک گرہ سی پڑ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ اگر یہ بنگالی لڑکی رقاصہ تھی تو اس نے کالج کی لڑکی کا بھیس کیوں بدلا
تھا۔

سب لوگوں کے سامنے تو جبرو اس سے کچھ نہ پوچھ سکا مگر دوسرے روز دوپہر
کے وقت وہ اس کے بالا خانے پر جا پہنچا۔ جبرو کو دیکھ کر نائکہ نے کچھ ناپسندیدگی
اظہار کیا تو اس نے پچاس روپے کے نوٹ جیب سے نکال کر اسے تھما دیے۔

"میں بائی جی سے صرف ملنے آیا ہوں۔ مجھے وہ اچھی لگی تھی رات کو"۔

"چندرا نہا رہی ہے۔ ابھی آتی ہے۔ تم بیٹھو"۔ پچاس روپے دیکھ کر اس کی
ناپسندیدگی ہوا ہو گئی تھی۔

جبرو گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سگریٹ پینے لگا۔ نائکہ نے نیچے

چائے منگوا کر جبرو کو پیش کی۔ اتنے میں بنگالی لڑکی بھی آ گئی۔

"چندرا! دادا تم کو دیکھنے آیا ہے۔ اس کے پاس بیٹھ کر چائے بنا کر دے"۔
نائکہ نے مٹھاس بھرے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

نائکہ تو اوپر چلی گئی اور چندرا نامی لڑکی نظریں نیچی کیے پیالی میں چائے انڈیلنے
لگی۔ جبرو اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک گہری اور اداس کیفیت
طاری تھی۔

وہ اپنے سبھاؤ سے رقاصہ نہیں لگتی تھی۔

"کیا تم بالی گنج میں رہتی ہو چندرا!" جبرو نے آہستگی سے پوچھا۔

چندرا نے کوئی جواب نہ دیا۔ جبرو نے پھر کہا۔ "تم نے جھوٹ کیوں بولا تھا۔ تم
مجھے کہتیں تو میں تمہیں ٹیکسی میں بٹھا کر سونا گاچی لے آتا۔ یہ کیا قصہ ہے چندرا؟ کیا
تم سچ مچ رقاصہ ہو؟"

چندرا کے بال ابھی تک گیلے تھے اور اس نے سفید سوتی ساڑھی پہن رکھی
تھی جس میں سے خوشبودار صابن کی ہلکی ہلکی مہک آ رہی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر
سیڑھیوں کی طرف دیکھا جو اوپر جاتی تھیں پھر جبرو کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ان باتوں کو پوچھ کر کیا کرو گے۔ میں رقاصہ ہی ہوں مجھے کتابیں پڑھنے کا شوق
ہے۔ کل بازار سے کتابیں خرید کر آ رہی تھی کہ کالج کے لڑکوں نے مجھے اٹھانا چاہا۔
تم نے میری مدد کی۔ بھگوان تمہیں خوش رکھے۔ اب تم جاؤ"۔

"مگر تم مجھے سونا گاچی کی نہیں لگتیں؟"

چندرا خاموش رہی۔ جبرو آہستہ آہستہ چائے کے گھونٹ لینے لگا۔ وہ چندرا کو
دیکھ رہا تھا۔ وہ نوجوان اور خوش شکل لڑکی تھی اس کی آنکھیں ثریا سے بہت ملتی
تھیں۔ خاموش خاموش، بھیگی بھیگی آنکھیں جیسے خواب دیکھ رہی ہوں۔ جبرو کو چندرا کی
شکل میں ثریا کا روپ نظر آ رہا تھا۔ چندرا نے بالوں کی لٹ کو ہاتھ سے پیچھے ہٹاتے
ہوئے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

"میں اب سوؤں گی۔ نیند آرہی ہے"۔

جبرو ذرا آگے کو جھکا اور بولا۔ "کل دس بجے اسی بس اسٹاپ پر آؤ گی؟ تمہارا انتظار کروں گا"۔

جبرو نیچے اتر آیا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی عورت کو اس طرح ملاقا کے لئے بلایا تھا اسے ہندوستانی فلموں کے سین یاد آنے لگے جن میں ہیرو اپنی ہیرو سے باغ میں آکر ملتا ہے۔ یہ بات جبرو کے مزاج کے خلاف تھی لیکن وہ تنہائی چندرا سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسے پسند تھی اور چاہتا تھا کہ اسے ہمیشہ لئے اپنے پاس بلا لے۔ وہ اس سے شادی کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا چندرا ہ ہے تو کیا ہوا۔ وہ اسے مسلمان کرنے کے بعد شادی کرے گا۔ وہ چندرا کو اٹھا کر ب لے جا سکتا تھا مگر وہ چندرا سی چپ چاپ کم زبان لڑکی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں ک چاہتا تھا۔

اس نے اڈے پر جاتے ہی کمالے کو سب کچھ بتا دیا کہ وہ کل چندرا کو پارک میں آنے کے لئے کہہ آیا ہے۔ کمالا بڑا حیران ہوا۔

"یہ تم کس لائن پر چل پڑے ہو۔ جبرو یہ ہماری لائن نہیں ہے پیارے۔ وہ ا ایک رقاصہ ہے بالا خانے پر جا کر اس کا گانا سنو اور اسے بھول جاؤ"۔

جبرو اپنی گردن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ "کمالے! مجھے چندرا اچھی لگتی ہے"۔

"تو پھر میں اسے اٹھا کر لے آتا ہوں"۔

"یہ کام میں بھی کر سکتا ہوں کمالے مگر میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ میں چندرا کی مرضی سے اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں"۔

کمالے نے غصے سے سگریٹ زمین پر مسل دی۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے جبرو۔ طوائف سے شادی کرو گے؟ اڈے کے لوگ کیا کہیں گے۔؟"

جبرو نے غصیلی آواز میں کہا۔ "کس کی جرأت ہے کہ کچھ کہے؟"

کمالا جبرو کو سنبھالنے لگا۔ "جبرو! ان عورتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ پہلی بات

تو یہ ہے کہ چندرا ہندو ہے۔ تم ایک ہندو عورت سے کیسے شادی کرو گے؟"

"میں چندرا کو مسلمان کروں گا"۔

کمالا ہنس پڑا۔ "اچھا پیارے! جو جی میں آئے کرو۔ میں تمہارا یار ہوں۔ بہرحال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہم تو یار کی یاری کو دیکھتے ہیں یار کے عیبوں کو نہیں"۔

اگلے روز جبرو نے نہا دھو کر نئے کپڑے پہنے۔ بالوں میں تیل لگا کر کنگھی کی' گلے میں ریشمی مفلر لٹکایا۔ جیب میں چاقو رکھا اور ٹیکسی میں سوار ہو کر ڈلہوزی اسکوائر والے پارک میں اس بنچ پر آکر بیٹھ گیا جہاں اس نے پہلی بار چندرا کو دیکھا تھا۔ وہ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے آگیا تھا۔ تنگ آکر وہ ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گھڑی دیکھی۔ دس بج کر پندرہ منٹ ہو رہے تھے۔ چندرا کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ جبرو پارک میں ٹہلتے ہوئے سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا۔ ایک خیال اس کے دل میں آیا کہ وہ احمق ہے اسے کسی رقاصہ سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ اس سے شریف لڑکیوں کی طرح چھپ چھپ کر باغ میں ملنے آئے گی لیکن چندرا کی آنکھیں جن میں جبرو کی پہلی ناکام محبت کی اداسی اور دلکشی تھی۔

وہ بنچ پر بیٹھ گیا اور پارک کے فٹ پاتھ کے ساتھ دور تک جاتی ویران سڑک کو تکنے لگا۔

وہ سڑک کے آخری درختوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک دم سے چونکا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ دور فٹ پاتھ پر اسے چندرا آتی دکھائی دی۔ اس کے ہاتھ میں کتابیں تھیں۔ وہ سادہ ساڑی میں ملبوس چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائی بس اسٹاپ کی طرف آرہی تھی۔

جبرو اٹھ کر چندرا کی طرف بڑھا۔ اس نے بھی جبرو کو دیکھ لیا تھا۔ وہ پارک میں آگئی۔ جبرو کے جذبات میں عجیب سی کیفیت تھی۔ چندرا نے جبرو کو نمسکار کیا اور گھاس پر ایک طرف کتابیں رکھ کر بیٹھ گئی۔ جبرو بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ چندرا بار بار پیچھے سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جبرو نے پوچھا کہ کیا کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے

چندرا نے اپنے بالوں کو ماتھے پر سے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"بائی جی میرے پیچھے آدمی لگا دیتی ہے۔ میں اسے پسند نہیں کرتی اور ادھر ادھر گھوم پھر کر اس سے پیچھا چھڑا لیتی ہوں"۔

"یہ تم کتابیں لے کر اسکول جاتی ہو کیا؟"

"بائی جی چاہتی ہے کہ میں کالج میں پڑھنے والے کسی امیر آدمی کے لڑکے کو بھی پھنساؤں۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی لیکن اس بہانے مجھے سیر و تفریح کا موقع مل جاتا ہے۔" پھر جبرو کی طرف دیکھ کر بولی۔ "اس روز بھی ایسے ہی پھر رہی تھی کہ غنڈوں نے حملہ کر دیا اگر تم نہ آ جاتے تو وہ لوگ مجھے اٹھا کر لے گئے تھے۔ ان میں کالی بھی تھا۔ وہ تالی گنج کا بدمعاش ہے۔ ہماری باڑی پر گانا سننے آیا کرتا تھا۔ مجھ سے بیاہ کرنا چاہتا ہے"۔

"تم نے اس سے بیاہ کیوں نہیں کر لیا' شادی کر کے گھر بسانا اچھی بات ہے اس بری زندگی سے تو چھٹکارا مل جاتا"۔

چندرا گھاس کرید رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "میں کالی سے نہیں جے دیو سے بیاہ کرنا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ وہ کالج میں پڑھتا ہے۔ وہ اس روز میرے ساتھ تھا کالی کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ بے چارہ کیا کرتا' کالی بڑا خونی آدمی ہے"۔

جبرو کو ایک دھچکا سا لگا۔ سگریٹ اس کے ہونٹوں کے قریب آ کر رک گیا تھا۔ چندرا کہہ رہی تھی۔ "میں بائی نہیں ہوں۔ بائی جی کے آدمیوں نے مجھے میرے ایک رشتے دار سے خریدا تھا۔ میرے ماتا پتا چندر پور میں ہی سورگباش ہو گئے تھے۔ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ میں اپنے رشتے دار کے پاس کلکتہ آ گئی۔ اس نے کچھ روز مجھے پالا پھر ایک روز بائی جی کے ہاتھ بیچ دیا۔ تب سے میں بائی جی کے پاس ہوں"۔ اس نے جبرو کا ہاتھ تھام لیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی۔ "تم نے مجھے غنڈوں سے بچایا تھا۔ اب مجھے بائی جی کے غنڈوں سے بھی بچا لو۔ میں اور جے دیو

ایک دوسرے سے پریم کرتے ہیں۔ ہم بیاہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم میری مدد نہیں کرو گے؟"

جبرو کے جذبات میں کچھ دیر پہلے جو ہیجان برپا تھا وہ اب کسی حد تک معمول پر آ گیا تھا۔ اس نے سگریٹ کا کش لگا کر اسے دور پھینکا اور چندرا کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"تم اپنے پریمی کے پاس کیوں نہیں چلی جاتیں؟"

چندرا نے کہا۔ "جے دیو آج بھی کالج نہیں آیا۔ وہ غنڈوں سے بہت ڈرتا ہے لیکن مجھ سے بہت پیار کرتا ہے"۔

"کیا اسے علم ہے کہ تم بائی جی کے بالا خانے پر رہتی ہو اور کالج میں نہیں پڑھتیں؟"

چندرا نے ایک گہری سانس لی۔ "نہیں میں نے اسے یہ بات نہیں بتائی"۔

"جب اسے اصل بات معلوم ہو گی تو کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ تمہارے ساتھ رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ ایک بزدل لڑکا ہے اور پھر اس کے ماں باپ ایک رقاصہ کے ساتھ اپنے بیٹے کی شادی کیسے کر سکتے ہیں؟"

چندرا گھٹنوں پر سر رکھ کر آہستہ آہستہ رونے لگی۔ "تو پھر میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ میں گناہ کی زندگی بسر نہیں کرنا چاہتی' میرا ایک پتی ہو۔ میرے بچے ہوں۔ میں محنت مزدوری کر لوں گی' جے دیو کو راضی کر لوں گی"۔

"پہلے تم جے دیو سے مل کر اس سے بات کرو۔ اگر وہ راضی ہو جاتا ہے تو مجھے میری کھولی پر پیغام بھجوا دینا پھر تم جو کہو گی ویسے ہی ہو گا۔"

جبرو اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب تم جاؤ"۔ وہ پارک سے اٹھ کر ڈلہوزی اسکوئر کی طرف چل پڑا۔ اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ چندرا جبرو کو جاتے دیکھتی رہی پھر ساڑی کے پلو سے آنسو پونچھتی ہوئی اٹھی اور بس اسٹاپ پر آ کر کھڑی ہو گئی۔

☆☆☆

جبرو بوجھل دل کے ساتھ پیدل لوئر چت پور روڈ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اداس تھا۔ ایک مدت بعد اسے اپنی پہلی محبت ثریا کی آنکھیں اپنے بہت قریب آتی محسوس ہوئی تھیں مگر اب وہ ایک بار پھر اس سے بہت دور ہو گئی تھیں۔ اپنے موہنی سینما والے اڈے تک پہنچتے پہنچتے جبرو نے اپنے دل سے تمام مایوس خیالات کو جھٹک دیا اور گنگناتا ہوا کالے پہلوان کے احاطے میں داخل ہو گیا۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ جبرو اس عرصے میں سوناگاچی کے علاقے کی طرف نہ گیا۔ اس خیال سے نہیں کہ وہ چندرا سے دور رہنا چاہتا تھا بلکہ اسے ویسے ہی بازاروں میں زیادہ گھومنا پسند نہیں تھا ایک روز وہ اپنے علاقے کے امپیریہ ہوٹل میں اکیلا بیٹھا دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا کہ اسے ایک دور کا امرتسری رشتے دار آتا دکھائی دیا۔ جبرو نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ مگر وہ جبرو کے سامنے والی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ جبرو کو مجبوراً سلام دعا کرنی پڑی۔ اس رشتے دار نے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اسے بتایا کہ اس کی خالہ کی بیٹی کی شادی ہو گئی ہے اور وہ اپنے خاوند کے ساتھ زکریا اسٹریٹ کے ایک مکان میں رہتی ہے۔

"اس کا خاوند یہاں شالوں کی دھلائی اور رفوگری کرتا ہے" اس شخص نے انکشاف کیا۔

جبرو کو روٹی کا نوالہ زہر لگا۔ اس نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ اٹھا دیوار کے ساتھ لگے نل پر جا کر ہاتھ دھوئے اور ہوٹل سے باہر نکل گیا۔

ثریا کی شادی ہو گئی تھی اور وہ اسی علاقے میں رہ رہی تھی اپنے خاوند کے ساتھ۔ جبرو کو اپنا حلق کڑوا لگا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ کھانا کھانے زکریا اسٹریٹ والے ہوٹل میں نہیں آیا کرے گا۔

دو دن وہ اداس اداس رہا۔ کمالے نے کئی بار اس کی اداسی کی وجہ پوچھی مگر جبرو یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا کہ اپنا پنجاب یاد آرہا ہے۔ کمالے نے بھی کوئی خاص توجہ نہ دی۔ ایک روز دوپہر کو کمالا کھولی میں داخل ہوا تو جبرو چارپائی پر لیٹا سگریٹ پی

رہا تھا۔ کمالے نے قمیض اٹھا کر دھوتی میں لٹکایا ہوا تھیلا نکال کر دوسری چارپائی پر پھینکا اور ہنس کر بولا۔

"یار جبرو! تیری چھمیاں بائی بھاگ گئی"۔

"میری کون چھمیاں بائی تھی؟" جبرو نے سگریٹ کا گل جھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"ارے وہی تمہاری کالج والی لڑکی چندرا۔ میں مال لینے سوناگاچی گیا تھا۔ وہاں بندھو پنواڑی نے بتایا کہ گلی والی چندرا فرار ہو گئی ہے اور بائی جی کا غنڈہ کالیا اس کی تلاش میں ہے"۔

جبرو کو خوشی ہوئی۔ ضرور وہ اپنے عاشق جے دیو کے ساتھ بھاگی ہو گی جے دیو نے اسے قبول کر لیا ہو گا۔ یہ اچھی بات ہے سوناگاچی چندرا جیسی لڑکیوں کی جگہ نہیں ہے۔ اس کی زندگی تباہ ہونے سے بچ گئی۔

"ایسی تمام لڑکیوں کو سوناگاچی سے فرار ہو جانا چاہیے جو پیدائشی رقاصائیں نہیں ہیں"۔

کمالا بالوں میں کنگھی کر رہا تھا بولا۔ "جو عورت بالا خانے پر ایک بار رقص کر لے اس کی نجات ناممکن ہو جاتی ہے جبرو بھائی۔ بائی جی کے غنڈے اسے پاتال سے بھی نکال لائیں گے"۔

"نکال لائیں سالے۔ ہمیں کیا؟" جبرو سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔

جبرو نے چندرا کو اپنے دل سے نکال دیا تھا۔ سوناگاچی میں کمالے کا ہفتے میں دن کے وقت ایک پھیرا لگتا تھا۔ وہاں وہ چرس اور دوسری منشیات لینے جاتا تھا۔ کالے پہلوان کی طرف سے یہ اس کی ڈیوٹی تھی۔ پہلوان یہ ڈیوٹی جبرو کو سونپنا چاہتا تھا مگر جبرو نے اسے صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ نشے کے خلاف ہے اور ایسی چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہتا۔ چنانچہ یہ کام کمالے کو سونپ دیا گیا۔ سوناگاچی میں پنواڑی منشیات اسمگل کرنے والوں کا ایجنٹ تھا۔ یہ منشیات پنجاب سے تری پورہ اور وہاں سے کلکتے کے مختلف اڈوں کو پہنچا دی جاتی تھیں۔ سوناگاچی سے یہ منشیات تھوک

کے حساب سے کالی پہلوان کے اڈے پر آتی تھیں جہاں پوشیدہ طور پر مہنگے داموں
ضرورت مند نشہ بازوں میں فروخت ہوتی تھیں۔

ایک شام کالے پہلوان نے جبرو کو اپنی بیٹھک میں بلا کر کہا۔ "جبرو۔ تری پو
سے مال کلکتے پہنچ گیا ہے۔ یہ پانچ ہزار کی رقم لے جا کر بندھو کو دے آؤ۔ تم صرف
رقم اسے دے آؤ مال کمالا پرسوں جا کر لے آئے گا"۔

پانچ ہزار کی رقم نوٹوں اور چاندی کے روپوں کی شکل میں ایک تھیلی میں تھی
جبرو نے تھیلی اپنی شلوار کے نیفے میں اڑس لی اور ٹیکسی میں بیٹھ کر سونا گاچی پہنچ گیا
شام ہو چکی تھی۔ بازار حسن جگمگا رہا تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ جبرو سونا گاچی کے
بازار سے باہر ہی ٹیکسی سے اتر گیا۔ بندھو پنواڑی کی دکان بازار کی ایک بغلی گلی میں
تھی جہاں اندھیرا تھا۔ اس گلی میں زیادہ تر عقبی دروازے کھلتے تھے جو ہنگامی صورت
حال سے نمٹنے کے لئے خاص طور پر بنوائے گئے تھے۔ یہاں گلی میں کوئی لیمپ پوسٹ
بھی نہیں تھا۔ دور بندھو کی دکان پر بجلی کا ایک بلب جل رہا تھا۔ وہ محض دکھاوے کے
لئے پان سگریٹ بیچتا تھا۔ اس کا اصل کاروبار منشیات کی دلالی تھی جس میں اسے کا
آمدن ہوتی تھی۔ جبرو نیم روشن گلی میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے آ
اس کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ چھری لگا دی۔

"جو کچھ ہے نکال کر نیچے پھینک دو"۔ کسی نے بنگلہ میں حکم دیا۔

جبرو رک گیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے بھی نہ گھبرایا۔ چھریوں چاقوؤں سے کھی
اس کا کام ہی تھا۔ جبرو نے پیچھے دیکھے بغیر پنجابی میں کہا۔ "کیوں موت کو بلاتا ہے
سالے"۔

اس کے ساتھ ہی وہ جھٹکے سا آگے ہوا اور جلدی سے پلٹ کر اس نے چھری
بردار کا کلائی پر اتنی زور سے ہاتھ مارا کہ چھری فرش پر گر پڑی۔ جبرو نے اسے گردن
سے دبوچ لیا۔ یہ بنگالی بدمعاش چکرا تھا۔ اس نے جبرو کو دیکھا تو گڑگڑا کر بولا "جبرو
بھائی۔ معاف کردو۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم ہو"۔

جبرو نے چکرے کی گردن چھوڑ دی اور وہ دم دبا کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔ جبرو
نے بندھو پنواڑی کی دکان پر جا کر کالے پہلوان کی رقم اس کے حوالے کی۔

"دادا! مال پرسوں ملے گا۔ پہلوان کو کہہ دینا"۔ بندھو نے جبرو کو بتایا۔

جبرو نے چندرا کے بارے میں بندھو سے پوچھا تو اس نے کہا۔ "ارے بائی جی
کا تو چراغ گل ہو گیا ہے لونڈیا کے بھاگ جانے سے۔ مہنگے داموں خریدی تھی چندرا'
بائی جی نے"۔

جبرو نے پوچھا۔ "کیا وہ کسی یار کے ساتھ بھاگی ہے؟" اس پر بندھو پنواڑی
ناریل کی گڑگڑی کا کش لگا کر کھانستے ہوئے بولا۔ "کسی یار کے ساتھ ہی بھاگی ہو گی۔
دیکھو کیا بنتا ہے۔ بائی جی کے آدمی اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ سنا ہے لونڈیا
آسنسول کی طرف گئی ہے"۔

اتنے میں گلی کی نکڑ پر جبرو کو ایک سکھ گورمیت نظر آیا۔ وہ بڑے موڈ میں تھا
اور لہک لہک کر چلا آ رہا تھا۔

جبرو کو دیکھتے ہی اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے اور خالص ماجھے کی پنجابی
میں بولا۔ "بھایا! آجا! لگ میرے سینے نال"۔

گورمیت ٹیکسی چلاتا تھا اور روزانہ رات کو سونا گاچی گانا سننے آتا تھا جبرو سے
اس کی ملاقات کافی عرصہ پہلے یہیں ہوئی تھی اور گورمیت' جبرو کی دلیری کی وجہ سے
اس سے پیار کرنے لگا تھا۔ سیدھا سادا پکی عمر کا سکھ تھا۔ سارا دن کلکتے کی سڑکوں پر
ٹیکسی چلاتا اور رات کو بازار حسن میں آکر بھڑکیں مارتا تھا۔ جبرو نے اسے پان کھلایا۔

گورمیت پگڑی باندھتے ہوئے بولا۔ "بھایا' چل تجھے چھپن چھری کا گیت سناؤں۔
سوں گورو دی ایسا رقص کرتی ہے کہ لیلا ڈیسائی کو بھول جاؤ گے۔ چلو۔ بس اب چل
پڑو۔ خبردار انکار نہ کرنا"۔

گورمیت سنگھ' جبرو کو اپنے ساتھ ایک بالا خانے پر لے گیا۔ ایک غیر بنگالی
نازک سی خوش شکل رقاصہ نے آداب بجا لاتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا۔ گورمیت

سنگھ نے جیب سے دس روپے کے دو نوٹ نکال کر اس کے پاس رکھ دیے اور بولا "یہ میرا یار ہے جرو"۔

رقاصہ جرو کو جانتی تھی۔ بڑی شائستگی سے کہنے لگی۔ "انہیں کون نہیں جا[نتا] سردار جی"۔

رقص شروع ہو گیا۔ جرو خاموش بیٹھا گانا سنتا رہا۔ گورمیت بڑھ بڑھ کر رو[پے] روپے کے نوٹ پھینک رہا تھا۔ جرو کو بھی اپنے دوست کی وجہ سے سو پچاس دینے پڑے جس کا اسے کوئی افسوس نہیں تھا۔ وہ کافی دیر تک وہاں بیٹھے گانا سنتے رہے۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ گورمیت سنگھ نے اپنی دن بھر کی کمائی رقص کی نذر کر دی تھی۔ اتنے میں رقاصہ کے ایک آدمی نے آکر کہا سیٹھ جی آئے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس نے گانا بند کر دیا اور گورمیت سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ کہ "اب اسے معاف کیا جائے کیونکہ سیٹھ صاحب آ گئے ہیں"۔

کلکتے میں ہم سے بڑا سیٹھ کون ہے بائی؟ گاؤ۔ گانا گاؤ ابھی میرے پاس مال ہے"۔ گورمیت اس کی معذرت سننے کو تیار نہ تھا۔

رقاصہ نے بادل نخواستہ گانا شروع کر دیا۔ اس کی صورت بتا رہی تھی کہ اب وہ گانا نہیں چاہتی۔ اس نے جرو کی طرف بڑی عاجزی سے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں التجا کی کہ وہ اپنے دوست کو لے جائے چنانچہ جرو نے بڑی مشکل سے گورمیت سنگھ کو وہاں سے چلنے پر آمادہ کیا اور اسے ساتھ لے کر بالا خانے سے نیچے اتر آیا گورمیت اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ وہ جرو کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ جرو نے ڈانٹ کر کہا۔ "گورمیت ہوش کرو۔ چلو میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں"۔

گورمیت نے بازو اٹھا کر گانا شروع کر دیا۔

گڈی آگئی اے ٹیشن تے!

پراں ہٹ وے بابو' سانوں ماہیا ویکھن دے

اور گورمیت اپنے آپ کو چھڑا کر ایک دوسری رقاصہ کے بالا خانے پر چڑھ

گیا۔ جرو نے ایک دو منٹ رک کر انتظار کیا کہ شاید گورمیت واپس آجائے مگر وہ نیچے نہ آیا۔ ہاں اوپر بالا خانے پر اس کے ماہیا گانے کی بے سری تانیں شروع ہو گئی تھیں۔ جرو مسکراتا ہو واپس اپنے اڈے کی طرف چل پڑا۔

وہ گلی سے نکل کر سوناگاچی کے مشرقی بازار میں آیا تو اسے ایک جگہ کچھ لوگ جمگھٹے کی شکل میں کھڑے نظر آئے۔ جرو نے قریب جا کر دیکھا کہ ایک بند دکان کے پھٹے پر ایک نوجوان نشے میں دھت پڑا تھا۔ گورا چٹا رنگ' بوسکی کی قمیض اور لٹھے کی شلوار' پاؤں میں چپل۔ اس کی آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں۔ کسی وقت بڑبڑانے لگتا۔ "گھر لے جاؤ۔ گھر لے جاؤ"۔ وہ پنجابی میں بول رہا تھا۔ شکل دیکھتے ہی جرو سمجھ گیا کہ یہ زکریا اسٹریٹ کے کشمیریوں کا کوئی بگڑا ہوا نوجوان ہے۔ اس نے جھک کر نوجوان سے پنجابی میں پوچھا۔ "تمہارا گھر کہاں ہے؟"

جرو کا اندازہ درست نکلا۔ اس نے زکریا اسٹریٹ کا نام لے کر اپنے گھر کا نمبر بھی بتا دیا۔ جرو نے جھڑک کر لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا اور ایک کو رکشا لانے کے لئے بھیج دیا۔ رکشا آگیا جرو نے بڑی مشکل سے نوجوان کو اٹھا کر رکشے میں ڈالا اور رکشا والے کو زکریا اسٹریٹ چلنے کو کہا۔

رات کے بارہ بج رہے تھے۔ کلکتہ کی سڑکیں خالی خالی تھیں۔ کئی ویران بازاروں سے گزرنے کے بعد رکشا زکریا اسٹریٹ میں داخل ہو گیا۔ ایک جگہ ایک پان والے کی کھولی کھلی ہوئی تھی۔ جرو نے رکشا وہیں رکوایا اور اس مکان کا پوچھا جو نوجوان نے جرو کو بتایا تھا۔ پان والے نے سامنے والی گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"گلی کے باجو میں تیسرا مکان ہے"۔

جرو نے سامنے والی گلی کے باہر رکشا والے کو رکنے کا اشارہ کیا اور مدہوش نوجوان کو سہارا دے کر تیسرے مکان کی طرف بڑھا۔ مکان کے باہر وہی نمبر لکھا تھا جو نوجوان نے جرو کو بتایا تھا۔ یہ ایک عام قسم کا مکان تھا جس کا دروازہ بند تھا۔ جرو نے

دروازے پر دستک دی۔ تین بار دستک دینے پر کسی نے دروازہ کھول کر پوچھا۔

"کون ہے؟"

یہ کوئی عورت تھی جو ادھ کھلے دروازے کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ جبرو نے

"اپنے آدمی کو سنبھالیں"۔

دروازہ کھول دیا گیا۔ ڈیوڑھی میں ہلکی روشنی کا بلب جل رہا تھا۔ جبرو مدہوش نوجوان کو سہارا دے کر اٹھایا اور ڈیوڑھی میں لے آیا۔ ڈیوڑھی میں با طرف بیٹھک کا دروازہ کھلا تھا۔ اس نے نوجوان کو بیٹھک میں لے جا کر فرش پ دیا۔ وہ عورت جس نے دروازہ کھولا تھا پیچھے دروازے میں ہی کھڑی تھی۔

جبرو نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "انہیں منع کریں کہ اس بازار....."

جملہ بولتے ہوئے جبرو نے چہرہ اٹھا کر اس عورت کو دیکھا جو ڈیوڑھی میں ا طرف کھڑی اسے ٹکٹکی باندھے تک رہی تھی۔ وہ ایک دم سن ہو کر رہ گیا۔ یہ اس خالہ زاد ثریا تھی۔

ثریا..... جس سے جبرو نے اپنی زندگی کا پہلا پیار کیا تھا۔ دونوں ایک دوسر عجیب حسرت ناک نظروں سے تک رہے تھے۔ پھر ثریا نے آنکھیں جھکا لیں۔ جبرو آہستہ سے پوچھا۔

"یہ..... یہ تمہارا.....؟"

ثریا نے اس سے بھی آہستہ سے کہا۔ "مشتاق ہے' میرا خاوند"۔

جبرو نے آگے کوئی بات نہ کی اور خاموشی سے سر جھکائے ڈیوڑھی سے نکل گلی میں آ گیا۔ رکشا ابھی تک کھڑا تھا۔ جبرو نے اسے پیسے دے کر رخصت کر دیا ا پیدل اڈے کی طرف چل دیا۔

کھولی میں کمالا گہری نیند سو رہا تھا۔ جبرو بھی اپنی چارپائی پر لیٹ گیا مگر آنکھ سے نیند غائب تھی۔ اسے بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔ ایسے خوب صورت لمحات جنہیں وہ کرنا چاہتا تھا اور ایسے واقعات بھی جنہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے دل سے بھلا

چاہتا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا مگر ثریا اس کی بند آنکھوں میں بھی اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ جبرو نے آنکھیں کھول دیں۔ اب بھی ثریا اس کے سامنے تھی۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور وہ کہہ رہی تھی۔

"مشتاق ہے' میرا خاوند..... مشتاق ہے' میرا خاوند....."

جبرو نے چارپائی پر پہلو بدل لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ جانے رات کے کس لمحے اسے نیند آ گئی۔ صبح وہ دیر تک سویا رہا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو کمالے کی چارپائی خالی تھی۔ جبرو کو یوں لگ رہا تھا جیسے رات اس نے کوئی پریشان کر دینے والا خواب دیکھا ہو۔

ایک لمحے کے لئے اس کے دل کو یہ سوچ کر بڑی تسکین ہوئی کہ ثریا کا خاوند بھی شرابی اور تماش بین تھا۔ بڑا مان تھا خالو کو اپنی خاندانی شرافت پر۔ کہتے تھے میں اپنی بیٹی کا ہاتھ کسی بدمعاش کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا اور اب اسے ایک ایسا داماد ملا تھا کہ جو شراب پی کر رقاصاؤں کے بالا خانوں پر گانے سننے جاتا تھا۔ کم سے کم جبرو شرابی تو نہیں تھا لیکن دوسرے لمحے جبرو کو خیال آیا کہ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ ثریا کو دکھی نہیں دیکھ سکتا تھا کیا وہ ثریا کے خاوند کو سمجھائے لیکن ایک بدمعاش کسی شرابی کو کیا سمجھا سکتا ہے اس کی باتوں کا کیا اثر ہو گا؟ اس نے کوشش کر کے ثریا اور اس کے خاوند مشتاق کے خیال کو اپنے ذہن سے نکال دیا۔ جو چاہے کریں جیسے چاہیں رہیں۔ مجھے کسی سے کیا سروکار؟

☆☆☆

اس واقعے کو ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ ایک روز دوپہر کے وقت جبکہ جبرو اڈے کے احاطے میں لوہے کی کرسی پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ ایک بنگالی لڑکا جس نے نکر قمیض پہن رکھی تھی احاطے میں داخل ہوا اور جبرو کے پاس آ کر بنگلہ میں بولا۔ "جبرو دادا کہاں ہے؟"

جبرو نے غور سے لڑکے کو دیکھا۔ "میں ہی جبرو دادا ہوں کیا بات ہے؟"

لڑکے نے ادھر ادھر دیکھا اور بولا۔ "مجھے چندرا بائی نے بھیجا ہے"۔

"کون چندرا بائی؟"

لڑکے نے جبرو کو بتایا کہ چندرا بائی سوناگاچی کی گلی میں رہتی ہے۔ وہ بھاگ گئی تھی غنڈے اسے اٹھا کر لے آئے ہیں۔ دادا اس نے تمہیں بلایا ہے۔ کہتی تھی میری مدد کرو میں بڑی مصیبت میں ہوں۔

یہ کہہ کر لڑکا واپس دوڑ گیا۔ جبرو سوچنے لگا کہ یہ اسے کیا کہہ گیا ہے۔ چندرا بائی کے غنڈے پکڑ کر واپس لے آئے ہیں۔ وہ مصیبت میں ہے۔ اس نے کہا ہے میری مدد کرو۔ وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سگریٹ پھینک کر کوٹھری میں گیا۔ ٹرنک میں سے کچھ نوٹ نکال کر جیب میں رکھے اور ٹیکسی میں سوار ہو کر سوناگاچی کی طرف روانہ ہو گیا۔

جانے کیوں وہ چندرا کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چندرا گناہوں کی زندگی چھوڑ کر شرافت کی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی لیکن بائی کے غنڈے اسے دوبارہ گناہوں کی دلدل میں کھینچ لائے تھے۔ کیا اس نے اپنے عاشق سے شادی کر لی تھی۔ کیا وہ آسنسول چلی گئی تھی؟ کتنے ہی سوال جبرو کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ وہ چندرا سے مل کر اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا اور بائی کو سمجھانا چاہتا تھا کہ چندرا کو گناہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور نہ کرے۔ جبرو نے دل میں یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ اگر بائی رضامند ہو گئی تو وہ روپے دے کر چندرا کو اس سے خرید لے گا اور پھر اسے اس کے عاشق کے پاس پہنچا دے گا تا کہ وہ باقی زندگی ایک شریف بیوی اور نیک دل ماں بن کر بسر کرے۔

اس نے سوچا کہ بائی کے بالا خانے پر چل کر اس سے دو ٹوک بات کرنا چاہئے کہ وہ چندرا کا سودا کر لے۔ وہ ٹیکسی سے اترا اور اس گلی میں آ گیا جہاں بائی کا بالا خانہ تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا تو دروازہ اندر سے بند تھا۔ جبرو نے آہستہ سے

دستک دی۔ بائی کی آواز آئی۔ "کون ہے رے اس وقت؟"

"بائی میں جبرو۔"

دروازہ فوراً کھل گیا۔ "آؤ جبرو دادا کیسے آنا ہوا دن کے وقت؟"

کمرا خالی تھا۔ سامنے والے کمرے کو باہر سے کنڈی لگی تھی۔ جبرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بائی جی! ادھر سے گزر رہا تھا سوچا تمہیں نمسکار کرتا چلوں۔ سنا ہے چندرا واپس آئی ہے؟"

بائی جھٹ بولی۔ "تمہیں کس نے کہا دادا؟ وہ تو سالی میرا کام چوپٹ کر کے بھاگ گئی ہے۔"

ابھی یہ الفاظ بائی نے ادا کیے ہی تھے کہ بند کمرے کے پیچھے سے چندرا کی آواز آئی۔ "میں اندر قید ہوں دادا۔ بھگوان کے لئے میری مدد کرو"۔

بائی نے غصیلی نظروں سے بند کمرے کی طرف دیکھا۔ جبرو نے بڑے سکون سے کہا۔ "بائی! جو لڑکی گناہ کی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تم اس سے گناہ کروا کر کیوں پاپ کما رہی ہو؟ تم بولو چندرا کا کیا لو گی؟ میں اسے تم سے خریدنے کو تیار ہوں۔ بولو پانچ ہزار دوں؟"

بائی نے ہاتھ کو جھٹکا۔ "جبرو دادا! تم بیچ میں کیوں آتے ہو۔ ہم جانیں ہمارا کام۔ چندرا کو میں کیوں بیچوں گی۔ ارے سوچو دادا پھر میں کہاں سے کھاؤں گی"۔

کمرے سے چندرا کی آواز پھر بلند ہوئی۔ "جبرو بھیا! مجھے اس نرگ سے نکالو۔ میں یہاں نہیں رہنا چاہتی مجھے میرے پتی کے پہنچا دو"۔

اب جبرو کو ایک نئی حقیقت معلوم ہوئی۔ چندرا نے شادی کر لی تھی۔ اس وقت بالا خانے پر تیسرا کوئی نہیں تھا۔ جبرو کمرے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اوپر والی سیڑھیوں پر کسی کے جلدی جلدی اترنے کی آواز آئی اور تھوڑی ہی دیر بعد بائی کا خاص غنڈہ کالی عرف کالیا جبرو کے سامنے زینے کے دروازے میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو تھا۔ طاقت ور ہٹے کٹے بدن والے کالیے نے وہیں سے جبرو کو

للکارا۔

"جان پیاری ہے تو نیچے اتر جا جبرو"۔

یہ کالیے کی حماقت تھی۔ وہ جبرو کو نہیں جانتا تھا اگر جانتا تو یوں اسے نہ للکار
بلکہ اس سے ٹھنڈے دل سے بات کر کے اسے سمجھانے بجھانے کی کوشش کرتا۔ جب
پہلے کچھ بکھرا بکھرا سا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس قسم کے واقعات میں ملوث
نہیں ہوا تھا لیکن کالیے کے للکارتے ہی اس کی یکسوئی اور یک رنگی واپس آ گئی۔ بج
کی سی تیزی کے ساتھ وہ واپس پلٹ کر کالیے کے سامنے آ گیا اور اس کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈال دیں۔ وہ یوں اپنے اندر ایک قسم کی لذت اور سرور سا محسوس کر رہا
جیسے کسی پیاسے کے حلق میں کسی نے میٹھا شربت ڈال دیا ہو۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس
نے چاقو نکالنے کے لئے ہاتھ قمیض اٹھا کر نیچے ڈالا تو کالیا وار کر دے گا۔ جبرو اس
وقت ایک ایسا شیر لگ رہا تھا جس کے سامنے اچانک مسلح شکاری آ گیا ہو۔

بائی ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ گئی تھی۔ چندرا بند دروازے کو دھڑ دھڑا کر جا
و آوازیں دے رہی تھی اور جبرو کالیے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے جیسے
مسمیرائز یا ہپناٹائز کر رہا تھا۔

"کالیے۔ چاقو مجھے دے دے"۔ ساتھ ہی اس نے کالیے کی طرف قدم بڑھایا۔
اس نے اچھل کر جبرو پر حملہ کر دیا۔ جبرو کالیے سے کمزور نہیں تھا بلکہ عمر میں اس
سے کم ہونے کی وجہ سے زیادہ پھرتیلا اور طاقت ور تھا۔ کالیے نے نیچے سے جبرو کے
پیٹ میں چاقو مارنے کی کوشش کی تھی مگر وہ بھی ہوشیار تھا اس نے پوری طاقت سے
کالیے کی گردن پر دوہتڑ دے مارا۔ وہ گر پڑا مگر چاقو ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔
گرتے ہی وہ اٹھ کر سیدھا ہوا اور زور سے اچھلا تاکہ چاقو جبرو کی ناف کے نیچے
گھونپ دے مگر اب جبرو پورا جبرو بن چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو کالیے کے اوپر گرا
دیا اور چاقو والا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھنجوڑا تو چاقو اس کے ہاتھ میں
آ گیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ خاموشی سے اٹھ کر چاقو بند کرتا اور کالیے کو گالیاں دیتا ہوا

اتر جاتا مگر وہ کوئی اور نہیں تھا' جبرو تھا' شیر تھا جسے ہلاک کرنے کی نیت سے آنے والا
شکاری اب اس کے گھٹنوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔

جبرو کا چاقو والا ہاتھ بلند ہوا اور پھر چاقو پورے کا پورا جبرو کے ہاتھ تک کالیے
کی پیٹھ میں ناف سے ذرا اوپر والے حصے میں پیوست ہو گیا۔ کالیے کی چیخ بھی نہ نکلی
اس کا جسم آہستہ آہستہ لرزنے لگا۔ بائی چیخ مار کر بھاگی۔ جبرو نے چاقو کالیے کی پیٹھ
میں ہی دھنسا چھوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ کو ذرا سا خون لگ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ کالیے
کی دھوتی سے پونچھا اور بڑھ کر بند دروازہ کھول دیا۔ چندرا جبرو سے لپٹ گئی۔ "مجھے
یہاں سے لے چلو۔ مجھے یہاں سے لے چلو"۔ اس نے دہائی دی۔ مگر جب اس نے
کوٹھری سے باہر نکلتے ہی کالیے کی لاش کو فرش پر پڑے دیکھا تو وہ خوف کے مارے
کانپنے لگی۔

جبرو نے غصے سے کہا۔ "اب شیرنی بن۔ گیدڑنی مت بن چل میرے ساتھ نیچے'
تجھے تیرے آدمی کے پاس لے جاؤں"۔

جبرو نے چندرا کو دروازے کی طرف دھکیلا اور خود بھی اس کے پیچھے چلا۔
چندرا تیزی سے سیڑھیاں اتر کر گلی میں آ گئی۔ جبرو نے گلی میں دائیں بائیں دیکھا۔
اتفاق سے اس وقت گلی میں کوئی نہیں تھا۔ اوپر والے چوبارے سے بائی کے چیخنے
چلانے اور لوگوں کو مدد کے لئے بلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ جبرو نے چندرا کو بازار
کی طرف اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ گلی کی نکڑ پر آ کر اس نے کہا۔

"میں اس طرف سے جاتا ہوں تو دوسری طرف سے چل کر باہر والے چوک
میں آ جا۔ جلدی کر"۔

جبرو گلی سے نکل کر ایک طرف اور چندرا بازار کی دوسری طرف چل دی۔
دونوں تیز تیز قدموں سے چل رہے تھے مگر بازار میں آتے ہی دونوں نے اپنی چال
معمول کے مطابق کر لی۔

چوک میں آ کر جبرو ایک طرف سڑک کے کنارے درخت کے پاس کھڑا ہو گیا۔

اسے دور سے چندرا آتی دکھائی دی۔ وہ آگے بڑھا اور اسے لے کر اپنے اڈے
طرف چل پڑا۔

کچھ ہی دیر بعد جبرو چندرا کو لے کر اپنی کوٹھری کے احاطے میں داخل ہو
تھا۔ "تم یہاں بیٹھو میں تمہارے لیے شربت لاتا ہوں"۔ اس نے چارپائی کی طرف
اشارہ کیا اور کوٹھری کا دروازہ بند کر کے احاطے سے باہر آگیا۔ سامنے سے کمالا
آرہا تھا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے یار؟ جبل پور والی آسامی آئی ہوئی تھی۔ پہلوان کئی
تمہیں پوچھ چکا ہے۔ میں نے سب کچھ سنبھال لیا ہے"۔

جبرو مسکرایا۔ کمالے نے اسے ذرا آگے کو جھک کر غور سے دیکھا اور مسکرا
ہوئے بولا۔ "کیا بات ہے مجھے تمہاری مسکراہٹ بڑی عجیب سی لگ رہی ہے۔ ار
کچھ گڑبڑ تو نہیں ہو گئی؟"

جبرو نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "تو یہیں ٹھہر میں سوڈے کی بوتل
آؤں"۔

کمالے نے اپنی کوٹھری کی طرف دیکھا جس کا دروازہ بند تھا۔ وہ سمجھ گیا
ضرور کوئی بات ہو گئی ہے لیکن وہ وہیں کھڑا رہا۔ جبرو بوتل لے کر واپس آیا تو اس
کمالے کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ کوٹھری کے قریب پہنچ کر جبرو رک گیا۔ آنکھوں
اپنے مخصوص انداز میں تھوڑا سا سکیڑا اور کمالے سے کہا۔ "میں نے کالیے کا خون
دیا ہے"۔

کمالا یوں اطمینان سے کھڑا سگریٹ کا کش لگانے لگا جیسے یہ خون جبرو نے اس
آنکھوں کے سامنے کیا ہو۔ اس نے سگریٹ کا دھواں اوپر کی طرف چھوڑتے ہو
پوچھا۔ "موقعے پر کوئی تھا؟"

"بائی تھی"۔

کمالے نے جبرو کے چہرے پر نظریں جما دیں اور مسکرایا۔ "کل ای کوئی نئی

میرے یار' اندر کون ہے؟"

"چندرا ہے"۔ جبرو نے کہا اور پھر اس نے کمالے کو مختصر الفاظ میں ساری بات
بتادی۔

"تو چندرا کو بوتل پلا میں پہلوان سے بات کر کے آتا ہوں۔ اس عورت کا یہاں
رہنا ٹھیک نہیں۔ میں ابھی آیا"۔ جبرو کی کتھا سن کر کمالا تیزی سے احاطے سے باہر
نکل گیا اور جبرو نے چندرا کو سوڈا واٹر کی ٹھنڈی بوتل لا تھمائی۔ وہ بڑی گھبرائی گھبرائی
لیکن احسان مند نظر آرہی تھی۔

"جبرو بھیا تو نے میری لیے اتنی بڑی مصیبت کیوں مول لی؟" اس نے شرمندہ
سی ہو کر جبرو کو مخاطب کیا۔ وہ اس دروازے کو تھوڑا سا کھولے باہر احاطے کے بڑے
محرابی دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے سڑک پر ٹریفک گزرتی دکھائی دی رہی
تھی۔ اس نے چندرا کی طرف گردن پھیر کر کسی قدر غصے سے کہا۔

"تو اس بکواس کو بند کرے گی یا نہیں؟"

چندرا ایک دم خاموش ہو گئی۔ جبرو کی آنکھیں باہر بازار پر لگی تھیں۔ وہ پھر
اس سے مخاطب ہوا۔ "تو نے کس سے شادی کی تھی؟ کالیے نے تجھے کہاں سے اٹھایا
تھا۔ اب تو کہاں جانا چاہتی ہے؟"

"میں نے اور جے دیو نے آسنسول میں جا کر مندر میں شادی رچائی تھی۔ میں
نے اسے بتا دیا تھا کہ مجھے بائی خرید کر کوٹھے پر لی گئی تھی۔ اس نے کہا تو مجھے قبول
ہے چندرا۔ پھر اس نے بھی اپنے ماتا پتا کو چھوڑ دیا۔ ہم ایک دن بھاگ کر ہاوڑہ
اسٹیشن سے آسنسول جانے والی گاڑی پر سوار ہو گئے۔ وہاں جے دیو کا ایک دوست
رہتا ہے۔ اس نے ہماری شادی کر دی جے دیو کو ایک جگہ نوکری بھی مل گئی مگر ایک
دن میں باڑی میں اکیلی بیٹھی تھی کہ کالیا دیوار پھاند کر آگیا۔ اس نے کوئی دوائی سنگھا
کر مجھے بے ہوش کر دیا اور پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں بائی کے بالا خانے پر تھی۔
انہوں نے مجھے بڑا مارا۔ بڑی مشکل سے میں نے ایک لڑکے کو تمہارے نام پیغام دے

کر بھیجا اور پھر....."

جبرو نے کمالے کو احاطے میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا بھی تھا۔ اس نے تھوڑا سا دروازہ کھول دیا اور بولا۔ "میرا دوست کمالا آ رہا ہے۔ تم نے اسے بالا خانے پر دیکھا تھا۔ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ میرا جگری یار ہے"۔

کمالے نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا اور بولا۔ "میں نے پہلوان کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ عورت کو ایک خاص جگہ پہنچانا ضروری ہے تم یہیں رہو گے"۔ پھر کمالے نے تھیلے میں سے سفید لمبا برقعہ نکال کر چندرا کی طرف پھینکا۔ "اسے پہن کر میرے ساتھ چلو"۔

"جیسے یہ کہے ویسے ہی کرو چندرا"۔ جبرو نے اسے ہدایت کی۔

چندرا نے بوتل فرش پر رکھ دی اور چارپائی سے اٹھ کر برقعہ اوڑھ لیا۔ کمالا جبرو سے مخاطب ہوا۔ "میں اسے چھوڑ کر آتا ہوں تم پہلوان سے جا کر مل لو وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے"۔

چندرا نے برقعہ اوڑھ لیا تھا۔ کمالے نے اسے ساتھ لیا اور کوٹھری سے نکل کر کالے پہلوان کی بیٹھک کی طرف چل پڑا۔ پہلوان اپنے پلنگ پر حقے کی نے منہ میں لیے گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ کالے پہلوان نے اسے پلنگ کے پاس ہی بچھے ہوئے مونڈھے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ایک منٹ تک وہ بڑے مزے سے حقہ پیتا رہا پھر بولا۔ "اس دفعہ سودا کچھ کھرا نہیں آیا جبرو"۔

"پہلوان! وہ بندھو مجھے اک ڈلی بھی دکھا رہا تھا۔ کہتا تھا کہ مال میں کچھ کھوٹ ہے"۔

پہلوان نے بات کو پلٹتے ہوئے جبرو کی طرف گھور کر دیکھا۔ "کالیے کو زندہ تو نہیں چھوڑ آئے؟"

"وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا"۔

"موقع پر بائی کے سوا تمہیں کسی اور نے تو نہیں دیکھا؟"

"نہیں۔ وہاں اور کوئی نہیں تھا"۔

پہلوان نے حقے کا کش لگانے کے بعد کہا۔ "یہ عورت چندرا تو تمہارے خلاف گواہی نہیں دے گی؟"

"میرا خیال ہے وہ ایسا نہیں کرے گی"۔ جبرو نے کہا۔

پہلوان نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ ان عورتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ تمہاری وہ محبوبہ تھی تو مجھے بتاتے میں اسے اٹھا دیتا"۔

جبرو نے کہا کہ وہ میری محبوبہ نہیں ہے۔ شادی شدہ ہے رقص چھوڑ کر اپنے خاوند کے ساتھ نیک زندگی بسر کرنا چاہتی ہے۔ پہلوان نے سر کو جھٹک کر کہا۔ "بہت دیکھی ہیں میں نے ایسی نیک پروین عورتیں بہرحال تم جو کچھ کر چکے ہو ہمیں اسے سمیٹنا ہے تم ایسا کرو کہ اسی وقت چندر نگر کی طرف نکل جاؤ۔ حلیہ بدل لینا۔ وہاں خوشے کے اڈے پر جا کر اسے سب کچھ بتا دینا اور روپوش ہو جانا۔ جب میں تمہیں بلاؤں تو آ جانا"۔

"چندرا کا کیا بنے گا پہلوان؟"

پہلوان نے چندرا کو ایک موٹی سی گالی دی اور بولا۔ "وہ جہاں جانا چاہتی ہے اسے پہنچا دیں گے اگر اس نے تمہارے خلاف گواہی دے دی تو معاملہ مشکل ہو جائے گا"۔

جبرو بولا۔ "وہ ایسا نہیں کرے گی"۔

پہلوان نے حقے کی نے پرے ہٹا دی اور تکیے کے نیچے سے کچھ نوٹ نکال کر جبرو کی طرف بڑھا دیے۔ "تم اب یہاں سے نکلنے کی کرو۔ وقت ضائع نہ کرو۔ ہو سکتا ہے پولیس ادھر ہی آ رہی ہو"۔

"میرے پاس رقم ہے"۔ جبرو نے کہا اور جلدی سے اپنی کوٹھری میں آ گیا۔ اس نے چادر سے منہ سر لپیٹا اور احاطے سے نکل کر ایک ٹیکسی میں سوار ہوا اور سیالدہ

اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

چندر نگر، کلکتے سے زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ ایک چھوٹا سے خوب صورت شہر ہے جو دریائے ہگلی کے کنارے واقع ہے پاکستان بننے سے پہلے انگریزوں کے دور میں اس شہر پر فرانس کا قبضہ تھا اور یہ ایک فرانسیسی بستی تھی۔ جہاں کا سارا نظم ونسق حکومت فرانس کی طرف سے مقرر کردہ ایک فرانسیسی گورنر کے سپرد تھا۔ جبرو با آسانی ایک ٹرین میں چھپ کر بیٹھ گیا اور ٹرین چندر نگر کو چل دی۔

☆☆☆

کمالے نے چندرا کو دریا پار شہر کی ایک نسبتاً غیر آباد علاقے میں ریلوے گودام کے قریب اپنی ایک جاننے والی ادھیڑ عمر عورت جویندی کے کوارٹر میں چھپا دیا۔ وہ ایک سکھ بیوہ عورت تھی جس کا تعلق کالے پہلوان کی ٹولی سے تھا اور یہاں وہ اکیلی رہتی تھی وہ دو آبے کی سکھنی تھی۔ دلیر اور بے باک جس کی وجہ سے سارے محلے والے اس سے دب کر رہتے تھے۔ کمالے نے چندرا کو جویندی کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ پہلوان کی امانت ہے۔ اسے ایک دو روز چھپا کر رکھنا۔

جویندی نے چندرا کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا۔ "پہلوان سے کہنا تمہاری امانت کی جھلک بھی کوئی نہ دیکھ سکے گا"۔

کمالا چندرا کو ایک طرف لے گیا اور اسے رازداری سے کہنے لگا۔ "بالا خانے پر جو کچھ ہوا ہے اس کے بارے میں اپنی زبان بند رکھنا۔ کالیے کے قتل کا کسی سے ذکر کرو گی تو خود بھی جیل جاؤ گی سمجھ گئی ہو؟"

چندرا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "مجھے میرے پتی کے پاس پہنچا دو"۔

کمالے نے سگریٹ پاؤں تلے مسلتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اپنے پتی کی پڑی ہے۔ ہمارا یار پھانسی چڑھ رہا ہے۔ خاموش رہ کر بیٹھی رہو یہاں۔ وقت آنے پر تمہیں تمہارے پتی کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

کمالا واپس اڈے پر آیا تو وہاں ایک ایس ایچ او چار کانسٹیبلوں کے ساتھ پہنچ چکا

تھا اور پہلوان کے پاس بیٹھا جبرو کے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کالے پہلوان نے ان کے لئے چائے اور پیسٹریاں منگوا رکھی تھیں۔ علاقے کے تمام سپاہی اور ایس ایچ او اس کے جانے پہچانے تھے اور پہلوان کی طرف سے انہیں بھتہ جاتا تھا جو باقاعدگی سے ادا کیا جاتا تھا۔ ایس ایچ او بنگالی تھا اور اس کا نام چٹرجی تھا۔

کالا پہلوان کہہ رہا تھا۔ "دادا منی! جبرو تو دو روز سے پنجاب گیا ہوا ہے وہ تو یہاں ہے ہی نہیں پھر وہ کلکتے میں کیونکر واردات کر سکتا ہے"۔

کمالا ایک طرف ہو کر چارپائی کے کونے پر بیٹھ گیا یہاں اسے پہلی بار معلوم ہوا کہ کالیا مرا نہیں بلکہ شدید زخمی ہو کر اسپتال میں پڑا ہے۔ کمالے نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیس کی نوعیت بدل گئی تھی۔ اب یہ کیس قتل کا نہیں اقدام قتل کا تھا اور جبرو کو آسانی سے بچایا جا سکتا تھا۔

ایس ایچ او نے کالے پہلوان کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا۔ "دادا! ہماری پوزیشن کو تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔ ہمیں بھی کاغذات کا پیٹ بھرنا ہے۔ بائی نے رپورٹ درج کرائی ہے کہ جبرو نے اس کے آدمی کو قتل کرنے کی نیت سے چاقو مارا اور چندرا کو لے کر بھاگ گیا"۔

کالا پہلوان بڑے سکون سے بیٹھا تھا اس نے ایس ایچ او کو ساتھ لیا اور دوسری کوٹھری میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد دونوں کوٹھری سے باہر نکلے تو ایس ایچ او نے کانسٹیبلوں سے کہا۔

"واپس چلو"۔

جب وہ چلے گئے تو کمالے نے پہلوان سے پوچھا۔

"پہلوان کیا بنا؟"

پہلوان نے حقہ پیتے ہوئے کہا۔ "جبرو کی قسمت اچھی تھی کہ وہ مرا نہیں۔ ویسے اگر وہ مر بھی جاتا تو میں جبرو کو بچا لیتا لیکن کافی بک بک کرنی پڑتی۔ اوئے کمالے! تو اپنے یار کو سمجھانا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ اس بار تو میں نے اسے بچا لیا

ہے لیکن آئندہ میرے لئے بھی مشکل بن جائے گی۔ ان سالوں کو پورے پانچ ہزار روپے دیے ہیں۔ یہ خود ہی کیس ختم کرا دیں گے"۔

"جبرو کو کہاں بھیجا ہے پہلوان؟"

"چندر نگر خوشے کے پاس۔ ابھی اسے کچھ روز وہیں رہنے دو۔ ہاں اس چندرا کا کیا بنا؟"

"لالہ میں اسے جویندی کے پاس چھوڑ آیا ہوں"۔

"اس سالی کو اس کے آدمی کے پاس پہنچا دو اور کہنا کہ وہ آسنسول میں نہ رہیں۔ پنجاب کی طرف نکل جائیں۔ اندھیرا ہو جائے تو جانا۔ احتیاط ضروری ہے"۔

شام کے وقت کمالا ریل گودام کے پار جویندی کے کوارٹر پر جا پہنچا۔ اس نے ساری بات چندرا کو سمجھا دی اور جویندی کو تین سو روپے دے کر کہا۔ "جویندیے، چندرا کو اس کے پتی کے پاس آسنسول لے جاؤ اور پھر ان دونوں کو پنجاب کی طرف روانہ کر دینا۔ پہلوان کی طرف سے تاکید ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ تم آج ہی یہاں سے چندرا کو لے کر نکل جاؤ"۔

اسی رات جویندی نے چندرا کو برقعہ اوڑھا کر ساتھ لیا اور آسنسول جانے کے لئے ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئی۔

اقدام قتل اور اغوا کی رپورٹ سوناگاچی تھانے میں درج کرائی گئی تھی۔ کالا پہلوان دوسرے ہی دن سوناگاچی کے تھانیدار سے ملنے چل دیا اگرچہ انگریز کا زمانہ تھا مگر بنگال کے تھانوں میں رشوت زوروں پر تھی اور دو تین ہزار روپے کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ کالا پہلوان بنگالی تھانے دار کو ایک خفیہ جگہ پر لے گیا اور اس کے آگے چار ہزار کے کرنسی نوٹ رکھتے ہوئے کہا۔ "دادامنی! کیس کو رفع دفع کرا دو اگر اور روپوں کی ضرورت پڑے تو مجھے بتا دینا تمہاری خدمت کرنا ہمارا فرض ہے"۔

سوناگاچی کے تھانے دار نے پہلے ہی کچی ضمنی درج کی تھی اسے معلوم تھا کہ جبرو کا تعلق شہر کے ایک نامی گرامی بدمعاش سے ہے یہاں سے وہ اچھی خاصی رقم

حاصل کر سکے گا چنانچہ جب اسے چار ہزار روپے مل گئے اور مزید رقم کا پہلوان نے وعدہ بھی کر لیا تو تھانے دار نے ایسا چکر دیا کہ الٹا بائی کی جان مصیبت میں پڑ گئی۔

تھانے دار نے بائی کو سوناگاچی کے تھانے میں بلا کر کہا کہ تم لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کی خرید و فروخت کا ناجائز کاروبار کرتی ہو۔ جس آدمی سے تم نے چندرا کو خریدا تھا اس کو تم نے پوری رقم ادا نہیں کی تھی اور وہ رقم لینے تمہارے بالا خانے پر آیا تھا کہ کالیے نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس آدمی نے اپنی جان بچانے کے لئے کالیے پر وار کیا تھا۔ ہم اس آدمی کی تلاش میں ہیں جس سے تم نے چندرا کو خریدا تھا۔ سیدھی طرح سے اس آدمی کا نام بتا دو' نہیں تو ہمیں تمہارے خلاف مقدمہ درج کرنا پڑے گا۔ تم نے پرانی دشمنی کی بنا پر جبرو کے خلاف رپٹ درج کرائی ہے جبکہ جبرو واردات کے وقت پنجاب میں تھا۔

بائی معاملے کی تہ تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ تھانے دار کو اپنے ساتھ ملا لیتی۔ اگر رقم ہوتی بھی تو تھانے دار کالے پہلوان سے دشمنی مول نہیں لے سکتا تھا۔ کالے پہلوان سے اسے ہر ماہ ایک معقول رقم بھی ماہانہ کے طور پر ملتی تھی۔ بائی کو لینے کے دینے پڑ گئے اور اب وہ مقدمہ خارج کرانے کی کوششوں میں لگ گئی۔

بادل چھٹ گئے تو کالے پہلوان نے اپنا آدمی چندر نگر بھیج کر جبرو کو واپس بلوالیا۔ دوسری طرف جویندی بھی چندرا کو اس کے پتی کے حوالے کر کے واپس آ گئی تھی۔ اس نے کمالے کو بتایا کہ دونوں اگلے روز آسنسول سے پنجاب کی طرف چل دیئے تھے۔

پہلوان نے جبرو کو سوناگاچی کی طرف کچھ عرصہ کے لئے جانے سے منع کر دیا تھا لیکن اب جبرو کا کلکتے سے جی اچاٹ ہو گیا تھا۔ اسے پنجاب کی یاد ستانے لگی تھی۔ کچھ اس خیال سے بھی وہ اب واپس چلا جانا چاہتا تھا کہ ثریا بھی اپنے خاوند کے ساتھ کلکتے میں ہی آ گئی تھی۔ اگرچہ اس رات کے بعد جبرو کی ثریا کے خاوند مشتاق سے پھر

ملاقات نہیں ہوئی تھی تاہم چونکہ محلہ وہی ذکریا اسٹریٹ والا تھا اس لئے کسی بھی وقت آمنا سامنا ہو سکتا تھا اور جبرو کو یہ بات ہرگز پسند نہ تھی کہ اس آدمی کی شکل دیکھے جس نے اس کی محبوبہ ثریا سے بیاہ کر رکھا تھا۔

اس نے کمالے سے واپس پنجاب جانے کا ذکر کیا تو وہ بولا کہ وہاں جا کر کیا کرو گے؟ وہاں اب تمہارا کون ہے؟ اور پھر وہاں بھی کسی اڈے پر ہی کام کرنا ہے تو یہیں کالے پہلوان کے پاس کام کرنے میں کیا برائی ہے؟

"یہاں اب میرا جی نہیں لگتا کمالے"۔ جبرو نے جواب دیا۔ "اللہ مالک ہے وہیں جا کر کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔ تم بھی میرے ساتھ کیوں نہیں چلے چلتے۔ ہم اپنا اڈا بنا کر کام شروع کر دیں گے"۔

کمالا ہنسنے لگا۔ "جبرو پیارے! اڈا بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لئے لاکھوں روپے کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر کئی آدمیوں کو ماہانہ دینا پڑتا ہے۔ یہ بڑا جنجال ہوتا ہے۔ میں تو کالے پہلوان کے پاس ہی ٹھیک ہوں۔ تمہیں پنجاب جانا ہے تو بے شک چلے جاؤ' میں تمہیں روکوں گا نہیں"۔

چنانچہ ایک روز جبرو' کالے پہلوان کی بیٹھک میں گیا اور کہا کہ لالہ! بنگال کا پانی مجھے مواقف نہیں آیا۔ میری صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ واپس پنجاب جانا چاہتا ہوں مجھے اجازت دو۔

کالا پہلوان کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "اگر تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میں روکنے والا کون ہوں تم جا سکتے ہو۔ کب جانا چاہتے ہو؟"

"ایک دو روز میں"۔

"جتنی رقم کی ضرورت ہو مجھ سے جاتے وقت لے لینا"۔

تیسرے دن جبرو شام کی ایکسپریس سے امرتسر کی طرف روانہ ہو گیا۔ کمالا اسے اسٹیشن پر چھوڑنے آیا۔ دونوں دوست گلے مل کر رخصت ہوئے۔ امرتسر پہنچ کر جبرو ریلوے اسٹیشن سے سیدھا اپنے ایک ساتھی جواریے چوئی بدمعاش کی بیٹھک پر آگیا۔

دوپہر کا وقت تھا چوئی بیٹھک میں سو رہا تھا۔ جبرو نے اسے جگایا تو وہ بڑی گرم جوشی سے ملا۔

چوئی ایک معمولی سا جواریا تھا جو مختلف اڈوں پر جا کر جوا کھیلتا تھا۔ ترن تارن کا رہنے والا تھا اور دنیا میں اکیلی جان باقی رہ گئی تھی۔ چوئی چھوٹی موٹی چوریاں بھی کرتا تھا اور پولیس کا مخبر بھی تھا۔ اسی لئے جبرو نے اپنے بنگال کے کارناموں کے بارے میں چوئی کو کچھ نہ بتایا۔ جبرو وہاں اس لئے آیا تھا کہ چوئی سے مل کر شہر کے اڈوں کی صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔

چوئی نے سب سے پہلے جو بات جبرو کو بتائی وہ یہ تھی کہ ٹیکم داس کے اڈے کے بدمعاش کانتی جسے کمالے نے قتل کیا تھا اس کا بھائی کانتی لعل اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بے چین ہے۔

"پولیس ابھی تک کانتی کے قاتل کا سراغ نہیں لگا سکی۔ ایک طرح سے یہ کیس اب ختم ہو چکا ہے مگر لالہ ٹیکم داس نے کانتی کے کان میں یہ بات ڈال دی ہے کہ اس کے چھوٹے بھائی کانتی کا خون جبرو نے ہی کیا تھا۔ کانتی نشے میں کئی بار کہہ چکا ہے کہ جبرو جب بھی بنگال سے واپس آیا میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس سے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لوں گا"۔

جبرو خاموشی سے چوئی کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "یار ان باتوں کو چھوڑ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے کانتی کو قتل نہیں کیا پھر مجھے کیا ڈر؟ تو یہ بتا کہ چمن جواریے کا کیا حال ہے؟"

"یار وہ کچھ بیمار رہنے لگا ہے۔ ارے ہاں مجھے یاد آگیا۔ پچھلے دنوں چمن کی بیٹھک پر پھوجے سے ملاقات ہوئی تو وہ تمہارا پوچھ رہا تھا"۔

جبرو نے تعجب سے پوچھا۔ "وہ غنڈا بدمعاش ہے۔ میرا کیوں پوچھ رہا تھا؟"

"اصل میں وہ بجلی پہلوان کے اڈے پر جاتا آتا رہتا ہے اور بجلی پہلوان کے آدمی تارے نے بھی تمہارے بارے میں معلوم کرنا چاہا تھا کہ تم بنگال سے کب واپس

آ رہے ہو۔ میرا خیال ہے بجلی پہلوان تمہیں اپنی دف میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ جبرو، بڑا اچھا موقع ہے پیارے۔ اور آج شام ہی بجلی پہلوان کے اڈے پر جا کر تارے سے مل لے۔ بجلی پہلوان کا بڑا ٹھکا ہے۔ سارے اڈے والے اس سے دبتے ہیں اور وہ اپنے آدمیوں کی عزت بھی بہت کرتا ہے۔ مال بھی بہت دیتا ہے۔ پچھلے مہینے اس کے ایک آدمی نے خون کردیا تھا۔ بجلی پہلوان نے اسے صاف بچا لیا۔ تو آج ہی بجلی پہلوان سے جا کر مل"۔

"آج تو مجھے ایک اور جگہ جانا ہے۔ کل چلا جاؤں گا"۔

چوئی ہنس کر بولا۔ "جیراں کے پاس تو نہیں جانا چاہتے؟ مگر نہیں۔ تم ایسی عورتوں کے عاشق نہیں ہو اور نشہ بھی تم نہیں کرتے۔ ورنہ میرے پاس اس وقت تمہاری خاطرداری کے لئے سب کچھ موجود ہے"۔

جبرو ریل کے لمبے سفر سے تھکا ہوا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہیں سو گیا۔ شام کو اٹھا۔ نہا دھو کر کپڑے بدلے۔ چوئی بولا۔ "جبرو پہلوان! میں تو پیارے چوک فرید کے اڈے پر جوا کھیلنے جا رہا ہوں۔ چابی تو اپنے پاس رکھ لے میرا کوئی پتا نہیں رات کو کب واپس آؤں"۔

اس نے بیٹھک کی چابی جبرو کو دی اور چلا گیا۔ ذرا دیر بعد جبرو بھی بیٹھک بند کر کے ریل کے سیڑھیوں والے پل کی طرف چل پڑا۔ وہ ٹیکم داس کے اڈے کی طرف جا رہا تھا۔ اپریل شروع ہو چکا تھا۔ موسم بے حد خوش گوار تھا۔ ٹیکم کے ہوٹل کے آگے وہی چارپائی بچھی ہوئی تھی جس پر اڈے کے بدمعاش بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ جبرو کو آتا دیکھ کر وہ چپ ہو گئے۔

"کانتی لعل کہاں ہے؟ میں اس سے ملنے آیا ہوں"۔ جبرو نے ان کے قریب جا کر کہا۔

سارے بدمعاش ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ جبرو اس آدمی سے ملنے آیا تھا۔ جو اس کے خون کا پیاسا تھا اور اسے قتل کر کے اپنے بھائی کانتی کے خون کا بدلہ

لینے کا کئی بار اعلان کر چکا تھا۔ ایک بدمعاش نے جلدی سے جگہ چھوڑ دی۔

"آؤ جبرو بھایا۔ بیٹھو تو سہی۔ کب آئے بنگال سے؟"

"کانتی کہاں ہے؟ اندر ہو تو اسے باہر نکالو۔ کہو جس کو تم قتل کرنا چاہتے ہو وہ خود چل کر آگیا ہے"۔

ٹیکم داس دیوار کی دوسری جانب باغیچے میں بیٹھا شغل کر رہا تھا۔ اس نے جبرو کی آواز سنی تو خود باہر آگیا۔ دونوں بازو پھیلا کر بولا۔ "جبرو بھاپے۔ آجا پیارے کب آیا بنگال سے؟"

"جبرو ٹیکم داس کی منافقت سے خوب واقف تھا۔ اپنی جگہ پر اسی طرح کھڑا رہا۔ لالہ! سنا ہے تمہارے اڈے کا کانتی لعل مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس سے کہو کہ میں اس کی حسرت پوری کرنے آگیا ہوں"۔

ٹیکم جبرو کی دلیری اور جرات کے کئی مظاہرے دیکھ چکا تھا۔ کانتی کا بڑا بھائی کانتی کنڈہ کرم سنگھ کا نامی گرامی بدمعاش تھا اور کئی وارداتیں کر چکا تھا۔ جبرو اس کے کارناموں سے واقف تھا۔ اس کے باوجود اس کا یوں دیدہ دلیری سے اڈے پر آکر کانتی کو للکارنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ٹیکم کا نشہ تھوڑا سا اتر گیا تھا۔ اس نے جبرو کو ہاتھ سے پکڑ کر اندر لے جانا چاہا تو جبرو نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"لالہ! کانتی اگر اندر ہے تو اسے باہر نکالو"۔

"بھاپے وہ تو اس وقت اڈے پر نہیں ہے آئے گا تو تمہارا پیغام دے دوں گا"۔

"ٹھیک ہے وہ آئے تو اسے بتا دینا کہ جبرو بنگال سے واپس آگیا ہے اور اسی شہر میں ہے"۔

جبرو ان سب بدمعاشوں کو حیران پریشان چھوڑتا ہوا واپس مڑا اور ریلوے پل کی طرف چل دیا۔ وہاں سے وہ سیدھا چمن کے اڈے پر آگیا تاکہ اس کی مزاج پرسی بھی ہو جائے اور اس سے مل کر حالات کا جائزہ لینے کا بھی موقع مل جائے۔

چمن بیٹھک پر ہی تھا۔ وہ چارپائی پر لیٹا تھا۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔ جبرو کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اٹھ کر ملنا چاہتا تھا لیکن جبرو نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "ا تجھے تو بخار ہے۔ میں آج ہی کلکتے سے آیا تھا۔ معلوم ہوا تم بیمار ہو۔ تمہاری خیریت پوچھنے آگیا"۔

"جبرو پتر تمہیں دیکھ کر بخار اتر گیا ہے۔ تم کیوں بنگال چلے گئے تھے۔ میرے اڈے پر کس چیز کی کمی تھی تمہارے لئے؟"

"لالہ! میرا بنگال جانا ضروری ہو گیا تھا"۔

"ارے کانتی کے کیس سے تو بری ہو گیا تھا پھر کیا ضرورت تھی شہر چھوڑنے کی؟"

"لالہ! میں نے اس مارے تھوڑی شہر چھوڑا تھا۔ میں تو ویسے ہی ہوا بدلی کرنے کے لئے گیا تھا اور سناؤ کیا حال ہے کانتی کا بھائی چھری لے کر میری تلاش میں ہے۔ میں تو اس کے اڈے پر بھی گیا تھا مجھے ملا ہی نہیں"۔

چمن گہری سانس لے کر بولا۔ "جبرو! وہاں اب مت جانا"۔

"تو کیا تو مجھے بکری سمجھتا ہے لالہ؟" جبرو نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ایسی بات نہیں جبرو پتر! تو شیر ہے یہ میں جانتا ہوں۔ مگر کانتی بڑا کینہ ہے۔ مکار ہے۔ ہمیشہ پیچھے سے وار کرتا ہے۔ تمہیں اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے"۔

"میں نے ایسے گیدڑ بہت دیکھے ہیں لالہ! اچھا۔ اب میں جاتا ہوں"۔

چمن نے جبرو کا ہاتھ تھام لیا۔ "جبرو! تو میرے اڈے پر آجا۔ مجھے تیری ضرورت ہے"۔

جبرو مسکرایا۔ "لالہ! تو نے میری ضمانت کرائی تھی۔ میں تیری اس مہربانی کو نہیں بھولا۔ کبھی وقت آیا تو اس کی قیمت ضرور چکاؤں گا لیکن ابھی تیرے پاس نہیں آسکتا"۔

"جبرو! تو جو مانگے گا میں تجھے دوں گا بلکہ تو میرے اڈے کو سنبھال لے۔ جیسے چاہتا ہے اسے چلا۔ بے شک مجھ سے آدھی پتی کر لے"۔

جبرو مونڈھے سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "تمہاری مہربانی ہے لالہ۔ میں سوچوں گا"۔

جبرو سیڑھیاں اتر کر بازار میں آگیا۔ رات ہو چکی تھی۔ بالا خانوں سے طبلے سارنگیوں اور گھنگروؤں کی آوازوں کے ساتھ رقاصاؤں کے گانے کی آوازیں بھی بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں وہ بازار حسن سے گزر کر امرتا کیز کے قریب پہنچا تو اچانک کانتی سامنے آگیا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ کانتی کے ساتھ اس کے بدمعاش ساتھی بھی تھے جبکہ جبرو اکیلا تھا دونوں یوں کھڑے تھے جیسے جنگل میں دو دشمن شیر اچانک ایک دوسرے کے سامنے آگئے ہوں۔ جبرو کے کانوں کی لویں سرخ ہو گئیں۔ اس کی آنکھیں سکڑنے لگیں۔ اس نے کانتی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کانتی! سنا ہے تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ میں تم سے یہ سوال پوچھنے اڈے پر بھی گیا تھا۔ اب کیا کہتے ہو؟"

کانتی نے ہنس کر کہا۔ "بھاپے تمہیں کسی نے میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے"۔

کانتی ذرا پرے ہٹ کر جبرو کے قریب سے گزرنے لگا تو جبرو نے اس کے بازو کو اپنے پنجے کی مضبوط گرفت میں لے کر اسے روک لیا۔ "کانتی جس روز تم مجھے قتل کرنے آؤ اس روز اپنی ماتا سے دودھ بخشوا کر آنا"۔

کانتی کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

رات کو جب جبرو سونے کے لئے لیٹا تو صرف ایک ہی نقطے پر اس کے خیالات مرکوز رہے کہ وہ جس قسم کی زندگی گزارتا ہے اس کا انجام کیا ہو گا۔ دنیا میں سوائے ایک بہن رضیہ کے اس کا اور کوئی نہیں تھا اور اس سے بھی وہ قطع تعلق کر چکا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی شریفانہ پاک زندگی کے دامن پر اپنی بدنام زندگی کا سایہ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

ثریا سے اس نے پیار کیا لیکن اس کے باپ نے اسے اپنی بیٹی کا ہاتھ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ حق بجانب تھا۔ کوئی شریف باپ اپنی بیٹی کا بیاہ کسی جواری بدمعاش سے نہیں کرے گا اگر وہ دس آدمیوں کو چاقو گھونپتا ہے تو کسی ایک بدمعاش کا چاقو اس کے دل میں بھی اتر سکتا ہے۔ اسے اپنے ایک بدمعاش ساتھی کی بات یاد آگئی۔ ایک بار اس نے کالے پہلوان کے اڈے پر جبرو سے کہا تھا۔

"جبرو! بدمعاش کتنا ہی جی دار کیوں نہ ہو۔ کتناہی اس کا ٹھکا اور دبدبہ کیوں نہ ہو۔ پیارے ایک نہ ایک دن اسے بھی چاقو کھا کر بازار کی گندی نالی پر گرنا ہوتا ہے یہی سب کا انجام ہے اور کسی کو ہمارے ساتھ ہمدردی نہ ہو گی۔ ہماری لاش پولیس اٹھائے گی اور وہی کسی جیل کے قبرستان میں دبا دے گی"۔

جبرو کے دل میں بجلی کی طرح ایک نیا خیال چمکا۔ جہنم میں جائے چمن جواریا اور بجلی پہلوان کا اڈا..... کیوں نہ وہ ایک بار پھر نیک اور شریفانہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے۔ جبرو نے آنکھیں کھول دیں۔ چوئی اپنی چارپائی پر اوندھے منہ پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ جبرو نے اٹھ کر کوٹھری کا دروازہ کھولا اور باہر گلی میں نکل آیا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ گلی سنسان تھی۔ وہ دیر تک گلی میں ٹہلتا رہا اور اپنے فیصلہ کے مضمرات پر غور کرتا رہا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی بدنام اور بدمعاشوں والی زندگی کو ہمیشہ کے لئے ترک کر کے کسی گاؤں میں جا کر کوئی دکان کھول لے گا اور وہاں اپنی نئی شریفانہ زندگی کا آغاز کرے گا۔ وہ کسی سے کوئی سروکار نہیں رکھے گا اور نہ کسی کو بتائے گا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟

صبح جب وہ اٹھا تو چوئی مسجد کے سقاوے پر نہانے گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو اس کا موڈ خراب تھا۔ بڑبڑاتا ہوا بولا۔ "مولوی صاحب کہہ رہے تھے کہ مسجد میں نہاتے ہو تو نماز بھی پڑھنے آیا کرو"۔

"مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اسی لئے مسجد میں نہانے نہیں جاتا۔ گرم حمام میں جاتا ہوں"۔ جبرو نے جواب دیا۔

"یار! برا آدمی ہوں چوری چکاری بھی کر لیتا ہوں کیا منہ لے کر خدا کے سامنے جاؤں۔ بس یہی خیال آتا ہے تو رک جاتا ہوں۔ آؤ باہر چل کر سری پائے کا ناشتا کرتے ہیں"۔

ناشتے کے بعد جبرو نے اپنے ٹرنک میں رکھی ہوئی رقم نکال کر گنی۔ ریزگاری اور نوٹ ملا کر کل سات سو روپے کی رقم تھی۔ یہ رقم پنجاب کے کسی دور دراز گاؤں میں نئی شریفانہ زندگی شروع کرنے کے لئے کافی تھی۔ سارا دن وہ چوئی کی بیٹھک میں ہی رہا اور نئی زندگی کے بارے میں پروگرام بناتا رہا قالین بانی اور قالینوں کی رفوگری بڑی آسانی سے کر سکتا تھا۔ قالینوں کی رفوگری کی ہر دور میں بڑی اہمیت رہی ہے۔

کافی سوچ بچار کے بعد جبرو نے امرتسر اور جالندھر کے درمیان واقع ایک قصبے گوبند گڑھ میں آباد ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ گاؤں ریلوے لائن سے دور دو تین کوس پر واقع تھا اور جبرو وہاں کبھی نہیں گیا تھا۔ یہاں قالین بنانے کی کچھ کھڈیاں لگی تھیں اور یہاں سے مال امرتسر شہر آیا کرتا تھا۔

جبرو جب ایک فیصلے پر پہنچ گیا تو اس نے چوئی کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا۔
"چوئی میں نے گوبند گڑھ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہاں قالینوں کی کھڈیاں ہیں۔ مجھے وہاں رفوگری کا کام مل جائے گا"۔

چوئی ہنسنے لگا۔ "جبرو بھائی! یہ تم کدھر چل پڑے ہو۔ بھاپے تمہیں حلال کر روزی راس نہیں آئے گی"۔

"بکواس بند کر" جبرو نے اسے جھڑک دیا۔ "توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ ہم جب چاہیں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے نیکی کے راستے پر چل سکتے ہیں۔ میں تجھے بھی یہی کہوں گا کہ اس گناہ کی زندگی سے توبہ کر اور میرے ساتھ چل۔ میں تجھے بھی رفوگری سکھا دوں گا"۔

چوئی نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ "بھاپے! میں گناہ کی دلدل میں بہت نیچے تک اتر چکا ہوں۔ مگر تو شریفانہ زندگی ضرور شروع کر۔ تو ایسا کر سکتا ہے"۔

"میرے پیچھے میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتانا کہ میں کہاں ہوں۔
بہن اور بہنوئی اول تو تم سے میرے بارے میں پوچھنے بالکل نہیں آئیں گے اگر
میں سے کسی نے تم سے میرے بارے میں پوچھنے کی کوشش بھی کی تو تم انہیں کہ
کہ مجھے کچھ معلوم نہیں جبرو کہاں گیا ہے"۔

"لیکن جبرو۔ تو اس شہر میں رہ کر بھی نئی زندگی شروع کر سکتا ہے۔ یہاں
بہن بھی ہے۔ اسے تو بہت خوشی ہو گی"۔

"میں پوری طرح سے نیک اور شریف آدمی بن کر ان کے پاس آؤں گا۔
شہر میں میرے سیدھی راہ سے بھٹک جانے کا خطرہ ہے۔ میں گوبند گڑھ ہی جاؤں
وہاں مجھے کوئی نہیں جانتا۔ ہاں۔ تمہیں ایک تاکید ضرور کئے جاتا ہوں اگر تمہیں
کوئی ضروری پیغام پہنچانا ہو تو کسی کو بتائے بغیر گوبند گڑھ آجانا۔ میں تمہیں وہیں
گا۔ کسی نہ کسی سے تمہیں میرا پتا چل جائے گا"۔

دوسرے دن منہ اندھیرے ہی جبرو لاری اڈے روانہ ہو گیا۔ ایک لاری جالند
جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ وہ ٹکٹ لے کر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ سفر لمبا
تھا۔ امرتسر سے جالندھر چالیس بیالیس میل ہے۔ گوبند گڑھ جالندھر سے پہلے آتا تھا۔
جی ٹی روڈ پر اتر گیا۔ دن نکل آیا تھا۔ ٹاہلیوں کے پیچھے دور کھیتوں میں طلوع ہو
سورج کی لالی پھیل رہی تھی جبرو کے پاس صرف ایک ٹرنک تھا جس میں اس
کپڑے تھے۔ اپنا کمانی دار چاقو اس نے امرتسر میں چوئی کو دے دیا تھا۔ وہ اب
اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

دور درختوں کے ہجوم میں اسے گوبند گڑھ گاؤں کے مکان دھندلے دھند
نظر آرہے تھے۔ یہ ایک پرسکون گاؤں تھا جس میں سو ڈیڑھ سو کچے پکے مکان
گاؤں کے باہر گندے پانی کا روایتی چھپڑ تھا۔ ایک رہٹ بھی تھا جہاں چوبچے پر
لوگ نہا رہے تھے۔ جبرو نے قریب جا کر سلام کیا۔ ان میں سے ایک آدمی نے جبرو
طرف دیکھ کر وعلیکم السلام کہا۔ یہ مسلمان تھا۔

"کہاں جانا ہے جوان؟" مسلمان نے پوچھا۔

"بھائی جی آپ نہا لیں تو بتاتا ہوں"۔

ایک سکھ نے مسکرا کر مسلمان کی طرف دیکھا۔ "شاہ جی! یہ کوئی دور سے آیا ہوا پردیسی لگتا ہے"۔

جبرو کنوئیں سے ہٹ کر مٹی کے ایک چبوترے پر ٹرنک رکھ کر بیٹھ گیا۔ شاہ جی نے نہا کر کپڑے پہنے اور صافے سے اپنے خشخشی سر کو صاف کرتے ہوئے جبرو کے پاس آگئے۔ ان کی عمر پچاس برس لگتی تھی مگر چہرہ صحت مند تھا۔ "اب بتاؤ میاں! کہاں سے آئے ہو۔ کہاں جانا ہے؟"

"شاہ جی! میں گوجرانوالے کا رہنے والا ہوں۔ ماں باپ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ چچا نے قالین کی دو کھڈیاں لگا رکھی تھیں میں ان کے پاس رفوگری سیکھتا تھا۔ جوان ہوا تو چچا بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ چچا زاد بھائیوں نے مجھ سے برا سلوک کرنا شروع کر دیا۔ آخر انہوں نے مجھے کارخانے سے نکال باہر کیا۔ اب میں دنیا میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ چاہتا ہوں اس گاؤں میں رہ کر اپنی روزی کماؤں کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں قالینوں کی کچھ کھڈیاں لگی ہوئی ہیں"۔

"برخوردار! تم امرتسر کیوں نہ ٹھہر گئے۔ وہاں تو قالینوں کا بہت کام ہے"۔

"شاہ جی۔ میں اپنے چچا زاد بھائیوں کے قریب نہیں رہنا چاہتا۔ اسی لئے گاؤں میں آگیا۔ میرا نام جبار ہے۔ سوائے سگریٹ کے میں اور کوئی نشہ نہیں کرتا۔ کیا آپ مجھے یہاں کوئی کام دلا دیں گے؟"

شاہ جی غور سے جبرو کا جائزہ لے چکے تھے۔ انہیں جبرو کی شکل بڑی سیدھی سادی سی لگی تھی۔ کہنے لگے۔ "میاں چار کھڈیاں میں نے لگائی ہوئی ہیں تم میرے ہاں آجاؤ۔ کام کر کے دکھاؤ۔ پسند آگیا تو پچاس روپے ماہوار دوں گا۔ جو ہم کھاتے ہیں تم بھی کھا لیا کرنا۔ کارخانے میں ہی سو جایا کرنا اگر منظور ہو تو ابھی میرے ساتھ چلو"۔

جبرو کو اور کیا چاہئے تھا۔ وہ فوراً چل پڑا۔ شاہ جی اسے لے کر گاؤں کے

بچھی کنارے ایک کچی چاردیواری میں آگئے جہاں دو کوٹھریاں تھیں۔ ایک احا
جس کی چھت کے نیچے قالین تیار کرنے کی چار کھڈیاں لگی تھیں۔ شاہ جی کا
منشی چارپائی پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ شاہ جی کو آتے دیکھ کر اٹھنے لگا تو شاہ جی نے ا
منع کر دیا۔

"چاچا خیر دین اس برخوردار کا نام جبار ہے اسے پانچ بائی چھ والا مہری کا ٹکڑا
کرنے کے لئے دے دینا۔ یہ سامنے والی کوٹھری میں ہی رہے گا۔ اپنا ہی آدمی ہے"۔

کوٹھری میں صرف چارپائی بچھی تھی۔ جبرو نے وہیں اپنا ٹرنک رکھ دیا۔ شا
نے اپنے گھر سے جبار کے لئے دو پراٹھے لسی کے ساتھ بھجوا دیئے۔ اتنے میں
کاریگر بھی آگئے انہوں نے غور سے جبرو کو دیکھا اور آپس میں ہنسی مذاق کرتے
ہوئے اپنے اڈوں پر بیٹھ کر کام کرنے لگے۔ چاچا خیر دین نے جبرو کو بھی ایک طر
قالین کا ٹکڑا دے کر بٹھا دیا۔ یہ کام اس کے لئے کوئی نیا نہیں تھا۔ پہلے پہل اسے
دقت محسوس ہوئی لیکن بہت جلد اس کا ہاتھ رواں ہوگیا۔

اب دن بھر وہ کارخانے میں بیٹھ کر کام کرتا۔ پانچوں وقت کی نماز بڑی باقاع
سے گاؤں کی مسجد میں جا کر پڑھتا۔ رات کو وہیں کوٹھری میں پڑ کر سو جاتا۔ صبح صبح ا
کر کنوئیں پر جا کر تیل کی مالش کر کے تھوڑی بہت ورزش کرتا پھر نہاتا اور کارخا
میں آکر ناشتا کرتا اور اپنے کام میں جت جاتا۔ دوسرے کاریگروں سے اس نے ز
تعلقات نہیں بڑھائے تھے۔ زیادہ تر خاموش رہتا۔ کبھی کوئی مذاق بھی کرتا تو ہنس
ٹال دیتا۔ گاؤں کے باہر ایک تکیہ تھا۔ وہاں جرائم پیشہ لوگ آکر بیٹھتے تھے۔ جبرو و
کبھی نہیں گیا تھا۔

یوں ایک مہینہ گزر گیا۔ جبرو کو پہلی تنخواہ ملی تو اسے بڑی خوشی ہوئی۔ یہ ا
کی حق حلال کی کمائی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے خدا کا شکر
کیا کہ اس نے اسے گناہ کی دلدل سے نکال کر سیدھی راہ پر لگا دیا تھا۔

ایک روز کارخانے میں چھٹی کے بعد جبرو اپنی کوٹھری کے باہر چارپائی پر بیٹھا

کہ ایک کاریگر جسے سب منگا کہہ کر پکارتے تھے اندر داخل ہوا۔ اس کی بغل میں
ایک تھیلا تھا اس کی شہرت اچھی نہیں تھی۔ جبرو کو معلوم تھا کہ اس کا تکیے میں بیٹھنے
والے جرائم پیشہ لوگوں سے تعلق ہے۔ منگا جبرو کے پاس چارپائی پر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ
گھبرایا ہوا سا تھا۔

"کیا بات ہے منگے" جبرو نے ازراہ ہمدردی پوچھا۔

منگے نے ادھر ادھر دیکھ کر تھیلا اپنے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ "جبار! میرا ایک کام
کرو گے؟"

"کیا کام ہے؟ جبرو نے اس کی طرف دیکھے بغیر سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہوئے
پوچھا۔

منگے نے خاکی رنگ کے میلے کچیلے تھیلے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس میں
ایک بھرا ہوا ریوالور ہے"۔

جبرو نے منگے کی طرف دیکھا۔ اس زمانے میں پستول اور ریوالور عام نہیں تھے۔
بدمعاش بھی چاقو اور لاٹھیوں سے کام لیتے تھے۔ پستول اور ریوالور ہزاروں میں سے
کسی ایک اڈے کے سرغنے کے پاس ہوتا تھا۔ امرتسر میں جبرو نے صرف ٹیکم داس کے
پاس پستول دیکھا تھا۔ جو اسنے صندوق میں سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

"تمہیں یہ ریوالور کہاں سے ملا؟" جبرو نے حیرت سے پوچھا۔

"جبار یار آہستہ بولو۔ بات یہ ہے کہ یہ ریوالور کسی فوجی کپتان کا ہے۔ جیرا
جالندھر چھاؤنی سے چرا کر لایا ہے۔ اس میں پوری بارہ گولیاں بھری ہوئی ہیں۔ اس نے
مجھے دیا ہے کہ میں اسے لاہور لے جا کر کسی کے پاس بیچ دوں مگر میں ابھی لاہور نہیں
جا سکتا اور میرے پاس اسے رکھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ تم دو ایک دنوں کے
لئے اسے اپنی کوٹھری میں رکھ لو۔ تم میرے یار ہو"۔

جبرو نے صاف انکار کر دیا۔ "میں اس کام میں نہیں پڑوں گا منگے۔ یہ چوری کا
ریوالور ہے۔ مجھے کوئی اور خدمت بتاؤ۔ اسے، تم اپنے پاس ہی رکھو"۔

مہنگے نے بہت اصرار کیا مگر جبرو نہ مانا۔ اس نے اتنا ضرور کہا کہ وہ اس کا اپنے سینے میں ہی رکھے گا اور ریوالور کا ذکر کسی اور سے نہیں کرے گا۔ مہنگا ریو کا تھیلا بغل میں دبا کر چلا گیا۔ جبرو نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ اس قسم چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

دوسرے روز مہنگا کام پر آیا تو جبرو کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ جبرو سمجھ گیا اس نے چوری کا ریوالور کسی محفوظ ٹھکانے پر رکھوا دیا ہے۔ جبرو نے اس سے بات نہ کی اور قالین کے ٹکڑے گھٹنے پر ڈال کر کام میں معروف ہو گیا۔

کچھ دن یونہی سکون سے گزر گئے۔ ایک صبح جبرو حسب معمول کھیتوں میں قدمی کر رہا تھا کہ اسے دور سے ایک یکہ آتا دکھائی دیا۔ جبرو نے کوئی خیال نہ لاریوں کے اڈے سے یکے گاؤں میں صبح ہی سے آنا شروع ہو جاتے تھے لیکن یہ جبرو کے قریب آکر رک گا۔ یکے میں اس کا امرتسر کا دوست چوئی بدمعاش بیٹھا تھا یکے سے اتر کر جبرو کے پاس آیا۔ جبرو نے اس کی شکل دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا کہ خیر کی خبر لے کر نہیں آیا۔ جبرو کا دل ایک بار زور سے دھڑکا مگر اس نے فوراً ا حواس پر قابو پا لیا۔

"ارے تم ادھر کیسے آ گئے؟ سب خیریت ہے نا" جبرو نے اسے گلے لگا ہوئے پوچھا۔

چوئی نے مسکرا کر کھیتوں کی طرف دیکھا۔ "جبرو! یہ تو بڑی اچھی جگہ ہے کہاں رہتے ہو؟ چلو مجھے اپنی بیٹھک پر لے چلو"۔

جبرو چوئی کو لے کر کارخانے کی طرف چلا۔ دونوں خاموش تھے۔ جبرو کارخانے کے قریب پہنچتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کوئی خاص خبر لے کر آئے ہو چوئی؟"

چوئی خاموش رہا۔ جبرو نے اسے چارپائی پر بٹھایا اور بولا۔ "میں تمہارے دودھ لاتا ہوں"۔

چوئی نے اسے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔ "میں لاری اڈے سے نا

کے آیا ہوں۔ تم یہاں کام کرتے ہو"۔

جبرو کے دل میں ہلچل سی مچ رہی تھی۔ اس نے چوئی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "چوئی کھل کر بولو۔ کیا بات ہے میں تمہارے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ رہا ہوں"۔

چوئی سیدھا آدمی تھا۔ اپنے جذبات کو چھپانا اسے نہیں آتا تھا۔ اس نے جبرو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "جبرو بھائی! ایک بری خبر لایا ہوں۔ کانتی بدمعاش کے بھائی کانتی نے تمہاری بہن اور بہنوئی کو ان کے مکان میں گھس کر قتل کر دیا ہے۔ وہ شراب کے نشے میں بھڑکیں مارتا گھر میں داخل ہو گیا اور میاں بیوی کو ذبح کر کے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بھاگ گیا۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ نیکم بدمعاش نے اسے بجلی والی نہر کے خفیہ ٹھکانے میں چھپا دیا ہے۔ جبرو تم .... تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری بہن کا بدلہ ضرور لوں گا۔ تم ...."

جبرو نے جو کچھ سن لیا تھا اس سے آگے اسے کچھ سنائی نہ دیا۔ اس کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگی تھیں۔ اس کا ذہن جیسے سن ہو گیا تھا۔ چوئی اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ جبرو نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اس کا چہرہ ساکت اور پتھر کا ہو گیا تھا۔ اس کے منہ سے صرف اتنا نکلا۔ "تم جاؤ چوئی۔ خدا کو یہی منظور تھا"۔

چوئی نے کچھ کہنا چاہا لیکن جبرو نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ "میں نے کیا کہا ہے؟ واپس چلے جاؤ"۔

چوئی جبرو کی طبیعت سے واقف تھا۔ خاموشی سے اٹھا اور سلام کیے بغیر کارخانے کے احاطے سے باہر نکل گیا۔ کھیتوں کے پاس کچی سڑک پر اس کا یکہ ابھی تک کھڑا تھا۔ وہ اس میں سوار ہوا اور لاری اڈے کی طرف چل پڑا۔

○☆○

جبرو چارپائی پر بت بنا بیٹھا تھا۔ ابھی کارخانہ کھلنے میں کچھ دیر تھی۔وہ چا
سے اٹھ کر کوٹھری میں آگیا اور ٹرنک کھول کر رومال میں لپیٹ کر رکھے ہوئے نوٹ
کر جیب میں ڈالے۔ کوٹھری سے باہر نکلا اور منگے کے مکان کی طرف چل پڑا
مکان کے باہر چارپائی پر بیٹھا مسواک کر رہا تھا۔

"وہ ریوالور تم نے کسی کو دیا تو نہیں؟" اس نے رازداری سے پوچھا۔

جبرو نے جیب سے رومال نکال کر کھولا اور دو سو روپے نکال کر منگے کی ط
بڑھائے۔ "میرا ایک دوست شہر سے آیا ہے۔ لاری اڈے پر ہے۔ وہ اسے خ
چاہتا ہے۔ اس نے دو سو روپے دیے ہیں"۔

منگا دو سو کے نوٹ دیکھ کر خوش ہوگیا۔ چوری کے ریوالور کی اتنی رقم ا
کبھی نہیں مل سکتی تھی۔ نوٹ جبرو کے ہاتھ سے لے کر اس نے صدری میں ٹھو
اور بولا۔ "تم کارخانے چلو' میں ریوالور لے کر آتا ہوں"۔

جبرو کارخانے میں آگیا۔ وہ احاطے میں اس طرح بے چینی سے ٹہلنے لگا جیسے
پنجرے میں شیر پھر رہا ہو۔ تھوڑی ہی دیر بعد منگا آگیا۔ تھیلا اس کی بغل میں ت
اس نے احاطے کا دروازہ بند کیا اور تھیلے سے ریوالور نکال کر جبرو کو دے دیا۔
جرمن ریوالور ہے۔ بارہ گولیاں بھری ہوئی ہیں اس میں"۔

"میں لاری اڈے جا کر ریوالور اپنے دوست کے حوالے کر آؤں' تم کسی
اس کا ذکر مت کرنا"۔

"ارے نہیں جبار بھائی۔ یہ تو ہمارا تمہارا آپس کا معاملہ ہے"۔

جبرو تیزی سے احاطے سے باہر نکل گیا۔ اس نے لاری اڈے جانے کے لئے
یتوں کا راستہ چنا تھا تاکہ تب تک چوئی وہاں سے نکل جائے جب لاری اڈہ قریب
تو جبرو ٹاہلی کے ایک درخت کے پیچھے ہوگیا۔ سامنے جی ٹی روڈ پر کھڑی لاریاں نظر
ہی تھیں۔ دو لاریوں کے رخ جالندھر کی طرف تھا۔ جبرو کو یقین تھا کہ چوئی اسی
ی میں سوار ہوا ہو گا۔ وہ لاری امرتسر کی طرف روانہ ہو گئی تو وہ ٹاہلی کے پیچھے
ے نکل کر اڈے پر آگیا۔ اسے چوئی کہیں دکھائی نہ دیا۔ وہ جا چکا تھا۔ امرتسر جانے
ی دوسری لاری کو جالندھر سے آنا تھا۔

جبرو نے اپنے منہ اور سر پر اس طرح زرد رنگ کا صافہ لپیٹ رکھا تھا کہ پہلی
ر میں وہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ ریوالور والا تھیلا اس نے کھیتوں میں پھینک کر ریوالور
اپنی شلوار میں اڑس لیا تھا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد جالندھر کی طرف سے لاری آکر
ے پر رک گئی۔ جبرو نے امرتسر کا ٹکٹ لیا اور لاری میں دوسرے مسافروں کے
تھ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ لاری میں کون کون بیٹھا ہے۔ وہ
کی میں سے باہر دیکھ رہا تھا لیکن اپنے خیالوں میں اس قدر گم صم تھا کہ اسے وہ
یں بھی نظر نہیں آرہی تھیں جن کی طرف وہ ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

لاری چل پڑی اسے بجلی والی نہر کا انتظار تھا جو امرتسر شہر کے مضافات شروع
تے ہی آجاتی تھی۔ جبرو اس نہر پر گرمیوں میں نہایا کرتا تھا۔ وہ اس نہر کے پل کو
ی طرح سے پہچانتا تھا۔ نہر کا پل دور ہی سے جبرو نے دیکھ لیا۔ اس نے کلینر سے
ا۔ "مجھے یہاں اترنا ہے"۔ کلینر نے لاری رکوا دی۔ جبرو لاری سے اتر گیا اور لاری
گے روانہ ہو گئی۔

جبرو نے لاری سے اترتے ہی کھیتوں کا رخ کر لیا۔ سڑک کی ڈھلان اتر کر وہ
م کے کھیتوں میں داخل ہو گیا اور کچھ دور جا کر پیپل کے ایک درخت کی چھاؤں
ں آکر بیٹھ گیا اور گھٹنے بازوؤں میں دے کر خاموشی سے نہر کے کناروں کو گھورنے
ا۔ اسے شام کا اندھیرا ہوتے ہی نہر کے دوسرے کنارے کی طرف جانا تھا۔ ٹیکم

بدمعاش کا خفیہ اڈہ اسے معلوم تھا۔ یہ جگہ اینٹوں کے ایک ویران بھٹے کے بیچ
کے اندر تہ خانے کی شکل میں بنائی گئی تھی اور یہاں ٹیکم بدمعاش ناجائز منشیات کی
تھیلیاں اور دیسی شراب کے پیپے رکھتا تھا۔ تہ خانے میں جانے کے لئے دو راستے
ایک راستہ تو بھٹے کی دوسری طرف والے اونچے ٹبے میں سے ہو کر اندر جاتا
دوسرا خفیہ راستہ اینٹوں کے ویران بھٹے کے نیچے سے ہو کر جاتا تھا۔ جبرو ان
راستوں سے واقف تھا۔

دوپہر کے بعد جبرو کو شدید بھوک کا احساس ہوا۔ اس نے ارد گرد نگاہ ڈا…
علاقہ ویران تھا۔ وہ ایک کھیت میں گھس گیا یہاں ہرے بھرے گندم کی کھی…
مولیاں اور گاجریں بھی اگی ہوئی تھیں۔ اس نے دس بارہ گاجریں اور مولیاں ا…
نہر پر لا کر انہیں دھو کر صاف کیا اور بیٹھ کر انہیں کھانے لگا۔

خدا خدا کر کے سورج ڈھلا۔ جونہی اندھیرا ذرا گہرا ہوا وہ درخت کے…
اٹھ کر بھٹے کی طرف چل دیا کچھ دیر بعد اسے بائیں جانب ویران میدان میں
اور ٹھنڈے اینٹوں کے بھٹے کی ایک طرف کو جھکی ہوئی لوہے کی چمنی نظر آ…
یہی بھٹہ اس کی منزل تھی۔ ٹیکم کا خفیہ تہ خانہ اسی بھٹے کے عقب میں زمین…
تھا۔ یقیناً جبرو کا دشمن اور اس کی بہن اور بہنوئی کا قاتل کانتی بدمعاش بھی وہیں…

جبرو نے ایک گہرا سانس بھرا۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں سانپ کی آ…
طرح چمک رہی تھیں۔ چاروں طرف ایک عجیب قسم کی وحشت انگیز خامو…
ہوئی تھی جب اسے یقین ہو گیا کہ آس پاس کوئی نہیں ہے تو وہ اٹھا اور بجھے
ہوئی چمنی کے رخ پر چلنے لگا۔ اس کے جوتوں کے نیچے شور زدہ زمین کے کنکر…
تھے۔ بھٹے کے پاس آکر وہ محتاط انداز میں چلنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ سانس۔
اسے معلوم تھا کہ زمین دوز تہ خانے کا بھٹے والا خفیہ دروازہ کس طرف ہے
پھونک کر پاؤں رکھتا بھٹے کے پیالے ایسے سنسان گڑھے میں اتر کر دیوار کے
گیا۔ خفیہ دروازہ جلی ہوئی اینٹو کی ایک اونچی ڈھیری کے پیچھے تھا۔ وہاں سے

…ان کے آہستہ سے کھانسنے کی آواز آئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ دروازے پر بھی
…بکم بدمعاش کا آدمی پہرہ دے رہا ہے۔

جبرو ہمہ تن گوش تھا۔ اسے پھر کھانسی کی آواز نہ آئی تو آہستہ آہستہ اینٹوں کے
…یر کی طرف بڑھا۔ اس نے صافہ سر سے اتار کر اسے لپیٹ کر رسے کی طرح بن لیا
… جونہی وہ اینٹوں کی دیوار کی دوسری جانب آیا اسے ایک انسانی ہیولا بیٹھا دکھائی
… یہ وقت ضائع کرنے کی گھڑی نہیں تھی۔ جبرو ایک دم آگے بڑھا۔ بیٹھے ہوئے
…ی نے پلٹ کر دیکھا۔ جبرو اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

اندھیرے میں بھی اس آدمی نے جبرو کو پہچان لیا۔ اسکے حلق سے صرف اس
…ر نکلا "جبرو"۔ دوسرے لمحے جبرو کا صافہ اس کی گردن میں پڑا اسے شکنجے کی طرح
…ں رہا تھا۔ یہ ٹیکم کا نوکر بھیکو تھا' مگر وہ جبرو کو دیکھ چکا تھا۔ جبرو اسے زندہ نہیں
…وڑ سکتا تھا۔ اس نے صافے کو مروڑنا شروع کر دیا۔ بھیکو کمزور سا آدمی تھا۔ بہت
…ر اس کی گردن ایک طرف لٹک گئی۔

جبرو آگے بڑھا تو اسے چند قدموں کے فاصلے پر نیچے روشنی نظر آئی۔ وہ پاؤں کو
دبا کر رکھتا آگے بڑھا۔ کھوہ ایک غار کی طرح تھی۔ جب وہ تہ خانے کی ڈھلان پر
…ا تو اسے پہلی بار ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔ یہ ٹیکم داس کی آواز تھی۔ وہ کسی
…ر جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔

"تم نشہ کر کے کیوں گئے تھے۔ جس آدمی نے تمہیں جبرو کی بہن اور اس کے
…و قتل کرتے دیکھا ہے پولیس نے اسے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ میں اسے
…رنے کی کوشش میں لگا ہوں۔ گدھے تم ہوش میں ہوتے تو اس عینی گواہ کو بھی قتل
…ر دیتے"۔

کانتی کی آواز بلند ہوئی۔ "لالہ جی! میں جبرو سے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ اسی
…رح لے سکتا تھا۔ اگر شراب پی کر نہ جاتا تو شاید میرے پاؤں لڑکھڑا جاتے۔ کیا میں
…ئی بھاگ جاؤں؟"

کانتی کی آواز جبرو کے اندر جیسے لاوے کی ایک تند اور کھولتی ہوئی لہر اٹھی
اس نے تھوڑ سا سر آگے کر کے دیکھا۔ بالکل سامنے کانتی اور ٹیکم بدمعاش اور پاس
میں دو اور بدمعاش بیٹھے پنکھے جھل رہے تھے۔

جبرو نے سب سے پہلے کانتی بدمعاش کا نشانہ لیا۔ وہ چند گز دور ہی تھا۔

جبرو نے اس سے پہلے پستول یا ریوالور کبھی نہیں چلایا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اسے کس طرح چلایا جاتا ہے۔ اس نے ریوالور کا گھوڑا پیچھے کھینچا اور پھر اسے دبا دیا۔ ایک دھماکہ ہوا۔ جبرو کو جھٹکا لگا۔ تہ خانے میں ایک چیخ بلند ہوئی۔ جبرو اچھل کر سامنے آگیا۔ اس نے ٹیکم داس کو زد میں لے کر فائر کر دیا۔ دوسرے دونوں بدمعاش دروازے کی طرف دوڑے جبرو نے پہلے ایک کی پیٹھ پر اور پھر دوسرے کی پیٹھ پر گولی چلا دی۔ چار لاشیں تہ خانے میں پڑی تڑپ رہی تھیں

جبرو نے سب سے پہلے کانتی کو دیکھا۔ گولی اس نے اس کے سینے پر چلائی تھی جو اس کے منہ پر ناک کے اوپر لگی تھی اور اس کا آدھا سر اڑ گیا تھا۔ ٹیکم داس کی گردن پر گولی لگی تھی۔ وہ خون میں لت پت پڑا تڑپ رہا تھا۔ جبرو نے پستول کی نالی ٹیکم کے سر کے ساتھ لگا کر ایک اور فائر کر دیا۔ اس کا بھیجہ باہر آگیا۔ اب اس نے دوسرے بدمعاشوں کا رخ کیا۔ وہ فرش پر اوندھے منہ دروازے کے پاس پڑے کراہ رہے تھے۔ جبرو نے مزید دو گولیاں چلا کر ان کی کھوپڑیاں بھی اڑا دیں۔

اب اس کے ریوالور میں چار گولیاں رہ گئی تھیں۔ جبرو کانتی کی لاش کے اوپر آگیا۔ اس نے ریوالور کی نالی نیچے کر کے یکے بعد دیگرے چاروں گولیاں اس کے جسم میں پیوست کر دیں۔ اس کے دل میں جو آگ صبح سے بھڑک رہی تھی اب وہ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

وہ تہ خانے سے نکل کر اوپر بیٹھک میں آگیا۔ یہ دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا کہ جس آدمی کو اس نے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا تھا۔ وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ تو کیا وہ زندہ تھا اس نے جبرو کو پہچان لیا تھا۔ خالی ریوالور جبرو کے ہاتھ میں تھا۔ وہ چھلانگیں لگاتا ہوا

باہر آگیا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بھاگے ہوئے عینی گواہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ اسے کہاں نظر آسکتا تھا۔ اب اس کا وہاں کھڑے رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اس نے پستول اپنی شلوار کے نیفے میں چھپایا اور نہر کے پل کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔

بھیکو پہرے دار زندہ بچ گیا تھا۔ وہ جبرو کو پھانسی چڑھوا سکتا تھا۔ سب سے قریبی چوکی رام باغ میں تھی۔ جبرو نے اندازہ لگایا کہ وہ جب تک بھیکو بدمعاش رام باغ کی چوکی تک پہنچتا ہے وہ کافی دور نکل جائے گا۔ اس نے پل پر آتے ہی جالندھر کا رخ کر لیا۔ وہ سڑک سے اتر کر کھیتوں میں آگیا۔ اچانک اسے ایک لاری پل پر سے آتی دکھائی دی اس کی روشنی سڑک پر پڑ رہی تھی۔ وہ سڑک پر آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے لاری کو ہاتھ دیا۔ لاری رک گئی اور وہ جلدی سے اس پر سوار ہو گیا۔ جالندھر شہر کی روشنیاں نظر آئیں تو جبرو نے کلینر سے کہا۔ "مجھے یہاں اتار دو"۔

لاری رکی اور وہ اندھیرے میں گم ہو گیا۔ وہ جلد سے جلد سامنے والے ریلوے اسٹیشن سے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ کھیتوں اور میدان کا ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد وہ ریلوے اسٹیشن سے کوئی ایک فرلانگ آگے نکل کر جی ٹی روڈ پر مڑ گیا اور لدھیانے کی طرف سڑک کے کنارے کنارے ٹاہلی کے درختوں میں ہو کر چلنے لگا۔ آگے ایک اندھا کنواں آگیا جس پر بنی ہوئی لکڑی کی چھتری ایک طرف کو بیٹھ گئی تھی۔ جبرو نے شلوار کے نیفے سے ریوالور نکالا اور کنوئیں میں پھینک دیا اور آگے بڑھ گیا۔

کوئی ایک میل پیدل چلنے کے بعد اسے پیچھے سے لاری کی روشنی دکھائی دی۔ وہ سوچنے لگا کہیں اس میں پولیس نہ ہو۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ لاری اس کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ کلینر نے پیچھے سے سر نکال کر پوچھا۔

"کتھے جانا اے بھائی؟"

جبرو جلدی سے اس میں بیٹھ گیا۔ لاری کھنہ تک جا رہی تھی۔ اس میں پولیس کا ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ کھنہ اتر کر جبرو نے دوسری لاری پکڑی اور لدھیانے

روانہ ہو گیا۔ جب وہ لدھیانے پہنچا تو رات کے دس بج رہے تھے۔ اس کی منزل
تھی۔ وہ اپنے جگری یار کمالے کے پاس جانا چاہتا تھا۔ لاری اڈے سے کچھ ہی فا
پر لدھیانہ ریلوے اسٹیشن کے سگنلوں کی ہری اور لال روشنیاں دکھائی دے ر
تھیں۔ اسٹیشن پر جاتے ہوئے جبو کچھ ہچکچا رہا تھا۔ وہاں اس کے پکڑے جا
اندیشہ تھا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ امرتسر سے نو بجے روانہ ہونے والی فرنٹیئر م
لدھیانے پونے گیارہ بجے پہنچ جاتی ہے۔ جبو فرنٹیئر میل پکڑ کے دلی اور دلی سے
دوسری ریل گاڑی میں سوار ہو کر کلکتے کی طرف نکل جانا چاہتا تھا۔ مگر ابھی گا
آنے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ جبو سڑک سے ہٹ کر اندھیرے میں ریلوے یارڈ
طرف چلا۔ وہ سیدھے راستے سے اسٹیشن نہیں جانا چاہتا تھا۔ اسٹیشن پہنچ کر اس
قطار میں کھڑے ہو کر دلی تک کا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا اور پلیٹ فارم پر دیوار
ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

انتظار کی گھڑیاں ناقابل برداشت ہو رہی تھیں خدا خدا کر کے فرنٹیئر میل
انجن کی روشنی پلیٹ فارم پر داخل ہوتی دکھائی دی۔ مسافروں میں جیسے بھگدڑ مچ گئی
جبو تھرڈ کلاس کے ایک ڈبے میں دوسرے مسافروں کے ساتھ گھس گیا جب تک ٹر
لدھیانے سے نکل نہیں گئی۔ اسے تشویش ہی رہی لیکن کلکتے تک کا سفر پر سکو
گزرا۔ راستے میں نہ تو اسے کسی نے مشکوک نگاہوں سے دیکھا اور نہ ہی اسے کو
پریشانی لاحق ہوئی۔ جس وقت وہ ہاوڑہ اسٹیشن پر اترا تو صبح ہو رہی تھی۔ موسم ابر
تھا۔ رات کو بارش ہوتی رہی تھی۔ جس کی وجہ سے سڑکیں گیلی تھیں۔ وہ بعض
وجوہات کی بناء پر دن کے وقت کالے پہلوان کے اڈے کی طرف نہیں جانا چاہتا تھا
اچانک اسے اپنے گروہ کی سکھ عورت جویندی کا خیال آگیا۔ وہ اسی کی طرف چل پڑا
کلکتہ اسٹیشن کا یارڈ بہت کشادہ اور وسیع تھا۔ جگہ جگہ انجن شنٹ کر رہے تھے
جویندی کے کوارٹر تک پہنچنے کے لئے یہ راستہ محفوظ تھا۔ جبو نے یارڈ عبور کیا اور شیڈ
کے عقب سے ہو کر اس گلی میں آگیا جہاں جویندی رہتی تھی۔ اس کے کوارٹر کا

دروازہ بند تھا۔

جبو نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی تو اندر سے جویندی کی آواز آئی۔

"کون ہے وے؟"

جبو نے دروازے کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔ "میں ہوں جبو"۔

اندر ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر دروازہ کھل گیا۔ سامنے جویندی کھڑی تھی۔ "جلدی سے اندر آجا"۔ جویندی نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔ "تجھے کسی نے دیکھا تو نہیں؟" اس نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

"گلی میں صرف بچے کھیل رہے تھے"۔

جویندی نے اشارے سے جبو کو کوٹھری کے اندر چلنے کو کہا اور خود بھی اندر آگئی۔ "امرتسر سے پولیس کا ایک تھانیدار چار سپاہیوں کو لے کر تیری کھوج میں یہاں پہنچ چکا ہے۔ تم نے یہ کیا کر دیا جبو! اکٹھے چار آدمیوں کو مار ڈالا"۔

جبو نے اپنے سر سے صافہ اتار کر منہ پر آیا ہوا پسینہ پونچھا اور کہا۔ "ان باتوں کو چھوڑ جویندی۔ تو میرا ایک کام کر دے۔ کسی طرح مجھے کمالے سے ملا دے۔ اسے یہاں بلا لا"۔

"تیرا یہاں رہنا ٹھیک نہیں جبو۔ میرے ساتھ آ میں تجھے ایک اور جگہ چھپا دیتی ہوں۔ کمالے کو وہاں بھیج دوں گی۔ چل اٹھ، جلدی کر"۔

جبو اٹھ کر جویندی کے ساتھ گلی میں آگیا۔ جویندی ایک دلیر سکھ عورت تھی۔ وہ شلوار قمیض میں تھی اور سر پر دوپٹہ تھا۔ ہاتھ میں کڑا تھا اور بغل میں کرپان لٹک رہی تھی۔ ذرا فاصلے پر ایک ریلوے شیڈ بند پڑا تھا۔ جس سے تھوڑی دور ایک جگہ ناریل کے درختوں میں ڈھلانی چھت والی چھوٹی سے کوٹھری تھی۔ جویندی وہاں جا کر رک گئی۔ چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی پھر دوپٹے سے بندھی ہوئی چابی لگا کر کوٹھری کا دروازہ کھولا۔ اور جبو کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ جبو کوٹھری میں گھس گیا۔ یہاں ناریل کی چھال کا ڈھیر لگا تھا۔

"چپ چاپ یہاں بیٹھا رہ جبو"۔ اس نے ہدایت کی اور دروازے میں
ڈال کر واپس چل دی۔

کوٹھری میں گرمی اور اندھیرا تھا مگر اسے کسی نہ کسی طور گزارا کرنا تھا۔ اس
نے سگریٹ سلگائی اور حالات پر غور شروع کر دیا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اب
کس قسم کی زندگی اس کی تقدیر میں لکھی ہے۔ اب اپنی مرضی سے زندگی بسر نہیں
سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے باہر قدموں کی آواز سنائی دی۔ جبو نے جلدی سے
سگریٹ بجھا دی اور بند دروازے کی دراز سے آنکھ لگا کر باہر دیکھنے لگا۔ بہت دیر کے
بعد اس کے دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اب اس کا جگری یار کمالا کوٹھری کی
طرف چلا آرہا تھا۔ جبو پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تالے میں چابی لگی اور دروازہ کھل
گیا۔ کمالے نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ دونوں گہرے دوست ایک دوسرے کے
گلے لگ گئے۔

"جبو۔ تیری جگہ اگر میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا"۔ دونوں دوست وہیں بیٹھ
گئے اور باتیں کرنے لگے۔ کمالے نے کہا۔ "تو نے اس گدھے بھیکو کو زندہ کیوں
چھوڑا۔ اگر تو اسے بھی مار ڈالتا تو اتنی مشکل نہ پڑتی"۔

"میں نے اپنی طرف سے اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا مگر وہ الو مرا نہیں تھا۔
اس کی موت نہیں لکھی تھی۔ میں کیا کرتا؟"

"کالے پہلوان نے پولیس کو بتا دیا ہے کہ جبو یہاں سے جا چکا ہے۔ پولیس
ویسے بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈالے گی مگر پنجاب کی پولیس ابھی واپس نہیں گئی۔ تمہاری
کوئی خالہ کی لڑکی ذکریا اسٹریٹ میں رہتی ہے"۔

جبو نے چونک کر پوچھا۔ "ہاں۔ اسے کیا ہوا؟"

"ہوا تو کچھ نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ پولیس تمہاری تلاش میں اس کے گھر
بھی گئی تھی"۔

"پولیس نے انہیں تنگ تو نہیں کیا؟" جبو نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

"نہیں کیوں تنگ کرے گی پولیس۔ تمہارا پتا کرنے گئی تھی۔ تم نہیں ملے تو
واپس آگئی۔ وہ شریف لوگ ہیں۔ تمہاری خالہ کی لڑکی کے خاوند نے سنا ہے کہ
تھانیدار کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہمارا جبو سے کوئی رشتہ ناتا نہیں ہے اور ہم سے
کبھی نہیں ملتے"۔

جبو اداس سا ہو گیا۔ اسے وہ رات یاد آگئی جب ثریا کے خاوند کو انتہائی خراب
حالت میں بازار سے اٹھا کر اس کے گھر پہنچایا تھا۔ جبو ایک ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش
بیٹھا اندھیرے میں گھورتا رہا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ پولیس تمہارے پیچھے لگی ہے۔ یوں کب تک اس
سے بچتے پھرو گے؟"

جبو چپ رہا۔ وہ کیا جواب دیتا۔ کمالا دھیمی آواز میں جیسے اپنے آپ سے کہہ
رہا تھا۔ "ساری گڑ بڑ عینی گواہ کی ہے۔ اسے مار ڈالنا چاہئے تھا۔ میں ہوتا تو اسے ہرگز
زندہ نہ چھوڑتا۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ کلکتے میں تم نہیں رہ سکتے۔ آخر کب تک چھپے
رہو گے۔ آدمی تنگ آجاتا ہے۔ پنجاب تم نہیں جا سکتے"۔

میں برما نہ چلا جاؤں؟" جبو نے پوچھا۔

"جا تو سکتے ہو مگر وہاں بھی گورے کا راج ہے۔ تمہاری ذرا سی بھی مخبری ہو گئی
تو انگریز ڈی ایس پی رنگون بھی پہنچ جائے گا"۔

جبو نے گردن جھٹک کر کہا۔ "یار جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں یہاں مردار بن
کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تم میرا رنگون جانے کا بندوبست کرو کسی طرح۔ تم کر سکو
گے؟"

"جبو۔ تجھے یار کہا۔ تیرے لئے جان بھی حاضر ہے۔ ایسی بات پھر نہ کہنا۔ ایک
بار پھر سوچ سمجھ لے۔ اگر تو رنگون ہی جانا چاہتا ہے تو اس کا انتظام بھی ہو جائے گا
مگر یار۔ تجھے اس حالت میں اکیلا چھوڑنے کو دل نہیں مانتا۔ میں بھی تیرے ساتھ
چلوں گا"۔

جبو نے کمالے کی کلائی پکڑ لی۔ "کمالے! میرا معاملہ دوسرا ہے۔ کچھ پتا
رنگون جا کر کیسے حالات پیش آجائیں۔ کہاں کہاں دربدر بھٹکنا پڑے۔ تم میرے
اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو۔ اور پھر میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں"۔

کمالا خاموش ہوگیا۔ جبو کہہ رہا تھا۔ "رنگون میں سنا ہے پنجابیوں کا ایک
ہے۔ میں تاش کی شارپنگ کر لیتا ہوں وہاں اپنے لئے جگہ بنالوں گا۔ میں اپنا نام
بدل دوں گا اور مونچھیں رکھ لوں گا۔ بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان
نکل جاؤں گا۔ تم آج ہی میرے رنگون جانے کا بندوبست شروع کر دو"۔

"تم جیسا کہو گے میں ویسے ہی کروں گا جبو' مگر سب سے پہلے تمہیں یہاں
نکال کر کسی محفوظ جگہ پہنچانا ہوگا۔ اس کال کوٹھری میں تم نہیں رہ سکتے"۔

جبو نے پوچھا۔ "اس شہر میں کون سی محفوظ جگہ ہو سکتی ہے۔ کالا پہلوان اب
میری ذمے داری نہیں لے گا' میرے پیچھے چار آدمیوں کا خون ہے اور یہ خون
نے کالے کے لئے نہیں کیے"۔

کمالا ہاتھ جھٹک کر بولا۔ "کالے پہلوان کو چھوڑ یار۔ وہ کاروباری آدمی ہے
میں خود تمہارا کوئی انتظام کرتا ہوں"۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ہاں یار! اب تم ہرنام
کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے؟"

"ہرنام سنگھ جو۔۔۔ جوہندری کا خاوند رہ چکا ہے"۔

"ارے ہاں یار وہی ہرنام"۔ کمالے نے کہا۔ "وہ آج کل یہاں سے تین
میل دور جوگ بن کے جنگل میں تاڑی نکلوا کر شہر سپلائی کرتا ہے۔ یاروں کا یار ہے
اسے تمہارے بارے میں کچھ معلوم بھی نہیں ہے۔ جب تک میں تمہارے رنگون
جانے کا محفوظ انتظام نہیں کر لیتا تم اس کے پاس رہو۔ وہ جگہ جنگل میں ہے۔ وہاں
کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ آج شام کو نکل چلتے ہیں۔ ہری گنج سے چھوٹی لائن جوگ بن
جاتی ہے۔ تم اس کا ذکر جوہندری سے نہ کرنا۔ میں شام کو آؤں گا جب تک تمہیں اس
کوٹھری میں رہنا ہوگا۔ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا لیکن کمالے میرے پاس ہتھیار نہیں ہے۔ مجھے کہیں
سے ایک چاقو ضرور لا دینا۔ میں خالی ہاتھ نہیں رہنا چاہتا"۔

کمالے نے ہنس کر کہا۔ "یار اب تو تو پستولیں چلانے لگا ہے۔ چاقو لے کر کیا
کرے گا۔ اچھا میں تیرے لئے شام کو چاقو لیتا آؤں گا"۔

کمالا چلا گیا۔ جبو کنڈی لگا کر اس حبس اور گرمی میں بیٹھ گیا۔ باہر رم جھم
شروع ہو گئی۔ یہ کلکتے کی جھڑی تھی جو کئی کئی دن تک چلتی ہے تھوڑی دیر گزری
تھی کہ جوہندری جبو کے لئے تھالی میں چاول اور دال لے آئی۔ "اسے کھالو جبو۔۔۔ کمالا
کیا کہہ رہا تھا"۔

"کچھ نہیں۔ وہ کیا کہے گا۔ بے چارہ میری خاطر پریشان ہو رہا تھا"۔

"اب تم نے کیا سوچا ہے؟"

"سوچنا کیا ہے جوہندرے۔ کمالے نے ایک خفیہ ٹھکانا بتا دیا ہے۔ آج شام وہاں
اٹھ جاؤں گا۔ آگے اللہ مالک ہے"۔

کھانا کھانے کے بعد جبو کو کچھ توانائی محسوس ہوئی۔۔۔ جوہندری برتن اٹھا کر لے
گئی اور جبو اندر سے کنڈی لگا کر وہیں چھال کے ڈھیر سے ٹیک لگا کر سگریٹ پینے لگا۔

شام کو کمالا آیا اور جبو کو ایک ٹیکسی میں بٹھا کر ہرنام سنگھ تاڑی والے کے پاس
لے گیا۔ ہرنام سنگھ جوگ بن کے جنگل میں رہتا تھا۔ اسے ہر وقت چڑھی رہتی تھی
اور سر کا بال اکثر کھلے رکھتا تھا۔ کمالے اور جبو کو دیکھ کر اس نے ہاتھ کھول دیے اور
بھڑک مار کر بولا۔ "اوہ میرے حتر پیارے آگئے نے"۔

کمالے نے ہرنام سنگھ کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا۔ "ہرنامے۔ پہلوان نے کہا
ہے کہ جبو کچھ روز تمہارے پاس رہے گا"۔

"کوئی گل نہیں بھاپے۔ ہرنام سیوں تمہارا۔ تم ہرنام سیوں کے جبو ساری
زندگی یہاں رہے۔ کھائے پئے اور بھڑکیں مارتا پھرے"۔

کمالے نے جبو کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ "بما جانے کے لئے صرف ایک

پرمٹ لینا پڑتا ہے۔ میں وہ لے لوں گا۔ ہفتے میں ایک بار پانی کا جہاز جاتا ہے ر
کو، تمہیں کسی اور نام سے جہاز پر چڑھانا ہوگا۔ فکر نہ کرو۔ میں سارا بندوبست کر
ہی آؤں گا۔ یہاں تم آرام سے رہنا"۔

کمالا اسی رات ٹیکسی میں بیٹھ کر کلکتے واپس چلا گیا۔ ہرنام سنگھ نے تاڑی
جنگل میں زمین سے تین فٹ اونچی مچان باندھ کر بانس کی دیواروں والے دو کمر
ڈال رکھے تھے جب پر کھپریل کی ڈھلوان چھت ڈال دی گئی تھی۔ ایک کمرے
ہرنامے نے تاڑی کے پیپے اسٹور کر رکھے تھے جبرو سے ہنس کر کہنے لگا۔

"بھاپا۔ تم میرے کمرے میں سونا میں تاڑی والی کھولی میں رہ لوں گا۔ تاڑ
سے مجھے پریم ہے۔ یہ میری پتنی ہے"۔

رات کو ہرنام سنگھ نے چار مرغیاں کٹوا کر آپ ہی انہیں بھونا۔ اس نے جبرو
تاڑی پیش کی۔ جبرو نے مسکرا کر کہا۔ "پیارے! تمہیں تو معلوم ہے میں نہیں پیتا"۔
ہرنام سنگھ جبرو کے حصے کی بھی چڑھا گیا اور پھر بہت جلد واہی تباہی بکنے لگا وہ اپنی سابقہ
بیوی جوبندی کو پہلے تو گالیاں دیتا رہا پھر جوں جوں رات گہری ہوتی گئی وہ جوبندی کا نام
لے لے کر اسے پکارنے لگا پھر رونے لگا اور آخر کار کمرے کے باہر برآمدے میں لڑ
سو گیا۔

پانچویں دن شام کو کمالا آ گیا۔ اس نے بتایا کہ سارا بندوبست ہو گیا ہے۔ وہ
ٹیکسی میں آیا تھا اور اسی ٹیکسی میں جبرو کو اپنے ساتھ لے گیا۔ رات انہوں نے
جوبندی کے کوارٹر میں گزاری۔ بحری جہاز صبح سات بجے کلکتہ کے خضر پور جیٹی سے روانہ
ہونے والا تھا کمالے نے سارا انتظام ایک ایجنٹ کو رشوت دے کر کیا تھا۔ جبرو کو بنگالی
طرز کی دھوتی اور کرتہ پہنا دیا۔ ایک دری میں بستر باندھ دیا۔ جبرو کو پانچ سو روپے بھی
دیئے اور کہا کہ وہ رنگون جا کر اپنی نئی زندگی سانیال گھوش ہی کے نام سے شروع
کرنے کی کوشش کرے۔

جبرو کو کمالے کی یہ تجویز پسند نہ آئی مگر وہ خاموش رہا۔ چھ بجے صبح کمالا جبرو کو

ٹیکسی میں بٹھا کر خضر پور کی بستی میں اپنے ایجنٹ کے پاس لے گیا۔ ایجنٹ ایک چالاک
بنگالی تھا اور وہ اسی قسم کا دھندا کرتا تھا۔ اس نے کمالے سے کہا کہ اب تم واپس جا
سکتے ہو۔ تمہارا آدمی رنگون پہنچا دیا جائے گا۔ کمالے نے اپنے جگری یار کو گلے لگا لیا۔

"میرے یار۔ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکا۔ تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں"۔
جبرو کی آنکھیں شاید زندگی میں پہلی بار بھیگی تھیں۔ کمالا چلا گیا۔ بنگالی ایجنٹ
نے اپنی حفاظت میں جبرو کو مال گودام والے گیٹ سے جیٹی میں داخل کیا اور جہاز میں
سوار کرا دیا۔

سات بجے جہاز کا لنگر کھینچ لیا گیا اور اس نے آہستہ آہستہ دریائے ہگلی کے
کشادہ پاٹ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ سارا دن جہاز دریائے ہگلی میں چلتا رہا۔ شام
کے وقت دریا کا پاٹ بے حد کشادہ ہو گیا اور دریا کے پانی میں سمندر کا سیاہ پانی ملنے
لگا۔ ایک بنگالی مسافر نے جبرو کو بتایا کہ اب ہم کالے پانی میں داخل ہو رہے ہیں۔ خلیج
بنگال کے سمندر کا پانی سیاہ ہے اور عام طور پر اسے کالا پانی ہی کہا جاتا ہے۔

مئی جون کے دن تھے سمندر بے چین تھا اور جہاز نے سمندر میں داخل ہوتے
ہی ڈولنا شروع کر دیا۔ جبرو کو چکر آنے لگے۔ وہ عرشے پر بستر بچھا کر لیٹ گیا۔ ساری
رات تیز ہواؤں میں جہاز بری طرح ڈولتے ہوئے سفر کرتا رہا۔ چوتھے روز دور سے برما کا
ساحل اور ساحل پر بنی ہوئی بڑی بڑی ٹینکیاں دکھائی دینے لگیں۔

رنگون میں جبرو کا کوئی جاننے والا نہیں تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار ملک سے باہر
نکلا۔ اسے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ پنجاب پولیس کے شکنجے سے بچ نکلنے میں
کامیاب ہو گیا ہے۔ اگرچہ رنگون بھی گوروں کی عمل داری میں تھا اور وہاں پر بھی جبرو
کی فائل پولیس ہیڈ کوارٹر میں پہنچ سکتی تھی مگر یہ دور کی بات تھی۔

جبرو نے ایک بار پھر یہی فیصلہ کیا کہ وہ رنگون میں کسی جوئے کے اڈے پر جانے
کی بجائے محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کی کوشش کرے گا۔ پہلی رات اس نے
بندرگاہ کے علاقے میں ہی ایک معمولی سے ہوٹل میں بسر کی۔

دوسرے دن اس نے سامان ہوٹل میں ہی رہنے دیا اور شہر کا چکر لگانے کو نکل کھڑا ہوا۔ دوسری جنگ عظیم کے بادل منڈلا رہے تھے اور رنگون کی خوبصورت کھلی سڑکوں پر جگہ جگہ ہوائی حملوں سے بچنے کے لئے زمین دوز پناہ گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ پھرتے پھراتے جبو ایک بازار میں آگیا۔ یہاں اسے ایک طرف سے پنجابی میں کسی کو گالی دے کر بلانے کی آواز آئی۔ جبو نے گردن پھیر کر دیکھا تو سامنے ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا جس کے باہر چبوترے پر انگیٹھیاں بنی تھیں جن پر بڑے بڑے تانبے کے پتیلے رکھے تھے۔ بورڈ پر اردو میں لاہوری ہوٹل لکھا تھا۔ گدی پر ایک پہلوان قسم کا چھوٹی داڑھی والا آدمی بیٹھا ایک نوکر کو ڈانٹ رہا تھا۔ اس آدمی نے نوکر کو پنجابی میں گالی دی تھی۔ جبو ہوٹل میں چلا آیا۔ اس نے اس وقت بنگالی دھوتی کرتے کے بجائے شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔

ہوٹل کے مالک نے جبو کو دیکھا اور ہنس کر بولا۔

"بھاجی! پنجابی ہو؟"

جبو نے خوش ہو کر کہا "جی بھاجی"۔

لاہوری ہوٹل کے ادھیڑ عمر مالک کا نام معراج دین تھا۔ اس نے جبو کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اسے بالائی والی چائے بنا کر دی اور پوچھا کہ وہ رنگون میں کیسے آیا ہے۔ کب آیا۔ کون کون اس کے ساتھ ہے؟

جبو نے کہا۔ "میں اکیلا ہی ہوں پہلوان جی۔ کل ہی آیا ہوں"۔

اس نے پہلوان کو اپنا نام احمد بتایا۔ اور کہا کہ وہ لاہور کے محلے وان وتاں کا رہنے والا ہے۔ دنیا میں اکیلا ہے۔ روزی کمانے رنگون چلا آیا ہے اور ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔

"پتر جی۔ پہلا کام تو تم یہ کرو کہ ہوٹل سے اپنا بوریا بستر اٹھا کر میرے ہوٹل میں آجاؤ۔ یہاں چار پانچ کمرے ہیں۔ تم بھی ایک طرف بستر لگا دینا۔ خدا نے چاہا تو تمہاری روزی کا بندوبست ہو جائے گا۔ تم کیا کام کر لیتے ہو؟"

جبو کو سوائے جوا کھیلنے، قالین بننے اور تاش کی شارپنگ کرنے کے اور کوئی کام نہ آتا تھا۔ یہ وہ پہلوان کو بتا نہیں سکتا تھا۔ اسے گاڑی چلانا اور موٹر کی تھوڑی مرمت کرنا بھی آتی تھی۔ اس نے یہی پہلوان کو بتایا۔

"پتر جی! میرے پاس موٹر تو ہے نہیں کہ تمہیں اپنا ڈرائیور رکھ لوں۔ اور تم لڑکے بھی نہیں ہو کہ ہوٹل میں چائے لانے لے جانے کے کام پر لگا دوں۔ تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟"

جبو جھٹ بولا۔ "میرے پاس پانچ سو روپے ہیں پہلوان جی"۔

پہلوان نے چٹکی بجا کر کہا۔ "تو پھر سمجھو کہ تمہارا کام بن گیا پتر جی!"

پہلوان معراج دین نے جبو کو تجویز پیش کی کہ اس کے ہوٹل کے باہر تھڑے پر سگریٹ پان بیڑی کا چھوٹا سا کھوکھا لگا لے "میں تم سے کھوکھے کا کوئی کرایہ نہیں لوں گا۔ یہاں پان سگریٹ کی بڑی بکری ہوتی ہے۔ تمہارا کام چل نکلے گا۔ کیا خیال ہے؟"

جبو کو اور کیا چاہئے تھا۔ وہ تو محنت مزدوری کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت جبو ہوٹل سے اپنا بستر اور ٹرنک اٹھا لایا۔ پہلوان معراج دین نے آدمی بلا کر اپنے ہوٹل کے باہر تھڑے کونے میں چھوٹا سا کھوکھا بنوانا شروع کر دیا۔ دو دنوں میں کھوکھا تیار ہو گیا۔ پہلوان معراج دین جبو کے ساتھ مارکیٹ میں گیا اور سگریٹ وغیرہ تھوک کے بھاؤ لا کر کھوکھے میں لگوا دیے۔

جبو کے لئے یہ کام بالکل نیا تھا مگر اس نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔ دس پندرہ دن میں ہی جبو کا کام چل نکلا۔ وہ وہاں لاہوریے کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اس نے اپنے کھوکھے پر بھی "لاہوری پان سگریٹ" کا بورڈ لکھوا کر لگا دیا تھا۔ سارا دن وہ کھوکھے میں بیٹھا پان سگریٹ بیچتا اور رات کو پہلوان کے دیے ہوئے کمرے میں فرش پر بستر بچھا کر سو جاتا۔

ایک دن سہ پہر کا وقت تھا۔ ہلکی ہلکی برسات ہو رہی تھی۔ جبو اپنے کھوکھے کی

گدی پر بیٹھا پان لگا رہا تھا۔ اس نے چھوٹی چھوٹی مونچھیں اور خشخشی داڑھی رکھی تھی۔ وہ سر پر خانے دار رومال باندھے رکھتا تھا۔ ہلکی بوندا باندی میں ایک ہتھ رکشا ہوٹل کے سامنے آ کر رکا اور رنگون پولیس کے دو سپاہی اتر کر پہلوان سے باتیں کرنے لگے۔ جبرو کا ماتھا ٹھنکا۔ رنگون ٹریفک پولیس کے سپاہی ہوٹل میں چائے وغیرہ پینے اور کھانا کھانے آتے جاتے تھے مگر یہ رنگون کی ریگولر پولیس کے آدمی تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک فائل بھی تھی۔

جبرو اپنے کام میں لگا رہا مگر اس کی ساری توجہ پولیس کے آدمیوں کی طرف لگی تھی۔ پہلے تو جبرو سمجھا کہ سپاہی کسی اور چکر میں آئے ہیں لیکن جب پہلوان نے جبرو کی طرف اشارہ کیا اور سپاہیوں نے جبرو کی طرف دیکھا تو جبرو کے ہاتھ سے پان چھوٹ گیا۔

پہلا خیال اس کے دل میں یہی آیا کہ وہاں سے بھاگ جائے لیکن اسی وقت پہلوان نے اسے آواز دے لی چنانچہ وہ ڈرا سہما سا اس کی طرف بڑھ گیا۔

"احمد پتر"۔ پہلوان نے نرمی سے اسے مخاطب کیا۔ "یہ کسی مفرور کی تلاش میں ہیں۔ میں نے کہا کہ بھائی احمد پتر تو شریف آدمی ہے اپنے لاہور سے آیا ہے۔ ویسے تم ان کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے تھانے چلے جاؤ۔ تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ وہاں تھو آنگ انسپکٹر میرا یار ہے۔ اسے میرا سلام کہنا۔ فکر کی کوئی بات نہیں پتر"۔

اب جبرو کو محسوس ہوا کہ اس نے وہاں سے بھاگ جانے کے خیال پر عمل نہ کر کے شدید غلطی کی ہے۔ سپاہیوں نے جبرو کو رکشے میں اپنے درمیان بٹھایا اور تھانے کی طرف روانہ ہو گئے۔

تھانے میں بری پولیس انسپکٹر تھو آنگ نے آنکھیں اٹھا کر جبرو کو دیکھا۔ جبرو نے پہلے خود سلام کیا پھر پہلوان معراج دین کا سلام پہنچایا۔ انسپکٹر نے دونوں میں سے کسی سلام کا بھی جواب نہ دیا۔ اس نے ہندوستانی میں جبرو سے اس کا نام پوچھا۔ جبرو نے

احمد لاہوریا بتایا۔ انسپکٹر نے پوچھا کہ رنگون کیوں آئے تھے؟ جبرو نے وہی کہانی دہرا دی کہ ماں باپ کی وفات کے بعد اکیلا رہ گیا تھا۔ کسی نے کہا کہ رنگون میں پنجابی لوگ پنجابیوں کی بڑی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ کرایہ اکٹھا کر کے یہاں آ گیا۔ اب محنت مزدوری کر کے روزی کماتا ہوں۔

انسپکٹر تھو آنگ اس دوران جبرو کو گھورتا رہا۔ جبرو نے بات ختم کی تو انسپکٹر دوبارہ اس سے مخاطب ہوا۔ "ابھی تم جاؤ۔" تم جو بولا ٹھیک بولا۔ ادھر رات کو ایک چوری ہو گیا تھا۔ تم کو اس واسطے بلایا کہ تم ادھر نیا نیا آیا ہے ہمیں تم پر شک تھا کہ چور لوگ تمہارے پاس مال رکھوا گیا۔ اب ہمیں تم پر شک نہیں۔ تم جا سکتا ہے"۔

جبرو سلام کر کے واپس آ گیا۔ اس کے دل سے ایک بوجھ ہٹ گیا تھا اور دوسرا بوجھ پڑ گیا تھا۔ اگر یہ معاملہ چوری کی واردات کا تھا تو پھر سپاہیوں نے پہلوان معراج دین سے یہ کیوں کہا کہ وہ پنجاب سے بھاگے ہوئے ایک مجرم کی تلاش میں ہیں۔ انسپکٹر نے کہیں مکاری سے کام تو نہیں لیا؟

"دیکھا پتر جی! میں نے کہا تھا کہ ذرا سی پوچھ گچھ ہی کرے گا انسپکٹر۔ ارے وہ میرا دوست ہے۔ میں اسے کھلاتا پلاتا رہتا ہوں"۔ واپسی پر پہلوان نے اس کی ہمت افزائی کی۔

"مگر پہلوان! آپ تو کہتے تھے کہ سپاہی کسی مفرور کی تلاش میں آئے ہیں اور انسپکٹر نے بتایا کہ علاقے میں کوئی چوری کی واردات ہوئی ہے جس کی وجہ سے مجھے بلایا ہے۔ یہ کیا چکر ہے؟"

پہلوان معراج دین نے ہنس کر کہا۔ "ارے یہ پولیس والے ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔ تو بے فکر ہو کر دکان پر بیٹھ۔ اب کوئی تیرے پاس نہیں آئے گا۔ شام کو میں خود انسپکٹر سے جا کر ملوں گا"۔

جبرو اپنے کھوکھے پر بیٹھ گیا لیکن اس کا دل ٹھکانے پر نہیں تھا۔ ضرور تھانے میں اس کے کیس کی فائل کے کاغذات کی نقل پہنچ گئی ہو گی۔ وہ جتنی دیر دکان پر

رہا۔ بے چین رہا شام کو پہلوان انسپکٹر سے ملنے تھانے گیا۔ خدا جانے اس نے انسپکٹر
سے کیا باتیں کیں۔ واپس آکر پہلوان نے جبو کو بہت تسلیاں دی تھیں۔

"پتر احمد! فکر کی کوئی بات ہی نہیں۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ احمد ہمارا پتر ہے
نہ وہ کوئی جرم کر کے بھاگا ہے اور نہ اس نے کوئی چوری کی ہے۔ بس' اب تو بے فکر
ہو جا۔ لا ایک سگریٹ پلا پاسنگ شو کا"۔

مگر اس رات جبو پوری طرح نہ سو سکا۔ اس نے جب بھی نیک دلی اور
ایمانداری سے محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کی کوشش کی تھی کوئی نہ کوئی
مصیبت اس کی راہ میں کھڑی ہو جاتی تھی۔ اسے پہلوان معراج کی باتوں کا زیادہ اعتبار
نہیں تھا۔ پہلوان مبالغہ پسند اور کوتاہ بین آدمی تھا۔ انسپکٹر نے اس سے جو کچھ کہا وہ
اس پر یقین کر کے واپس آگیا تھا لیکن جبو کی نگاہ معاملے کی گہرائی تک تھی۔ آخر
چار خون کر کے پنجاب سے بھاگا تھا اور یہ کوئی معمولی جرم نہیں تھا۔ زمانہ انگریز کا تھا
اور انگریز کے زمانے میں کیس کی مکمل پیروی کی جاتی تھی۔

جبو کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا حکمت عملی اختیار کرے۔ بہرحال
ایک فیصلہ اس نے کر لیا تھا کہ اگر ذرا سا بھی خطرہ پیدا ہو تو وہ وہاں سے مہاموا کی
طرف فرار ہو جائے گا جو برما کا مشرقی سرحدی علاقہ تھا۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ ایک رات جبو کھوکھا بند کر کے پہلوان کے پاس بیٹھا کھانا
کھا رہا تھا کہ ایک آدمی نے اندر آکر شور مچا دیا کہ جنگ شروع ہو گئی ہے۔ ہٹلر نے
حملہ کر دیا ہے۔ اس کی اطلاع غلط نہیں تھی۔ اسی رات بارہ بجے کے بعد رنگون شہر
کی ساری بجلی بند کر دی گئی اور شہر اندھیرے میں ڈوب گیا۔ یہ پہلا بلیک آؤٹ تھا۔
شہر کے لوگ جنگ کے بارے میں جگہ جگہ باتیں کرتے۔ روز رات کو بلیک آؤٹ
ہونے لگا حالانکہ جنگ وہاں سے کافی دور ہو رہی تھی مگر انگریز حالات کا مقابلہ کرنے کی
تیاری کر رہا تھا کیونکہ جرمن طیارے بحری جہازوں سے اڑ کر انگریزوں کے ملک پر
بمباری کر رہے تھے۔ برمی پولیس کو اپنی پڑ گئی لیکن جبو اب بھی پریشان تھا۔ ظاہر ہے

جنگ رنگون میں تو ہو نہیں رہی تھی پولیس کسی بھی وقت کچھ کر سکتی تھی۔

اس کی پریشانی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ رہی تھی کہ ایک دن میاں داد اس
کھوکھے پر سگریٹ لینے آیا۔ وہ جہلم کا رہنے والا تھا اور پہلوان معراج کے ہوٹل میں
کھانا وغیرہ پکانے کا کام کرتا تھا۔ اس نے قینچی کا سگریٹ لے کر سلگایا اور اس کا لمبا
سوٹا لگا کر بولا۔

"بھائی احمد میں تو انگریزوں کی فوج میں بھرتی ہو رہا ہوں"۔

جبو نے پوچھا۔ "کیا تجھے انگریزوں نے بھرتی کے لئے بلایا ہے؟"

میاں داد نے چٹکی سے سگریٹ کا گل جھاڑا۔ "ارے لام لگی ہے پیارے!
سیل بیرکس میں بھرتی کا دفتر کھلا ہے۔ رنگون کے پنجابی دھڑا دھڑ بھرتی ہو رہے ہیں۔
کہتے ہیں انگریز کی فوج میں بہت راشن ملے گا"۔ پھر وہ جبو کی طرف جھکا اور بولا۔
"احمد تم بھی میری طرح جوان ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ دونوں
اکٹھے بھرتی ہوتے ہیں۔ عیش کریں گے۔ سنا ہے انگریز فوج بھرتی کر کے ولایت بھیج رہا
ہے۔ گورے ہمیں دیکھیں گے۔ کیوں کیا خیال ہے؟"

جبو کو ایک نیا راستہ نکلتا نظر آیا۔ یہ اس کی سلامتی اور بچاؤ کا راستہ تھا۔ اگر
وہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہو کر وہاں سے باہر جانے میں کامیاب ہو جاتا تو پھر پولیس کا
باپ بھی اسے نہیں پکڑ سکتا تھا۔ جبو نے میاں داد سے پوچھا۔ "بھرتی کرتے وقت وہ
پوچھتے تو نہیں کہ کون ہو۔ رنگون میں کب آئے' کہاں سے آئے؟"

میاں داد بولا۔ "ارے مجھے بھرتی کرنے والا ایجنٹ خود ملا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ
جنگ بڑے زوروں پر ہے۔ انگریز کیپٹن سیلز بیرکس میں بیٹھا فیتے سے قد ناپتا ہے۔ اور
رنگروٹ کے چھاتی پر نیلا نشان لگا کر پاس کر دیتا ہے۔ کچھ نہیں پوچھتا کہ کہاں سے
آئے ہو اور کون ہو۔ کیا خیال ہے احمد یار؟ چلو گے میرے ساتھ؟"

"لیکن یار پہلوان جانے نہیں دے گا"۔

میاں داد نے آنکھ مار کر کہا۔ "ارے اسے کون خبر کرے گا پیارے۔ ہم کسی کو

کانوں کان خبر نہیں ہونے دیں گے"۔

یہی جبرو اس کے منہ سے نکلوانا چاہتا تھا۔ "تو پھر میں بھی تیار ہوں بھرتی ہونے کے لئے۔ تم کب چلو گے؟"

میاں داد خوش ہو گیا۔ "بھرتی تو سارا دن ہوتی رہتی ہے۔ رنگون میں صرف پنجابی ہی بھرتی ہو رہے ہیں۔ کچھ مدراسی بھی ہوئے ہیں۔ ایجنٹ بتا رہا تھا کہ انگریز مدراسیوں کو لانگری بھرتی کرتا ہے اور پنجابیوں کو فوج میں بھیجتا ہے۔ ابھی پہلوان گدی پر ہے وہ تھوڑی دیر میں دوپہر کا کھانا کھانے گھر جائے گا۔ بس اسی وقت نکل چلیں گے مگر تم کھوکھے کا کیا کرو گے؟"

جبرو بولا۔ "ارے کھوکھا پیچھے پہلوان سنبھال لے گا۔ میں تو اپنا بستر اور ٹرنک بھی ساتھ نہیں لوں گا"۔

"بھرتی ہونے کے بعد بستر ٹرنک سب نیا ملے گا۔ راشن وردی بھی مفت ہو گی۔ اچھا۔ میں دوپہر کے بعد ہوٹل سے نکل کر سینما والی سڑک کی طرف چلوں گا۔ تم میرے پیچھے پیچھے آجانا"۔

اور میاں داد جبرو کو آنکھ مار کر ہوٹل کے اندر چلا گیا۔ دوپہر کے دو بجے پہلوان گدی سے اٹھا اور صافہ کاندھے پر رکھ کر نوکروں کو ہدایت دیتا ہوا کھانا کھانے گھر چل پڑا۔ جبرو پہلے ہی تیار تھا۔ اس نے ساری نقدی جو کل دو سو بیس روپے بنتے تھے گلے میں سے نکال کر جیب میں رکھ لی اور اطمینان سے کھوکھے سے نیچے اتر آیا اور میاں داد کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

سیل بیرکس یا سیلز بیرکس رنگون کے نواح کے جنگل میں ایک علاقہ تھا جہاں انگریزوں نے اپنے ریٹائرڈ افسروں کے لئے بنگلے بنا رکھے تھے۔ ان ہی میں سے ایک بنگلے میں بھرتی ہو رہی تھی۔ جبرو اور میاں داد جب وہاں پہنچے تو بنگلے کے برآمدے میں بید کی آرام کرسی پر ایک انگریز بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ سامنے لان میں چار پانچ مدراسی بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میاں داد اور جبرو دونوں کے قد لمبے تھے اور جسم

چوڑے چکلے۔ وہ دور ہی سے پہنچانے جاتے تھے کہ برما یا جنوبی ہند کے مدراسی نہیں ہیں۔ انگریز فوجی کے پاس ایک فوجی اسٹول کے پاس اٹن شن کھڑا تھا۔ سامنے اسکیل لگا تھا۔

جبرو میاں داد چپکے سے مدراسیوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں انگریز فوجی نے ان دونوں کو بلا لیا۔ قریب گئے تو انگریز بولا۔ "تم پون جابی ہے؟"

میاں داد نے جلدی سے کہا۔ "ہاں صاحب ہم پنجابی ہے۔ دونوں پنجابی ہے"۔

"بھرتی ہونے مانگتا فوج میں؟"

"ہاں صاحب مانگتا"۔ میاں داد نے خوش ہو کر کہا۔

انگریز فوجی مسکرایا۔ اس نے اپنے پاس کھڑے فوجی کو اشارہ کیا جس نے پہلے میاں داد اور پھر جبرو کو اسکیل پر کھڑا کر کے قد ناپا' پھر قمیض اتارنے کو کہا۔ دونوں نے قمیضیں اتار دیں۔ انگریز افسر نے اٹھ کر دونوں کے سینوں کے انگلیوں سے بجا کر دیکھا اور خوش ہو کر بولا۔ "ایک دم فٹ"۔ اور جیب سے نیلی پنسل نکال کر دونوں کے سینوں پر نشان لگا کر بولا۔ "تم اندر جائے گا۔ ادھر کو"۔

فوجی انہیں کونے والے کمرے میں لے گیا جہاں ایک کالا کلوٹا فوجی میز کرسی سجائے بیٹھا تھا۔ اس دونوں کے نام اور باپ کے نام لکھے۔ جبرو نے اپنا نام یہاں بھی غلام احمد اور باپ کا نام ٹھیک ٹھیک لکھوا دیا۔ گھر کا ایڈریس اس نے وان وٹاں لاہور لکھوایا۔ دونوں کے ایک رجسٹر پر انگوٹھے لگوا کر انہیں پرچیاں کاٹ کر دے دی گئیں۔ کالے فوجی نے ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دونوں کمرے میں دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئے۔

آدھا گھنٹہ یونہی گزر گیا۔ باہر ایک ٹرک کے رکنے کی آواز آئی تو فوجی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "باہر ٹرک میں جا کر بیٹھ جاؤ تم لوگ"۔

ٹرک فوجی تھا۔ میاں داد اور جبرو ٹرک میں بیٹھ گئے۔ جہاں پہلے ہی دس بارہ مدراسی موجود تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی بھرتی کی پرچیاں تھیں۔

اس روز جبرو اور میاں داد کو دوسرے رنگروٹوں کے ساتھ رنگون سے میل دور ایک جنگل میں تربیت کے لئے بھیج دیا گیا۔ جو بے حد مختصر تھی۔ تین تک تربیت ہوتی رہی اور چوتھے دن انہیں رنگون کے فوجی سنٹر لایا گیا۔ میاں داد سپاہی اور جبرو کو ایم ٹی یعنی موٹر ٹرانسپورٹ میں شامل کر دیا گیا۔ انہیں نئی وردیاں ایک رائفل اور بارہ بارہ راؤنڈ ملے اور پھر ایک رات جبکہ رنگون شہر میں بارش رہی تھی اور چاروں طرف بلیک آؤٹ تھا۔ ایک بحری جہاز انہیں لے کر کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔

جبرو بہت خوش تھا کہ رنگون سے اسے چھٹکارا مل گیا اور اب کسی صوبے کی پولیس کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکے گا۔ پھانسی کا پھندا اسے دور ہوتا نظر آ رہا تھا۔

دو دن بعد انہیں پتا چلا کہ جہاز اٹلی فرنٹ کی طرف جا رہا ہے۔ یورپ میں بڑے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ ہٹلر نے پولینڈ اور آسٹریا پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی فوجیں اب اٹلی کی طرف طوفانی پیش قدمی کر رہی تھیں۔ جبرو کو کچھ پتا نہیں تھا کہ یورپ کہاں ہے۔ میاں داد اسے یورپ اور اٹلی کی گوری میموں کے قصے بڑا نمک مرچ لگا کر سنا رہا تھا مگر جبرو کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو صرف یہ جان کر خوش ہو رہا تھا کہ اسے ایک وحشت زدہ زندگی سے نجات مل گئی ہے جس میں ہر گھڑی گرفتار کیے جانے اور پھانسی کے تختے پر پہنچنے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔

جہاز سمندر میں کئی روز تک سفر کرتا رہا۔ اب موسم بھی تبدیل ہو گیا تھا۔ رنگون کی گرمی اور حبس پیچھے رہ گیا تھا اور فضا میں خنکی آ گئی تھی۔ آسمان بھی زیادہ صاف اور نیلا ہونے لگا تھا۔ جبرو کا خیال تھا کہ جہاں ان کا جہاز جا کر رکے گا' وہاں جنگ لگی ہو گی۔ مگر جب جہاز ایک بندرگاہ پر جا کر رکا تو ایسی کوئی بات دیکھنے میں نہ آئی۔ میاں داد اور جبرو دوسرے ہندوستانی فوجیوں کے ساتھ عرشے پر کھڑے تھے۔ جیٹی پر انہیں گورے لوگ کام کرتے نظر آئے۔ میاں داد خوش ہو کر بولا۔ "اچھا! گوری میموں کا ملک آ گیا ہے"۔

یہاں سے انہیں الگ الگ ٹرکوں میں بیٹھا دیا گیا۔ جبرو کو جب معلوم ہوا کہ اس کے ساتھی میاں داد کو دوسرے ٹرک میں بٹھایا جا رہا ہے تو وہ آگے بڑھ کر اس سے گلے ملا۔ میاں داد کہنے لگا۔ "فکر نہیں یارا! پھر ملیں گے کسی نہ کسی جگہ پر"۔

جبرو کو ایم ٹی یونٹ میں شامل ہونے کے لئے ٹرک میں بٹھا کر نامعلوم مقام کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اس کے ٹرک میں مدراسی اور رہتکی سپاہی بھی تھے جو گانے گا رہے تھے اور ایک دوسرے سے مذاق بھی کر رہے تھے۔ جبرو ان کی باتوں پر کسی وقت مسکرا کر خاموش ہو جاتا تھا۔ سارا دن ٹرک چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور اونچے نیچے میدانوں کی گہری کھائیوں میں چلتا رہا۔

ایک پہاڑی کے پاس درختوں کے نیچے ایم ٹی رجمنٹ تھی۔ یہاں جبرو کو ایک ٹرک مل گیا۔ اس کا کام دوسرے فوجیوں کے ساتھ ایک فوجی کانوائے کی شکل میں محاذ پر سپلائی پہنچانا تھا۔ سپلائی سنٹر تک ایک پیچ دار راستہ جاتا تھا جو کئی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور کھائیوں میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ سپلائی سنٹر وہاں سے کافی دور تھا۔ سارا دن انہیں سپلائی لے کر وہاں تک جانے میں لگ جاتا۔ رات کو وہاں آرام کرتے اور اگلے دن پھر سپلائی لینے واپس روانہ ہو جاتے۔ سپلائی میں راشن اور ایمونیشن بھی شامل تھا۔

سپلائی سنٹر سے محاذ جنگ اگرچہ بہت آگے تھا مگر وہاں پہنچ کر بموں کے دھماکوں کی ہلکی ہلکی گونج بالکل صاف سنائی دیتی تھیں۔ یہ آواز جبرو پہلی بار سن رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک ساتھی کی دور بین لے کر دھماکوں کی سمت دیکھا لیکن دور سوائے دھوئیں کے اور کچھ نظر نہ آیا۔

ایک روز وہ سپلائی لے کر سنٹر میں آیا تو اس نے ایک ایمبولینس دیکھی جو محاذ جنگ سے آئی تھی۔ اس میں زخمی سپاہی تھے۔ ان میں سے کئی کے بازو اڑ گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ محاذ پر بڑے زوروں کی لڑائی ہو رہی ہے اور جرمن فوجیں آگے بڑھتی چلی آ رہی ہیں۔ ایک بار اس سپلائی سنٹر پر بھی جرمن طیارے بم برسانے آ گئے۔ جبرو

کانوائے کے ساتھ سپلائی ٹرک لے کر ابھی وہاں آیا ہی تھا کہ ہوائی حملے کا الارم اٹھا۔ جبرو تربیت کے مطابق اپنی سیٹ سے اتر کر کچھ فاصلے پر ایک نشیب میں منہ کے بل لیٹ گیا اور رومال اپنے دانتوں میں پھنسالیا۔ دشمن کے جہاز بڑی تیزی سے اوپر سے گزر گئے۔ پھر چار اتنی زور کے دھماکے ہوئے کہ زمین اوپر نیچے ہو گئی۔ جبرو کے اوپر مٹی اڑ کر پڑی۔ طیارہ شکن توپوں سے فائر ہونے لگا۔ دو منٹ تک دشمن کا حملہ جاری رہا پھر جہاز چلے گئے۔ دو ٹرک جل رہے تھے۔ ایک اسٹور میں آگ بجھائی جا رہی تھی۔ گورے اور ہندوستانی سپاہی ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

شام کو جبرو خالی کانوائے کے ساتھ واپس اپنے رجمنٹل سنٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کو انہیں بتیاں بجھا کر چلنے کا آرڈر تھا۔ کیونکہ سپلائی لائن پر جرمنی کے ہوائی جہاز حملے کرتے تھے ٹرک ایک دوسرے کے پیچھے تھوڑا فاصلہ رکھ کر چلتے تھے۔ جب جرمن طیاروں کے حملوں میں شدت آگئی تو سپلائی کے کانوائے دن کے بجائے رات کو چلنے لگے تاکہ دشمن کی بمباری سے محفوظ رہا جائے۔ دن کے وقت صرف خالی ٹرک واپس رجمنٹل سینٹر کی طرف واپس آتے تھے۔ جرمن طیارے ان پر بھی حملے کرتے اور ہر پھیرے پر پانچ چھ ٹرک بموں سے اڑجاتے۔ ہر وقت جان کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ راستہ بھی پہاڑی تھا۔ ایک طرف پہاڑی دیوار اور دوسری طرف نیچے گہری کھائیاں تھیں۔ بڑی احتیاط اور سست رفتاری سے گاڑیاں چلائی جاتیں۔ ایم ٹی والوں کو ایک حکم یہ بھی تھا کہ اگر کوئی گاڑی نیچے کھائی میں لڑھک جائے تو اس کے آدمیوں کو بچانے کے لئے کانوائے کو ہرگز نہ روکا جائے۔ جنگ میں ہزاروں انسان روزانہ مر رہے تھے۔ صرف ایک یا دو آدمیوں کو بچانے کے لئے پورے کانوائے کو خطرے میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ ایک بار جبرو کی آنکھوں کے سامنے کانوائے کے آگے ایک ٹرک کھائی میں لڑھک گیا مگر کانوائے چلتا رہا۔ ٹرک لڑھکیناں کھاتا نیچے کھڈ میں گرا اور اسے آگ لگ گئی۔ کسی نے اس کی پروا نہ کی۔ پہلے تو جبرو کو یہ اچھی بات نہ لگی مگر پھر وہ بھی عادی ہو گیا۔ لوگوں کو مرتے دیکھ کو وہ بھی پتھر دل ہو گیا تھا۔

ایک رات جبرو راشن لے کر جا رہا تھا کہ ایک پہاڑی کوڑ موڑتے ہوئے اگلی گاڑی کے ڈرائیور نے رفتار کچھ زیادہ ہی آہستہ کر دی اندھیرے میں جبرو کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک ہی اس کا ٹرک اگلی گاڑی کے سر پر جا پہنچا۔ جبرو نے جلدی سے اسٹیرنگ کو دائیں جانب موڑا تو گاڑی کا دایاں پہیہ سڑک سے اتر گیا۔ جبرو نے فوراً بریک لگا دی مگر ڈھلان ہونے کی وجہ سے ٹرک نے نیچے پھسلنا شروع کر دیا۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ نشیب میں بڑی گھنی جھاڑیاں اور اونچے اونچے درخت اگے ہوئے تھے۔ جبرو کا ٹرک جھاریوں کو روندتا گرجتا کھائی کی طرف جانے لگا۔ جبرو نے کھڑکی کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ جھاڑیوں میں گرا اور نیچے پھسلتا چلا گیا۔ اس کا ہاتھ ایک درخت پر پڑ گیا۔ طاقتور جوان تھا۔ وہیں درخت کی باہر نکلی ہوئی ٹہنی سے چمٹ کر جھولنے لگا۔

اندھیری رات میں پہلے تو اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے ٹرک کو آگ نہیں لگی تھی لیکن اسے ٹرک کے ٹوٹ کے بکھر جانے کی آواز صاف سنائی دی تھی۔

جبرو نے نیچے اپنے آپ کو گرانے کے بجائے ہاتھ میں پکڑی ٹہنی کے ذریعے درخت کے تنے تک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر میں وہ درخت کے تنے کے پاس بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ کانوائے کی گاڑیوں کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی۔

ابھی وہ اپنی خراشوں اور پھٹی ہوئی وردی کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ اچانک آسمان پر ہوائی جہاز کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی بموں کے دھماکوں سے ساری وادی گونجنے لگی۔ جرمن بمباروں نے کانوائے پر بم برسانے شروع کر دیے تھے۔ ان میں سے ایک طیارے نے روشنی کا گولہ پھینکا تو سار وادی روشن ہو گئی۔ روشنی میں جبرو کو دور نیچے کچھ مکان نظر آئے پھر اوپر پہاڑی سڑک پر کانوائے کے ٹرکوں میں آگ لگ گئی۔ روشنی کا گولہ آہستہ آہستہ نیچے اترتا ہوا بجھ گیا۔ جہاز بار بار

کانوائے پر حملے کر رہے تھے۔ بموں کی آوازوں اور مشین گن کی تڑاتڑ سے ساری پہاڑیاں گونج رہی تھیں۔ پھر طیارے واپس چلے گئے۔

جبرو نے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ اوپر وہ نہیں جا سکتا تھا کیونکہ سڑک اتنی بلند تھی کہ وہ حیران ہو رہا تھا کہ بچ کیسے گیا۔ اس کا پاؤں کسی سخت چیز پر پڑا۔ پہلے تو سمجھا کہ کوئی پتھر ہے مگر جب جبرو نے اسے ہاتھ سے ٹٹولا تو یہ رائفل نکلی جو ٹرک سے گرتے وقت جبرو کی گرفت سے نکل گئی تھی۔ اسے رائفل مل جانے پر بہت خوشی ہوئی کیونکہ اٹلی کی حکومت اگرچہ انگریزوں کے ساتھ تھی مگر لوگ انگریزوں کے ساتھ نہیں تھے۔ اسے وہاں پہنچتے ہی بتا دیا گیا تھا کہ اٹلی کے عوام جرمنوں کے ساتھ ہیں اس لئے انہیں ان کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ رائفل مل جانے سے جبرو کو حوصلہ ہوا کہ اپنا تحفظ کر سکتا تھا۔

ڈھلان ختم ہوئی تو جبرو نے اپنے آپ کو ایک پہاڑی نالے میں پایا جہاں چھوٹے چھوٹے پتھروں کے بیچ میں پانی بہ رہا تھا۔ وہ نالہ پار کر کے دوسری طرف ٹیلے کی چڑھائی چڑھنے لگا۔ اسے پہلی بار پتھر کی چار دیواری نظر آئی۔ جس کی چھت آدھی تھی جبرو کا بدن ٹوٹنے لگا۔ وہ اندر داخل ہو گیا۔ ایک طرف خشک گھاس کے گٹھے پڑے تھے۔ جبرو نے اپنے آپ کو گھاس کے گٹھوں پر گرا دیا۔ وہ سخت تھک گیا تھا۔ اس نے نیم دراز ہو کر آنکھیں موندلیں تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کے خیالات اسے تنگ کرتے رہے اور پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر چاردیواری سے باہر آیا۔ اس نے سب سے پہلے اوپر دیکھا۔ جس سڑک پر سے اس کا ٹرک پھسلا تھا وہ کافی بلند تھی۔ جبرو کا بچ جانا واقعی ایک معجزہ تھا۔ نیچے کچھ فاصلے پر اسے گاؤں کے چند ایک مکان دکھائی دیے۔ وہ پہاڑی نالے پر گیا۔ اس نے منہ ہاتھ دھویا۔ زندہ بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور چار دیواری کے پاس واپس آ گیا۔

اچانک اسے عورتوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ لڑ جھگڑ رہی

ہیں۔ یہ دو عورتوں کی آوازیں تھیں۔ جبرو نے دیوار کی طرف آگے ہو کر دیکھا۔ اسے دو گورے فوجی نظر آئے جنہوں نے دو دیہاتی لڑکیوں کو پکڑ رکھا تھا اور انہیں گھسیٹتے ہوئے اس چار دیواری کی طرف لا رہے تھے جہاں جبرو چھپا ہوا تھا۔ لڑکیوں کی عمریں چودہ پندرہ سال ہوں گی۔ وہ چیخ چیخ کر اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر انگریز فوجی تنومند اور طاقتور تھے۔

جبرو کا خون کھول اٹھا۔ اس کے نزدیک اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں تھا کہ کسی کمزور اور بے بس عورت کی عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ وہ ایک دم آڑ سے نکل کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ فاصلہ زیادہ سے زیادہ پچیس قدم کا تھا۔ جبرو آٹھویں جماعت پاس تھا۔ اس زمانے کا آٹھویں پاس تھوڑی تھوڑی انگریزی سمجھ لیتا تھا۔ انگریز فوجیوں نے جبرو کو دیکھا اور نفرت کے ساتھ اسے "گدھا کالا انڈین" کہا۔ جبرو کی رائفل کا بٹ اپنے آپ اس کے کندھے سے جا لگا۔ اس نے رائفل کے بولٹ کو آگے پیچھے کیا اور ایک گورے کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ دھڑاک کی آواز کے ساتھ گورے فوجی کے ہاتھ سے لڑکی کا بازو چھوٹ گیا اور وہ دہرا ہو کر ایک طرف کو گرا۔

دوسرا گورا کاندھے سے رائفل اتار کر درخت کی طرف بھاگا مگر جبرو نے اسے درخت تک پہنچنے کی مہلت نہ دی۔ اس نے دوسرا فائر کر دیا۔ وہ بھی زمین سے ایک فٹ اچھلا اور گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ سب کچھ چند سیکنڈ میں ہی ہو گیا تھا۔ جبرو کے ہاتھ سے انگریز سرکار کے دو گورے فوجی موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا تھا۔ جنگ میں فوجی کیڑے مکوڑوں کی طرح مارے جا رہے تھے مگر یہ انگریز، دشمن کی گولیوں سے نہیں جبرو کی گولیوں سے مرے تھے گویا جبرو نے انہیں قتل کیا تھا۔

دونوں اطالوی دیہاتی لڑکیاں جیسے بت بنی کھڑی جبرو کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ شاید یہ سمجھ رہی تھیں کہ جبرو نے گورے فوجیوں کو اس لئے مارا ہے کہ وہ خود ان لڑکیوں کو

حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ڈر کے پیچھے ہٹیں۔ جبرو نے اپنی رائفل کو کاندھے سے لٹکا
اور ان کی قریب جا کر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔ "گو ہاؤس"۔ لڑکیاں اطالوی کے
اور کوئی زبان نہیں سمجھتی تھیں۔ جبرو نے آگے بڑھ کر باری باری دونوں کے سروں
ہاتھ رکھا تو لڑکیوں کے چہروں پر ایک عجیب پاکیزہ سی چمک نمودار ہوئی۔ دنیا کی
عورت شاید جانتی ہے کہ جب کوئی اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے تو وہ یا تو باپ ہو یا
بھائی۔ ان کا اعتماد واپس آگیا۔ انہوں نے اپنی زبان میں جبرو سے کچھ کہا۔ شاید وہ جبرو
کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔ پھر ان میں سے ایک نے ٹیلے کے پیچھے وادی کی طرف اشارہ
کیا اور ادھر کو چلنے لگیں۔ جبرو کا جسم اب ٹوٹنے لگا تھا۔ دونوں گوروں کی لاشیں وہاں
پڑی تھیں۔ جبرو نے انہیں غور سے دیکھا۔ ان میں ایک سارجنٹ اور دوسرا کپتان
تھا۔ دونوں فوجی افسر تھے۔ انہیں قتل کرنے کے جرم میں جبرو کا کورٹ مارشل یقینی
اور پھر اسے پھانسی کی سزا مل سکتی تھی۔ لیکن جبرو کا ضمیر مطمئن تھا اس نے چوروں
کسی دنیاوی لالچ کے لئے نہیں بلکہ دو کمزور اور بے بس لڑکیوں کی عزت بچانے
خاطر ان.... بدمعاشوں کو ہلاک کیا تھا۔ جبرو ایک بار ہی نہیں ہزار بار ایسے بدمعاشوں
ہلاک کر سکتا تھا۔

لڑکیاں آگے چلنے لگیں۔ جبرو کے گھٹنوں کی خراشیں اب درد کر رہی تھیں اسے
بھوک بھی لگ رہی تھی۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

آگے ایک چھوٹا سا گاؤں آگیا۔ گاؤں کے باہر سات آٹھ آدمی اور عورتیں کھڑی
تھیں۔ دو عورتوں نے دوڑ کر ان لڑکیوں کو گلے لگا لیا۔ شاید وہ ان کی مائیں تھیں جن
ان کے سامنے ہی گورے فوجی رائفل دکھا کر انہیں گاؤں سے اغوا کر کے لے گئے
تھے۔ دو آدمیوں نے بھی بچیوں کو پیار کر کے گلے لگالیا۔ لڑکیاں اپنی زبان میں اپنے
والدین اور گاؤں کے لوگوں کو گوروں کے ساتھ پیش آیا واقعہ بتا رہی تھیں۔ وہ بار بار
جبرو کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔ گاؤں کی عورتوں اور آدمیوں نے آگے بڑھ کر جبرو
کا مقدم کیا۔ وہ اپنی زبان میں جبرو کی بہادری اور لڑکیوں کی عزت بچانے پر اس کی

تعریف کر رہے تھے۔ جبرو نے گوروں کی لاشوں کی طرف اشارہ کر کے ان لوگوں کو
سمجھانے کی کوشش کی کہ انہیں زمین میں دفن کر دیا جائے نہیں تو ملٹری پولیس والے
اسے گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ گاؤں والے اسی وقت بھاگ کر اس جگہ
گئے جہاں گوروں کی لاشیں پڑی تھیں عورتوں نے جبرو کو کرسی پر بیٹھا کر اسے دودھ
گرم کر کے پلایا۔ دودھ پینے سے جبرو میں توانائی آگئی۔ گاؤں کے آدمیوں نے دونوں
گوروں کی لاشوں کو گاؤں کے باہر ایک گڑھے میں دبا کر زمین برابر کر دی اور وہاں
گھاس پھوس کا ڈھیر لگا دیا۔

جبرو نے ان سے سڑک پر جانے کا آسان راستہ دریافت کیا۔ دو آدمی جبرو کو لے
کر ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے لیکن جبرو انہیں ساتھ لے کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے
ان سے پہاڑی سڑک پر جانے والا راستہ پوچھا اور اکیلا ہی پہاڑی کی چڑھائی چڑھنے
لگا۔ ایک گھنٹے کی دشوار گزار چڑھائی کے بعد وہ اوپر سڑک پر پہنچ گیا اور پیدل ہی
واپس اپنے رجمنٹل سنٹر کی طرف چلنے لگا اسے توقع تھی کہ پیچھے سے خالی ٹرکوں کا
کانوائے ضرور آرہا ہو گا دھوپ نکلی ہوئی تھی۔

کوئی آدھے گھنٹے کے بعد اسے گاڑیوں کی ہلکی ہلکی آوازیں آنے لگیں۔ وہ پہاڑی
کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اپنی گاڑیاں آتی دکھائی دیں۔ جبرو سڑک
کے بیچ کھڑا ہو کر اشارے کرنے لگا۔ کانوائے رک گیا۔ اگلی گاڑی میں اس کی کمپنی کا
رسالدار گل خان بیٹھا تھا۔ وہ اتر کر جبرو کے گلے ملا۔

"یار! ہم تو سمجھے تھے تم زندہ نہیں بچے ہو گے۔ خدا کا شکر ہے کہ تم زندہ ہو"۔

دوسری گاڑیوں کے ڈرائیور بھی اتر کر آگئے۔ سب نے جبرو کے بچ جانے پر
مبارک باد دی اور کانوائے واپس روانہ ہو گیا۔

ایک ہفتے تک جبرو کو یہی دھڑکا لگا رہا کہ کسی بھی وقت گرفتار کر لیا جائے گا۔
ملٹری پولیس والے گاؤں کے لوگوں پر تشدد کر کے ان سے گوروں کے قتل کا راز اگلوا
سکتے تھے مگر لگتا تھا کہ گاؤں والوں نے اپنے عہد کو نبھایا تھا۔ جبرو کو کسی نے کچھ نہ

کہا۔

ایک مہینے بعد ہی جبرو کی رجمنٹ کے واپس ہندوستان جانے کے آرڈر آ گئے۔ جبرو فکر مند ہو گیا۔ وہ ہندوستان واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ وہاں وہ چار آدمیوں کو قتل کر چکا تھا۔ اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے تھے مگر فوجی حکم کے سامنے وہ بے بس تھا۔ غرض ایک روز اس کی رجمنٹ کو سمندری جہاز میں سوار کروا کر اٹلی کے ملک سے واپس ہندوستان کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

جہاز میں پہنچنے کے بعد جبرو کو اس کے ساتھیوں نے بتایا کہ انہیں ہندوستان نہیں بلکہ انڈونیشیا بھیجا جا رہا ہے۔ جبرو کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ انڈونیشیا کہاں ہے اور وہاں کون کس کے خلاف لڑ رہا ہے۔ اسے صرف اس بات کی خوشی تھی کہ وہ ہندوستان واپس جانے سے بچ گیا تھا۔ ایک روز سمندری جہاز ہندوستانی فوجیوں کو لے کر انڈونیشیا کی ایک گم نام سی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔

جبرو کی دوستی حوالدار میاں داد کے ساتھ ہی تھی۔ ہندوؤں اور سکھوں سے وہ دور ہی رہتا تھا۔ حوالدار میاں داد نو جماعتیں پڑھا ہوا تھا اور اسے سیاست کی بھی کافی شدبد تھی۔ اس نے جہاز میں ہی جبرو کو بتا دیا تھا کہ ہمیں انڈونیشیا کے ان مسلمان مجاہدین کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے جو اپنے وطن کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ جبرو نے میاں داد سے کہا تھا کہ وہ اپنی رائفل سے کسی مسلمان پر ہرگز گولی نہیں چلائے گا۔ حوالدار میاں داد نے اسے آنکھ مار کر کہا تھا۔ "تم دیکھتے جاؤ۔ کیا ہوتا ہے"۔

فوجیوں کو انڈونیشیا پہنچتے ہی جنگلوں میں انڈونیشی گوریلوں کے مقابلے کے لئے پھیلا دیا گیا۔ خوش قسمتی سے حوالدار میاں داد جبرو کے ساتھ ہی رہا۔ جبرو نے ناریل کے درخت دیکھے تو اسے کلکتہ، اپنا جگری یار کمالا اور اپنی پہلی محبت ثریا یاد آ گئی۔ خدا جانے یہ لوگ کس عالم میں ہوں گے۔ جبرو نے کمالے کو ابھی تک کوئی خط پتر نہیں لکھا تھا۔ وہ لکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہندوستان میں پولیس تو اس کی گرفتاری کے لئے

جانے کیا کیا جتن نہیں کر رہی تھی۔

انڈونیشیا میں لاتعداد جزیرے ہیں۔ سمندر کا پانی کھاڑی کی شکل میں ملک میں جگہ جگہ اندر آیا ہوا ہے اور جنگل اس قدر گھنے ہیں کہ وہاں آدمی چھپ جائے تو اسے قیامت تک تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ ان جنگلوں میں پہنچنے سے پہلے ایک سکھ میجر نے انہیں لیکچر دے کر سمجھایا کہ انہیں گوریلوں کا کس طرح سے مقابلہ کرنا ہو گا۔ انہیں کئی کئی روز کا راشن اور ایمونیشن دے کر جنگل میں اہم پوسٹوں پر روانہ کر دیا گیا۔ میاں داد اور جبرو کی کمپنی میں کچھ سکھ اور ہندو سپاہی بھی تھے۔ جنگل میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جبرو اپنی کمپنی کے فوجیوں کے ساتھ ایک جنگلی راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اچانک جنگل رائفلوں، مشین گنوں اور دستی بموں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ فوجی تیزی سے ادھر ادھر چھپنے کی کوشش کرنے لگے۔ کئی فوجیوں کے پرخچے اڑ گئے۔ میاں داد اور جبرو نے ایک گڑھے میں چھلانگیں لگا دیں۔ یہ انڈونیشی کا مسلمان گوریلوں کا حملہ تھا۔ ہندوستانی فوج کی جانب سے ہیوی مشین گنوں کا فائر ہونے لگا۔ ایک گھنٹے تک لڑائی ہوتی رہی۔ اس دوران جبرو کو انڈونیشی گوریلوں کی آوازیں اور نعرے بھی سنائی دیے۔ وہ اپنی زبان میں نعرے لگا رہے تھے جو جبرو کی سمجھ سے باہر تھے۔ آخر فائرنگ رک گئی۔ چاروں طرف ایک بار پھر بھیانک خاموشی چھا گئی۔ میاں داد نے جبرو کے کان کے قریب منہ لا کر کہا۔

"میں بھاگ کر اپنے انڈونیشی مجاہدین کے پاس جا رہا ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

جبرو نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ ہوں"۔

حوالدار میاں داد آہستہ سے بولا۔ "سوچ سمجھ لو۔ اگر انگریزوں نے پکڑ لیا تو تمہیں بھی میرے ساتھ گولی سے اڑا دیا جائے گا"۔

جبرو نے کہا۔ "میاں داد! میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہوں۔ اسلام کی خاطر میں اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں"۔

میاں داد سامنے کیلوں کے جھنڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ جن کے اوپر کے حصے گولیوں اور بموں کے ٹکڑوں سے اڑ چکے تھے۔ انہیں کچھ خبر نہیں تھی کہ ان کی کمپنی کے باقی لوگ کہاں ہیں کیونکہ انہیں ان میں سے کسی کی آواز نہیں آئی تھی۔ نہ آگے بڑھنے کی اور نہ پیچھے ہٹ آنے کی۔ میاں داد نے سرگوشی میں کہا۔ "ہماری کمپنی شاید واپس چلی گئی ہے۔ بس ہمیں اسی وقت مجاہدین گوریلوں کے پاس بھاگ جانا ہوگا"۔

جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "انہیں کیسے پتا چلے گا کہ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ وہ تو ہم پر فائر کھول دیں گے"۔

حوالدار نے اپنی عادت کے مطابق آنکھ ماری۔ "پتر تم دیکھتے جاؤ۔ بس جیسے ہی میں اونچی آواز میں کلمہ شریف پڑھوں تو تم بھی کلمہ پڑھنا شروع کر دینا۔ تمہیں کلمہ پڑھنا آتا ہے نا؟"

جبرو نے اسے کلمہ شریف پڑھ کر سنا دیا۔ میاں داد بولا۔ "بس ٹھیک ہے۔ میرے پیچھے آؤ"۔

گڑھے سے نکل کر دونوں کیلوں کے جھنڈ کی طرف رینگنے لگے۔ وہ جھنڈ سے آگے تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ ان پر فائر آنے لگے۔ حوالدار میاں داد نے چلا کر کلمہ شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جبرو نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ فائر بند ہو گیا۔ میاں داد نے سرگوشی میں کہا۔ ہتھیار گرا کر کھڑے ہو جاؤ اور کلمہ پڑھتے رہو"۔ جبرو نے اس کی تقلید کی۔

دوسری طرف سے کسی نے پنجابی میں کہا۔ میاں داد! تمہیں انگریز کافروں نے تو نہیں بھیجا؟"

یہ نائیک غلام رسول کی آواز تھی جو پہلے ہی اپنی رجمنٹ سے بھاگ کر انڈونیشی حریت پسندوں سے جا ملا تھا۔ میاں داد نے اونچی آواز میں جواب دیا۔ "غلام رسول! ہم اسی کلمہ شریف کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اپنے مسلمان انڈونیشی بھائیوں کے ساتھ مل کر کافروں سے لڑنے آئے ہیں۔"

نائیک غلام رسول کی آواز آئی۔ "تو پھر آجاؤ گرائیں' اپنی رائفلیں بھی لیتے آؤ۔"

نائیک غلام رسول نے حوالدار میاں داد اور سپاہی جبرو کا انڈونیشی گوریلوں سے تعارف کرایا۔ انڈونیشی گوریلوں کو جبرو پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ زرد رنگ کے دبلے پتلے نوجوان تھے جن کی آنکھیں چیتوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ انہوں نے جبرو اور میاں داد کو گلے لگایا اور کھانے کو بسکٹ دیئے' پھر انہیں ایک گوریلے کے ساتھ پیچھے بھیج دیا گیا۔ یہاں ان کا مسلمان کمانڈر رحمان موجود تھا۔ وہ بھی جبرو اور میاں داد سے بغل گیر ہو کر ملا تھا۔

انڈونیشی گوریلوں نے جنگل میں جگہ جگہ اپنے خفیہ مورچے بنا رکھے تھے یہاں ان کی زمین دوز کمین گاہیں بھی تھیں جہاں ان کا اسلحہ ڈمپ تھا۔ اس جگہ جبرو کی ملاقات دوسری انڈین رجمنٹوں کے مسلمان سپاہیوں سے ہوئی جو انگریزوں کی فوج سے بھاگ کر اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ آن ملے تھے۔

جبرو کو انگریزی فوج سے بھاگ آنے کا ذرا بھی ملال نہ تھا۔ ویسے بھی انگریزی فوج کے ساتھ رہنا اس کے لئے خطرے کا باعث ہی تھا۔ کیونکہ یہاں سے اس کی بدلی ہندوستان بھی ہو سکتی تھی۔ جاپان کے میدان جنگ میں کو کی خبریں بھی اڑ رہی تھیں اور انگریزوں نے جاپانی حملے کے پیش نظر آسام کے محاذ پر اپنی ہندوستانی فوج کو ڈپلائے کرنا شروع کر دیا تھا۔

جبرو نے یہی طے کیا کہ وہ انڈونیشی مسلمان بھائیوں کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑے گا اور پھر اسی ملک میں آباد ہو جائے گا۔ ہندوستان میں اس کے لئے سوائے موت کے اور کچھ نہیں تھا جو منہ پھاڑے اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔

انڈونیشی گوریلا میجر نے جبرو اور میاں داد کو تھوڑی سی گوریلا ٹریننگ دی اور وہ گوریلا جنگ میں شامل ہو گئے۔ وہ جنگلوں میں جگہ جگہ ہندوستانی فوج کے سکھوں' ہندوؤں اور گوریلوں کے خفیہ ٹھکانوں پر اچانک حملہ کرتے اور انہیں بھاری جانی اور

مالی نقصان پہنچا کر اپنی خفیہ کمین گاہوں میں چھپ جاتے۔

اسی طرح ایک مہینہ گزر گیا۔ ایک روز اچانک معلوم ہوا کہ جاپان بھی میدا
جنگ میں کود پڑا ہے اور اس کی فوج طوفان کی طرح مشرق بعید میں آگے ہی آ
بڑھتی چلی آرہی ہے۔ اب ایک عجیب اتفاق ہوا۔ ایک روزر جبرو جنگل میں گور
آپریشن کے دوران اپنے انڈونیشی ساتھیوں سے بچھڑ کر اکیلا رہ گیا۔ اسے جنگلوں
بارے میں زیادہ علم نہیں تھا۔ وہ اپنے گمان میں اپنی خفیہ کمین گاہ کی طرف بڑھ رہا
کہ انفنٹری کی ایک ہندوستانی کمپنی کے گھیرے میں آگیا جس کی کمان ایک سکھ کیپٹ
کر رہا تھا۔ جبرو گوریلوں کی وردی میں تھا۔ اس پر اچانک تین طرف سے فائر آیا تو
زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے ایک جانب فرار ہونے کی کوشش کی مگر کمپنی کے سکھ ا
ہندو فوجیوں نے اسے پکڑ لیا۔

بہت جلد پتا چل گیا کہ اس کا نام غلام احمد ہے اور یہ آٹھویں پنجاب رجمنٹ
بھگوڑا ہے سکھ کیپٹن تو مسلمانوں اور خاص طور پر ان مسلمان فوجیوں کا جانی دشمن
جو فوج سے بھاگ کر انڈونیشی گوریلوں کے ساتھ جا ملے تھے۔ اس نے بڑی رعایت
کہ جبرو کو اسی وقت گولی سے نہیں اڑا دیا۔ بلکہ فوراً جبرو کے ہاتھ پیچھے باندھ کر کوا
گارڈ میں ڈال دیا۔ شام کو رجمنٹ کے انگریز کمانڈر کے سامنے پیش کر دیا۔ انگری
کمانڈر نے جبرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نفرت سے کہا۔ "تم نے بادشاہ کی فو
کے ساتھ غداری کی۔ تم پر کلکتہ میں مقدمہ چلایا جائے گا۔"

کلکتے کا نام سنتے ہی جبرو کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اگر اسے کلکتے لے جا
گیا تو اس کے پرانے جرائم بھی کھل جائیں گے اور پھر اسے پھانسی کے تختے سے کو
نہیں بچا سکے گا۔ مگر وہ مجبور تھا۔ بھاگ نہیں سکتا تھا۔ جبرو کو کوارٹر گارڈ کی حوالات
میں بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن اسے بنڈوگ لے جایا گیا اور دو روز بعد اسے ہتھکڑیاں
ڈال کر ایک بحری جہاز پر سوار کرا کر کلکتے کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

جبرو تقدیر کی ستم ظریفی پر پریشان تھا۔ اس نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا تھا۔ کلک

اس کے لئے پھانسی گھر تھا۔ ابھی تک فوج کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ چار قتل
کر کے ہندوستان سے بھاگا ہوا ہے اور یہ کہ اس کا نام غلام احمد نہیں بلکہ جبرو ہے۔
اب وہ خدا سے یہ دعائیں مانگنے لگا کہ فوج والے اپنے طور پر ہی اس کا کورٹ مارشل
کر دیں۔

جبرو یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا اور ایک روز اس کا جہاز کلکتے کی بندر گاہ
پر جا لگا۔ آن کی آن میں سب کچھ بدل گیا تھا۔ حالات نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ جبرو اٹلی
کے محاذ سے انڈونیشیا اور پھر وہاں سے گرفتار کر کے کلکتے پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں اس
کے لئے سوائے موت کے اور کچھ نہیں تھا۔ اگرچہ جبرو اب بہت تنومند اور جوان
ہو گیا تھا اور اس نے چھوٹی چھوٹی داڑھی اور مونچھیں بھی رکھ لی تھیں مگر پنجاب
پولیس اسے پہچاننے میں ذرا سی بھی غلطی نہیں کر سکتی تھی۔ کلکتے میں جہاز پر ہی اسے
ہتھکڑی پہنا دی گئی اور بندر گاہ سے ایک فوجی گاڑی میں بٹھا کر سیدھا ہاوڑہ ریلوے
اسٹیشن پہنچا دیا گیا۔ یہاں اسے ایک گاڑی کے فوجی ڈبے میں سوار کرایا گیا۔ معلوم
ہوا کہ اس کا کورٹ مارشل دلی قلعے میں ہو گا جہاں پہلے بھی فوج سے بھاگ کر
انڈونیشی گوریلوں کے ساتھ جا ملنے والے کئی فوجی قید تھے۔ جبرو کی ہتھکڑی کھول دی گئی
تھی مگر فوجی ڈبے کی کھڑکیوں پر لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور دونوں دروازوں
پر ایک ایک سکھ حوالدار رائفلیں لئے پہرہ دے رہے تھے۔

جبرو نے فوجی ڈبے میں آتے ہی فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ زندگی بچانے کا صرف
یہی ایک راستہ تھا۔ دلی پہنچ کر اس کا راز فاش ہو جانے کا یقینی خطرہ موجود تھا اور اسے
کوئی بھی موت کے منہ میں جانے سے نہ بچا سکتا تھا۔ اس کے سامنے صرف ایک ہی
راستہ تھا کہ وہ جان کی بازی لگا کر کسی طرح فرار ہونے کی کوشش کرے۔ اسے فوج
میں رہ کر بہت تجربہ ہو چکا تھا۔ نہ صرف اس نے ہر قسم کا اسلحہ چلانا سیکھ لیا تھا بلکہ
فوجی زندگی نے اس کے طاقتور جسم میں پھرتی اور چستی بھر دی تھی۔

اس نے سوچا کہ وہ چلتی ٹرین سے نیچے کود جائے مگر ایسی جگہ سوائے دریا کے اور

کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ دریا کے علاوہ اگر وہ کسی جگہ گرتا تو اس کے مرجانے یا شدید
زخمی ہونے کا احتمال تھا ساتھ ہی وہ دوبارہ گرفتار بھی ہو سکتا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ
دریا میں کیسے چھلانگ لگائے۔ جبکہ اسے اتنا ہی معلوم تھا کہ دلی جاتے ہوئے راستے
میں دو تین دریا آتے ہیں۔

ڈبے میں سات ہندو اور سکھ فوجی بھی تھے جو اس کی پہرے داری پر مامور تھے۔
دو سکھ فوجی گاڑی کے بند دروازے کے پاس لکڑی کے کھوکھے پر رائفلیں سنبھالے
بیٹھے تھے۔ سبھی فوجی جبرو کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کوئی اس سے بات نہیں
کرتا تھا مگر جبرو کو اس کی پروا نہیں تھی۔ اس کا ذہن تو بس فرار کی اسکیم پر غور کر رہا
تھا۔ وہ چلتی گاڑی میں سے صرف دروازے ہی سے باہر کود سکتا تھا مگر گاڑی کے
دونوں دروازے بند تھے اور ان کے آگے سکھ فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ پہلی بات تو
یہ تھی کہ دروازوں میں سے کسی ایک دروازے کا کھلنا ضروری تھا۔ اس کے بعد سکھ
فوجیوں کا ادھر ادھر ہونا بھی ضروری تھا۔ یہ کچھ جبرو کی صوابدید' یا پھر محض اتفاقات
پر مشتمل تھا۔ اتفاق سے اگر اس وقت دروازہ کھل گیا کہ جب رات کا وقت ہو اور
ٹرین دریا کے پل پر سے گزر رہی ہو اور پھر سکھ پہرے دار بھی جگہ سے ہٹا ہوا ہو یا
وہ غنودگی کے عالم میں ہو تو باہر کود سکتا تھا اور ایسا ہونا جبرو کو ناممکنات میں سے نظر
آرہا تھا۔

اس وقت شام ہو رہی تھی۔ سوا سات بجے جبکہ اسٹیشن کی ساری بتیاں روشن
تھیں۔ ٹرین کلکتے سے دلی کی جانب چل پڑی۔ جبرو نے ڈبے کا اچھی طرح جائزہ لیا۔
ڈبے میں دو ٹوائلٹ تھے۔ ایک ڈبے کی بند دیوار کی جانب تھا اور دوسرا ڈبے کے
دروازے کے پاس تھا جہاں کھوکھا ڈال کر سکھ فوجی پہرہ دے رہا تھا۔ ڈبے میں حبس
تھا اور چھت سے لگا ہوا پنکھا اتنا چھوٹا تھا کہ اس کی ہوا ڈبے میں چاروں طرف نہیں
پہنچ رہی تھی۔ ٹرین چلی تو ڈبے میں جوا آنے لگی۔ جبرو کو ایسی جگہ بٹھایا گیا تھا۔ جہاں
اس کے آگے سیٹوں پر دوسرے ہندو اور سکھ فوجی بستر لگائے ان پر بیٹھے تاش کھیل

رہے تھے اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے جبکہ باقی دو پہرے پر تھے۔ ایک اسٹیشن
پر گاڑی رکی تو انہوں نے اپنے مگوں میں باہر سے چائے منگوائی۔ انہوں نے جبرو کو بھی
چائے کا مگ دیا۔ جبرو خاموشی سے چائے پینے لگا۔

ایک ہندو سپاہی بولا۔ "ارے تمہیں کیا پڑی تھی فوج سے بھاگ کر گوریلوں کے
پیچھے جانے کی۔ انہوں نے تمہیں کیا دے دینا تھا؟"

ایک فوجی نے ہنس کر کہا۔ "ارے یہ بھی مسلا ہے وہ بھی مسلے تھے۔"

جبرو کے ہاتھ کی گرفت تام چینی کے مگ پر مضبوط ہو گئی۔ وہ سکھ کی طرف گھور
کر تکنے لگا۔ "سردار جی! میرے مذہب کے بارے میں آگے کچھ نہ کہنا۔"

ان میں ایک اچھی عمر کا صوبیدار بھی تھا۔ اس نے اونچی آواز میں کہا۔ "دونوں
چپ ہو جاؤ ایک دم۔ ادھر فرنٹ نہیں ہے کہ تم گولیاں چلاؤ۔ یہ معاملہ کورٹ مارشل
والے طے کریں گے۔"

سکھ سپاہی خاموش ہو کر تاش پھینٹنے لگا۔ جبرو چائے پینے لگا۔ گاڑی آگے روانہ
ہو گئی۔ اس سے اگلے اسٹیشن پر گاڑی رکی۔ تو جبرو نے وقت پوچھا۔ رات کے دس بج
رہے تھے۔ جبرو کے حساب سے دریا کے آنے میں ابھی کم از کم چار گھنٹے باقی تھے۔ وہ
پھر چپ سادھ کر بیٹھ گیا۔

جب رات زیادہ گزر گئی تو دو پہرے داروں کو چھوڑ کر باقی فوجی سونے کی تیاریاں
کرنے لگے۔ ایک حوالدار نے کہا۔ "صوبیدار جی! اس بھگوڑے رنگروٹ کو کھلا ہی
رکھنا ہے؟"

صوبیدار میجر اپنے بچھونے پر لیٹ رہا تھا بولا۔ "ارے یہ اب کہاں بھاگے گا۔ دو
بندے پہرہ بھی تو دے رہے ہیں۔ رہنے دو اسے یہ بھی آرام کر لے گا۔ اب چل
بھئی تو بھی سو جا جوان۔"

جبرو اس خیال سے کہ کہیں وہ لوگ اسے دوبارہ ہتھکڑیاں نہ ڈال دیں جلدی سے
اپنی ٹانگیں سمیٹ کر سیٹ پر لیٹ گیا۔ ٹرین پوری رفتار سے چلی جارہی تھی۔ بتی بجھا

دی گئی تھی جبرو نے اندھیرے میں پہرے دار فوجیوں کی طرف دیکھا۔ وہ دروازوں
آگے کھوکھوں پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے جاگ رہے تھے۔ انہوں نے اب ا
دوسرے سے باتیں بھی شروع کر دی تھیں۔ پھر ریل گاڑی ایک کشادہ ریلوے یارڈ
سے گزرتی ہوئی ایک بڑے اسٹیشن کے پلیٹ فارم میں داخل ہوگئی۔ جبرو نے
پڑھا۔ اسٹیشن کا نام جمال پور تھا۔ اسے یاد آگیا کہ اگلا اسٹیشن درگا پور ہے اور
جھوٹ نہ بلوائے تو دریا ان دونوں کے درمیان پڑتا ہے۔ باقی فوجی اسی طرح سو
رہے، صرف دونوں سکھ فوجی پہرے دار جاگ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے گ
میں چائے ڈلوائی اور پینے لگے۔ ایک سکھ نے جبرو کو بھی چائے کا پوچھا۔

"جوان! چائے پیوگے؟"

جبرو نے سر کھڑکی کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے نیند آرہی ہے۔"
فوجیوں نے پھر پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ٹرین اسٹیشن پر پانچ سات منٹ کا
رکنے کے بعد وہاں سے آگے چل پڑی۔ جبرو کے ذہن میں سیٹیاں سی بجنے لگی تھیں
وہ پوری طرح سے ہوشیار ہوگیا۔ اس کے فرار کی گھڑی، اس کی زندگی کی آخری گ
قریب آرہی تھی۔

دفعتہ" جبرو نے پہرے داروں کو مخاطب کیا۔ "میں ٹوائلٹ جانا چاہتا ہوں۔"
سکھ فوجی نے کہا۔ "آجاؤ جوان۔ تمہیں کون روکتا ہے۔" وہ ٹوائلٹ
دروازے سے تھوڑا ایک طرف کھسک گیا۔

جبرو ٹوائلٹ میں آگیا۔ اس نے سب سے پہلے ٹوائلٹ کی کھڑکی کو دیکھا۔ کھڑ
باہر والا شیشے کا پٹ نیچے جھکا ہوا تھا۔ اس پر لوہے کی سلاخیں لگی تھیں۔ یہاں
بھی باہر چھلانگ لگانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ جبرو باہر نکلا اور اپنی سیٹ پر جا کر
ہوگیا۔ اس نے ڈبے کا بھرپور جائزہ لیا۔ دو سکھ فوجیوں کے سوا باقی سارے فو
رہے تھے ایک دروازے والا سکھ فوجی بند دروازے کے بالکل آگے ٹانگیں پسا
بیٹھا تھا اور کسی کسی وقت اونگھنے لگتا تھا۔ دوسرے دروازے والے سکھ فوجی نے

اور ٹھنڈی ہوا کے لئے تھوڑا سا دروازہ کھول دیا تھا۔ یہ جبرو کی خوش بختی کی پہلی
علامت تھی۔ ٹھنڈی ہوا نے دوسرے دروازے والے سکھ پہرے دار کو تھپک تھپک
کر سلانا شروع کر دیا تھا مگر نیم کھلے دروازے والا سکھ فوجی جاگ رہا تھا۔

جبرو کے دماغ نے تیزی سے اسکیم تیار کرنا شروع کر دی۔ ڈبے کا دروازہ اتنا
ضرور کھلا تھا کہ وہ سکھ فوجی کے اوپر سے کود کر باہر چھلانگ لگا سکتا تھا لیکن اس میں
سکھ فوجی کے ہوشیار ہو کر جبرو کو قابو میں کر لینے اور شور مچا کر سب کو بیدار کر دینے
کا زیادہ امکان تھا۔ جبرو نے اس دوسرے سکھ فوجی پر نگاہ ڈالی۔ وہ اگرچہ سو رہا تھا مگر
اس کا دروازہ بند تھا اور اسے بولٹ بھی لگا ہوا تھا۔ نجات کا راستہ صرف دوسرے
ادھ کھلے دروازے سے تھا۔ اب اسے یہ بھی دھڑکا لگا تھا کہ دریا کسی وقت بھی آسکتا
ہے۔ جبرو کو یاد تھا کہ دریا کے پل پر سے ٹرین کافی دیر تک گزرتی رہتی ہے۔

وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ گڑگڑ گڑ...... کی آوازیں شروع ہوگئیں۔ جبرو کا دل
اچھل کر حلق میں آگیا۔ ٹرین دریا کے پل پر سے گزرنا شروع ہوگئی تھی۔ جبرو نے سر
اٹھا کر غور سے سکھ فوجی کی طرف دیکھا۔ صرف وہی جاگ رہا تھا اور ادھ کھلے
دروازے میں باہر کی طرف منہ کئے اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کی ایک ٹانگ ادھ کھلے
دروازے کے پٹ کو سہارا دیئے ہوئے تھی۔ جبرو کے لئے فرار کا اس کے بعد کوئی
راستہ نہیں تھا۔ دریا کا پل گزر گیا تو سامنے پھانسی کا تختہ تھا۔

کسی غیبی طاقت نے جبرو کو اپنی سیٹ سے اٹھا دیا۔ وہ سوئے ہوئے فوجیوں کے بیچ
میں سے آہستہ آہستہ گزرتا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ذہن میں جیسے
ہزاروں تیز رفتار گاڑیاں ایک ساتھ دریا کے پل پر سے گزر رہی تھیں۔ پل آدھا گزر
گیا تھا۔ جبرو، سکھ فوجی کے پیچھے پہنچ گیا مگر اسے بے پناہ شور کی وجہ سے پتا نہ چلا تھا۔
جبرو کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ دو چار قدم پیچھے ہٹا اور پھر خدا کا نام لے کر اس
نے ایسی چھلانگ لگائی جس طرح کبھی امرتسر کی بڑی نہر میں لگایا کرتا تھا۔ وہ سکھ فوجی
کے اوپر سے گزر گیا۔ اس کے پاؤں فوجی کی پگڑی سے ٹکرائے اور وہ چلتی ٹرین کے

ڈبے سے باہر کھلی اور تیز ہوا میں تھا۔

ہوا کے تھپیڑوں نے اسے اچھال کر پھر ایک بار جیسے ٹرین کی طرف جھولا سا لہرایا مگر اپنے وزن اور چھلانگ کے زور کی وجہ سے جبرو پل سے کئی فٹ آگے جاکر دھڑام سے دریا کے ٹھنڈے پانی میں جاگرا۔ وہ نیچے ہی نیچے اترتا چلا گیا۔ جب اس کی چھلانگ کا زور کم ہوا تو اس نے ٹانگوں اور بازوؤں کا پورا زور لگا کر اپنے آپ کو اوپر کی طرف اچھالا۔ وہ بڑا اچھا تیراک تھا اس لئے مینڈک کی طرح ہاتھ پاؤں چلاتا بہت جلد اوپر آگیا۔ اس نے سرپانی سے باہر نکالتے ہی گھوم کر پیچھے دیکھا۔ اسے ٹرین کے آخری ڈبے کی سرخ بتی دور نظر آرہی تھی۔ یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ ٹرین رک گئی ہے یا چل رہی ہے۔ اچانک اسے فائر کی آواز سنائی دی۔ اس سے پہلے بھی کئی فائر ہو چکے تھے مگر اس وقت جبرو پانی کے نیچے تھا۔ دو مزید فائر ہوئے مگر جبرو ان کی زد سے باہر تھا۔ اس نے تیرنا شروع کر دیا۔ پانی کی تیز لہروں کی وجہ سے اسے تیرنے میں بڑی آسانی ہو رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دریا کی تیز رفتار لہریں اسے پل سے بہت دور لے گئیں۔ اکا دکا فائر اب بھی ہو رہے تھے مگر ان کی آواز کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ فوجیوں نے زنجیر کھینچ کر گاڑی پل پر یا پل کے پاس ہی رکوالی تھی لیکن اب وہ اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ آگے کوئی بڑا شہر قریب بھی نہیں تھا جہاں وہ دریا کے دوسرے کنارے کے کسی تھانے کو جبرو کے فرار کے بارے میں جلدی سے آگاہ کرسکتے۔ ان کے پاس کوئی وائر لیس سیٹ بھی نہیں تھا پھر بھی جبرو چاہتا تھا کہ جتنی جلدی ہوسکے۔ وہاں سے دور ہوکر ویران علاقے میں نکل جائے۔

دریا کے تاریک کناروں کی سیاہ لکیریں اسے دونوں جانب کافی فاصلے پر نظر آرہی تھیں۔ وہ ابھی تک دریا کے وسط میں تھا۔ اب اس نے آہستہ آہستہ اپنا رخ مشرقی کنارے کی طرف موڑنا شروع کر دیا۔ وہ مشرق کی طرف سے آیا تھا اور ادھر ہی جانا چاہتا تھا۔

وہ تیرتا بھی جا رہا تھا اور سوچ بھی رہا تھا۔ اس کا ارادہ واپس انڈونیشیا جانے کا

تھا۔ وہاں اسے پناہ مل سکتی تھی۔ وہاں گوریلے اس کی بڑی قدر کرتے وہ اپنی نئی زندگی شروع کرسکتا تھا۔ اندھیرے میں دریا کا مشرقی کنارا قریب آرہا تھا۔ درختوں کی لکیر اونچی اور بڑی ہوتی جارہی تھی۔ وہ دریا کے کنارے پہنچ گیا اور باہر آکر گیلی زمین پر بیٹھ گیا۔ ابھی رات کافی باقی تھی۔ ذرا سانس درست ہوا تو جبرو اٹھ کر مشرق کے رخ پر چلنے لگا۔ ناریل کے درختوں کے جھنڈ بتا رہے تھے کہ وہ ابھی تک بنگال میں ہی ہے۔ صبح کی روشنی ہونے سے پہلے اسے اپنی گوریلوں والی وردی سے نجات حاصل کرنا تھی۔

جبرو نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی گوریلا بش شرٹ اتاری اور ایک جگہ دریا کے کنارے گڑھے میں پھینک کر اوپر مٹی ڈال دی۔ اس نے پھر چلنا شروع کر دیا۔ اب وہ ایک پگ ڈنڈی پر چلا جا رہا تھا۔ جہاں درختوں کے جھنڈ تھے۔ آخر اسے ایک چھوٹے سے گاؤں کے باہر جلتی لالٹین نظر آئی۔ قریب پہنچا تو ایک کتے نے مسلسل بھونکنا شروع کر دیا۔

جبرو نے پگ ڈنڈی کو چھوڑ دیا اور گاؤں کی دوسری طرف کھیتوں میں داخل ہوگیا۔ اب وہ گاؤں سے ہٹ کر آگے کی طرف چل دیا تھا۔ گاؤں دور رہ گیا۔ کتے کی آواز بھی خاموش ہوگئی۔ باقی ساری رات وہ اسی طرح چلتا رہا۔ پو پھٹ رہی تھی کہ اسے ایک کھیت میں چارپائی پر کوئی سویا ہوا نظر آیا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب گیا۔ بانس کی کھری چارپائی پر ایک کالا کلوٹا کسان گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کی ناریل کی گڑگڑی چارپائی کے پائے کے ساتھ لگی تھی۔ جبرو کو اپنے مطلب کی وہاں صرف ایک ہی چیز دکھائی دی۔ یہ ایک سفید چادر تھی۔ جو سوئے ہوئے آدمی کی پائنتی سے نیچے لٹک رہی تھی۔ جبرو نے جھک کر آہستہ آہستہ چادر کو کھینچا اور لپیٹ کر بغل میں دبالی چند ہی ثانیوں بعد وہ تیز تیز قدموں سے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا۔

کافی آگے جاکر اس نے پتلون اتر کر ایک جگہ چھپا دی۔ اور چادر کو دھوتی کی طرح باندھ لیا۔ چادر کافی بڑی تھی۔ جبرو نے کنارے سے اسے پھاڑ کر اس کا صافہ سا

بنایا اور اپنے سر کے گرد لپیٹ لیا۔ اس سے اس کا حلیہ کافی بدل گیا۔ اب ایک نشان
صرف گوریلا بوٹ ہی تھے جن سے محروم ہو کر وہ اپنے پاؤں زخمی نہیں کرنا چاہتا تھا
کیونکہ ابھی کچھ معلوم نہیں تھا کہ اسے کب تک اور کہاں تک پیدل چلنا پڑے۔

اگلے روز دوپہر تک وہ میدانوں اور کھیتوں میں چلتا رہا۔ راستے میں کہیں کوئی
ندی نالہ ملتا تو پیاس بجھا لیتا۔ دوپہر کے بعد اسے بھوک لگنے لگی۔ ایک چھوٹا سا گاؤں
آگیا جہاں چند ایک جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔ کھیتوں میں ایک بنگالی کسان ہل چلا
رہا تھا۔ جبرو اسے بلاتے ہوئے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ وہ گاؤں سے آگے نکل گیا۔ وہ
یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے جس میں سے وہ گزر رہا ہے۔ دھوپ
اس کے ننگے بدن پر چبھ رہی تھی۔ ایک جگہ ایک آدمی پیتل کی کٹوری میں درخت
کے نیچے بیٹھا گائے کا دودھ نکال رہا تھا۔ جبرو نے قریب جا کر ٹوٹی پھوٹی بنگالی میں کہا کہ
مجھے بھوک لگی ہے مسافر ہوں جمال پور جاؤں گا۔ دبلے پتلے آدمی نے جبرو کی طرف
دیکھا۔ جبرو کا بدن کسرتی اور شانے چوڑے چکلے تھے۔ وہ بولا۔ "تم بنگالی نہیں لگتے۔"

جبرو سر کھجاتے ہوئے اس کے قریب زمین پر بیٹھ گیا اور چاندی کا ایک روپیہ
نکال کر اسے دیا۔ "مسافر ہوں۔ مجھے تھوڑا سا دودھ پلا دو۔"

ایک روپیہ اس زمانے میں بہت قیمت رکھتا تھا۔ اس آدمی نے روپیہ لے لیا اور
جبرو کو پیٹ بھر کر گائے کا تازہ دودھ پلایا۔ جمال پور کے بارے میں اس آدمی نے کہا
کہ وہ تو بائیں طرف بڑی دور رہ گیا ہے اور اس وقت وہ صاحب گنج کے شہر کی طرف
جا رہا ہے۔ جبرو کو تسلی ہوئی۔ وہ صحیح راستے پر جا رہا تھا۔ وہ زیادہ دیر وہاں نہ بیٹھا اور
اٹھ کر آگے روانہ ہو گیا۔

جبرو کا یہ سفر دو دن تک جاری رہا۔ رات اس نے کسی گاؤں کے باہر یا کسی ندی
کے کنارے گزاری۔ کسی گاؤں سے جو تھوڑا بہت ملتا کھا لیتا۔ ایک جگہ اس نے اپنی
داڑھی مونچھیں بھی صاف کرا دیں اور ایک صدری بھی حاصل کر کے پہن لی۔ ایک
بڑا قصبہ آیا تو جبرو شام کے وقت بازار گیا۔ ربر کے جوتے اس نے ندی میں پھینک

دیئے اور چپل خرید کر پہن لی اور خدا کا نام لے کر اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

جب وہ بردوان پہنچا تو اس اعتبار سے اطمینان کا سانس لیا کہ اب کلکتہ وہاں
سے سو میل سے بھی کم فاصلے پر رہ گیا تھا۔ رات اس نے بردوان سے باہر ایک
ویران جگہ پر بسر کی۔ صبح منہ اندھیرے ہی شہر سے دامن بچاتا سڑک پر کافی آگے نکل
آیا جہاں اسے ایک لاری مل گئی جو کلکتے جا رہی تھی۔ جب کلکتے کے مضافات
شروع ہوئے تو جبرو ریلوے لائن سے کچھ فاصلے پر ہی لاری سے اتر گیا اور ریلوے لائن
سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر چلنے لگا۔ جبرو دن کے وقت جویندی کے کوارٹر میں نہیں پہنچنا
چاہتا تھا۔ ابھی سیالدہ کا ریلوے اسٹیشن کافی دور تھا۔ جبرو اپنے لباس اور وضع قطع سے
بالکل دیہاتی کسان لگتا تھا۔ ایک جگہ اسے برانچ لائن پر مال گاڑی کا خالی ڈبہ کھڑا نظر
آیا۔ چھپنے کے لئے یہ اچھی جگہ تھی۔ جبرو اس کے اندر جا کر بیٹھ گیا۔ دھوپ کی وجہ
سے ڈبے کے اندر کی فضا گرم تھی مگر جبرو شام تک وہیں چھپا رہا۔

جب شام کا ہلکا ہلکا سرمئی اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تو وہ ڈبے سے نکلا اور
مال گودام کے پیچھے سے ہو کر اس گلی کے پاس آکر رک گیا جس گلی میں جویندی کا
کوارٹر تھا۔ اس نے گلی میں ایک نگاہ ڈالی۔ گلی خالی تھی۔ وہ کوارٹروں کی دیوار کے
ساتھ ہوتا جویندی کے کوارٹر کے سامنے آکر رک گیا۔ دروازہ بند تھا۔ جبرو کو یہ خیال
آیا کہ کہیں جویندی نے کوارٹر نہ چھوڑ دیا ہو۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ
دروازے پر دستک دی۔ اندر سے جویندی نے پوچھا کون ہے۔ جبرو نے اپنا منہ
دروازے کے پٹ سے لگا کر جواب دیا۔ میں ہوں جویندی۔ دروازہ کھولو۔

جویندی نے جبرو کی آواز پہچان لی تھی۔ دروازہ کھل گیا۔ دونوں نے ایک
دوسرے کو پہچان لیا تھا۔ "اندر آجا۔ تو کتھے سیں؟"

جبرو کو کوٹھری میں بٹھا کر جویندی نے اندر سے کنڈی لگا دی۔ "تم نے یہ کیا حلیہ
بنا رکھا ہے۔ کہاں غائب ہو گئے تھے؟ پنجاب سے پولیس تمہیں پوچھتی یہاں بھی آئی
تھی۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔ "وے جبرو! تو پنجاب میں کتنے خون کر کے بھاگا

تھا؟"

جبرو نے کہا۔ "جونیدے۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔ میں یہاں تھوڑی دیر کے لئے آیا ہوں۔ تم سے پھر بات کروں گا۔ تو ایسا کر کہ میرے یار کمالے کو یہاں بلا لا۔ مجھے اس سے بڑا ضروری کام ہے۔"

جونیدی کہنے لگی۔ "وہ تمہارا بڑا مرد یار ہے۔ پولیس نے اس سے بڑی پوچھ گچھ کی تھی۔ چار روز تک تھانے میں رکھا۔ پورا ایک دن اسے الٹا لٹکائے رکھا مگر اس نے تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

جبرو نے اندازہ لگایا کہ ابھی تک فوج سے اس کے فرار ہونے کی اطلاع کم از کم جونیدی کو نہیں پہنچی تھی۔ اس نے کہا۔ "کمالا شیر کا بچہ ہے۔ تو جا۔ اس کو بلا لا اور خبردار۔ میرے بارے میں وہاں کسی کو نہ بتانا۔ پولیس میرے پیچھے ہے۔ میں یہاں زیادہ دیر نہیں رہوں گا۔ جا۔ تیری مہربانی ہوگی۔"

"وے مہربانی کیا ہوتی ہے وے۔ تو یہاں کوٹھری ہی بیٹھا رہ۔ میں کوارٹر کو باہر سے تالا لگا کر جاؤں گا۔" اس نے لالٹین بجھائی۔ کوارٹر کو باہر سے تالا لگایا اور کمالے کے اڈے کی طرف روانہ ہوگئی۔

جبرو کو بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے چیزوں کو الٹا پلٹ۔ ایک ٹوکری میں اسے روٹیاں اور اچار مل گیا۔ جبرو کے لئے یہ بہت بڑی نعمت تھی۔ اس نے چاروں روٹیاں ہڑپ کر لیں۔ پانی پیا اور کوٹھری میں آکر چار پائی پر بیٹھ گیا۔ اس کے کان باہر گلی میں آنے جانے والے لوگوں پر لگے ہوئے تھے۔ کبھی کوئی آدمی کسی کو پکارتا یا باتیں کرتا گزر جاتا تھا۔ اس کے بعد پھر خاموشی چھا جاتی جبرو یہی سوچ رہا تھا کہ وہ کمالے کے ساتھ مل کر کوئی ایسا بندوبست کروائے گا کہ ہندوستان سے انڈونیشیا کی طرف نکل جائے۔ وہاں وہ کسی حد تک محفوظ ہوگا۔

آدھا گھنٹہ گزرا ہوگا کہ جونیدی کمالے کو لے کر آگئی۔ دونوں دوست ایک دوسرے کو گلے لگ کر ملے اور پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ سب سے پہلے تو اس نے

کمالے کو اپنے فوج میں بھرتی ہونے سے لے کر اٹلی کے فرنٹ پر جانے اور پھر وہاں آنے اور دریا میں چھلانگ لگا کر فرار ہونے کی ساری داستان سنائی۔

کمالا بڑا حیران ہوا۔ "جبرو! تم نے تو کمال کر دیا میرے یار۔ میں سوچ رہا تھا کہ تم ابھی تک رنگون میں ہی ہو۔ تمہارا کوئی خط پتر بھی نہیں آیا"۔

جبرو نے کہا۔ "خط کیسے لکھتا۔ پولیس تو وہاں بھی میرے پیچھے لگی تھی"۔ پھر اس نے کمالے کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "میرے یار کمالے۔ تم نے میرے لئے پولیس کی بڑی سختیاں برداشت کیں ہیں یار مجھے معاف کر دینا"۔

کمالے نے ہاتھ جھٹک دیا۔ "کیسی بات کرتے ہو جبرو۔ ہم تو یاروں کے یار ہیں۔ تیرے لئے تو جان بھی حاضر ہے مگر یار فوج کے پولیس والے ہمارے اڈے پر نہیں آئے ابھی تک"۔

جبرو بولا۔ "وہ اب آئیں گے جب انہیں پتا چلے گا کہ میں سپاہی غلام احمد نہیں بلکہ جبرو ہوں جو پنجاب سے چار خون کر کے بھاگا تھا۔ ویسے میں تو کہتا ہوں کہ تم بھی کچھ دنوں کے لئے ادھر ادھر ہو جاؤ"۔

کمالا سگریٹ کا کش لگا کر کہنے لگا۔ "ارے میں مردار نہیں ہوں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔ تم جو حکم کرو میں تیار ہوں"۔

جبرو نے کمالے کو بتایا کہ وہ انڈونیشیا کی طرف نکل جانا چاہتا ہے۔ اس پر کمالا کہنے لگا۔ "میں اپنے ایجنٹ یار سے بات کر کے معلوم کرتا ہوں۔ ویسے پچھلے دنوں وہ مجھے سوناگاچی میں ملا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ کمالے تیرا یار بڑا خوش قسمت ہے جو اس وقت نکل گیا۔ اب جاپانی حملے کے خطرے کی وجہ سے سمندری مسافر جہاز بند ہو گئے ہیں۔ ویسے تم فکر نہ کرو میں اس سے مل کر کوئی نہ کوئی راستا نکال لوں گا"۔ وہ چپ ہو گیا جیسے اسے کوئی بات یاد آگئی ہو۔ ذرا سے توقف کے بعد وہ پھر بولا۔ "یار! تمہارے خالو کی بیٹی یہاں بیاہی ہوئی ہے نا۔ شاید ثریا بی بی اس کا نام ہے۔ تم نے بتایا تھا"۔

جبرو کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ہاں' کیوں۔ کیا بات ہوئی؟"

کمالا کہنے لگا۔ "یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن ثریا بی بی تمہارا پوچھتے پوچھتے میری جگہ پر آئی تھی۔ میں تو بہن جی کو پہچانتا بھی نہیں تھا۔ جب اس نے مجھے بتایا کہ مجھے جبار سے ملنا ہے تو میں نے کہا کہ وہ تو ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں تو وہ خاموش ہو گئی اور چلی گئی۔ مجھے اس نے کچھ نہیں بتایا"۔

جبرو سوچ میں پڑ گیا۔ ثریا اگر اس کی تلاش میں کمالے کے اڈے پر گئی ہے تو ضرور وہ کسی مشکل میں گرفتار ہو گی۔ ورنہ وہ ایسی جگہ خود جانے کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کمالے سے کہا۔ "کمالے! میں ثریا سے ملوں گا"۔

کمالا اپنے دوست کی طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔ "ضرور ملو لیکن تمہیں رات کے وقت ہی وہاں جانا چاہیے۔ پولیس کے مخبر اس علاقے میں موجود ہوتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ وہاں تمہارے رشتے دار رہتے ہیں"۔

جبرو نے کہا۔ "مجھے کرتا پاجامہ لا دو۔ میں منہ سر لپیٹ کر وہاں جاؤں گا"۔

کمالا سوچ میں پڑ گیا تھا۔ کہنے لگا۔ "اگر بہن جی یہاں آ جائیں تو زیادہ بہتر نہیں ہو گا"۔

جبرو کہنے لگا۔ "وہ کیسے گھر سے نکل سکے گی۔ اس کا خاوند کیا کہے گا۔ خدا جانے کیا بات ہو گئی ہے۔ نہیں نہیں۔ میں خود ہی اس سے ملنے جاؤں گا۔ تم ایسا کرو کہ اس کے گھر کسی طرح یہ پیغام پہنچا دو کہ میں آج رات بارہ بجے اس سے ملنے آ رہا ہوں۔ اس کے خاوند کو پتا نہ چلے"۔

کمالا اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں پہلے تمہارے لئے کرتا پاجامہ لاتا ہوں۔ بہن جی کو بھی پیغام پہنچا دوں گا مگر جبرو ایک بار پھر سوچ لو کہیں پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جاؤ۔ بہرحال میں تمہارے ساتھ چلوں گا"۔

جبرو نے کمالے کو منع کر دیا اور کہا کہ وہ اکیلا ہی جائے گا۔ لیکن کمالے نے دل میں طے کر لیا کہ وہ پیچھے رہ کر اپنے دوست جبرو کی حفاظت کرے گا۔ کہنے لگا "اچھا بھائی تم اکیلے ہی چلے جانا۔ میں تمہارے لئے کپڑے لے کر آتا ہوں"۔

کمالا چلا گیا۔ کوئی گھنٹے بعد آیا۔ اس کے ہاتھ میں تھیلا تھا۔ جبرو نے صدری اور دھوتی اتار کر کرتا پاجامہ پہن لیا اور کاندھے پر چادر ڈال لی۔

کمالا کوئی سوا نو بجے رات واپس چلا گیا۔ اس کے بعد وہ رات کے ساڑھے دس بجے آیا اور اس نے بتایا کہ ثریا بی بی کو اطلاع کر دی گئی ہے کمالے نے اپنی ایک جاننے والی عورت کو برقعہ اوڑھا کر ثریا کے گھر بھیجا تھا۔ جبرو کو تسلی ہو گئی۔ اب وہ رات کے بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔ دونوں دوست بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

رات کے بارہ بجنے میں بیس منٹ باقی تھے کہ جبرو اور کمالا کوارٹر سے نکل کر اندھیری سنسان گلی میں سے گزرتے ہوئے مال گودام والی سڑک پر آ گئے۔ بڑی سڑک پر انہیں ایک ہاتھ رکشا مل گیا۔ یہاں سے وہ ذکریا اسٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ذکریا اسٹریٹ کا علاقہ خاموش اور ویران تھا۔ دور امجدیہ ہوٹل کی طرف سگریٹ پان کی ایک دکان کھلی تھی۔ جبرو نے وہیں رکشا چھوڑ دیا اور کمالے سے کہا وہ اب چلا جائے۔ کمالا کہنے لگا۔ "میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تم جا کر اپنا کام کرو۔ میں اس جگہ انتظار کروں گا"۔

جبرو نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ وہ جانے لگا تو کمالا بولا۔ "ہوشیار رہنا۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی مخبر موجود نہ ہو"۔

جبرو بولا۔ "اللہ مالک ہے کمالے۔ تو کیوں فکر کرتا ہے"۔

اس نے چادر کو اس طرح لپیٹ لیا کہ اس کا سر اور آدھا چہرہ اس میں چھپ گیا وہ اس علاقے کی ایک ایک گلی سے واقف تھا۔ وہ سڑک کے کنارے کنارے چلتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا۔ یہاں سے وہ دوسری گلی میں داخل ہو گیا۔ آگے وہ گلی آ گئی جس میں ثریا کا مکان تھا۔ اس نے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر مکان کی طرف دیکھا۔ جو اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ احتیاط سے مکان کی طرف چلنے لگا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے آہستہ سے اسے اندر کو دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ ثریا نے جبرو کے لئے دروازہ کھلا رکھا تھا۔ جبرو مکان کی ڈیوڑھی میں آ گیا۔ اس نے دروازہ بند کر کے اندر

سے کنڈی لگا دی۔ بائیں طرف بیٹھک میں اسے کسی کے لباس کے سرسرانے کی آواز
آئی۔ جبرو نے بیٹھک کی طرف دیکھا وہاں اندھیرا تھا۔ جبرو وہیں رک گیا۔ پھر اسے ثریا
بیٹھک میں سے نکل کر اپنی طرف آتی دکھائی دی۔

''اوپر آ جاؤ جبار''۔ ثریا نے آہستہ سے کہا اور سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ جبرو اس
کے پیچھے پیچھے تھا۔

اوپر ایک دالان تھا جس کے دونوں جانب ایک ایک کمرہ تھا۔ ایک کمرے میں
سے کسی کے زور زور سے خراٹے لینے کی آواز آ رہی تھی۔ دھیمی روشنی میں جبرو نے
ثریا کو دیکھا تو اس کا دل جیسے بیٹھ سا گیا۔ وہ پہلے سے بہت کمزور ہو گئی تھی۔ چہرہ پیلا
ہو گیا تھا اور رنگ جو کبھی گورا چٹا ہوتا تھا سنولا گیا تھا۔ ثریا جبرو کو لے کر دوسرے
چھوٹے سے کمرے میں آ گئی جہاں ایک پلنگ اور دو کرسیاں پڑی تھیں۔ جبرو نے کرسی
پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''مشتاق جاگ گیا....''

ثریا نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ ''وہ کل دوپہر سے پہلے نہیں اٹھے گا۔ ہر روز
شام کو شراب پی کر پلنگ پر گرتا ہے اور پھر اسے کوئی ہوش نہیں رہتا''۔

جبرو بولا۔ ''مشتاق نے زیادہ پینی شروع کر دی ہے کیا؟''

ثریا کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ جبرو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ
اسے کیسے حوصلہ دے۔ اس نے آہستہ سے پوچھا۔ ''تم میرے دوست کے پاس کیوں
گئی تھیں۔ کیا بات تھی؟ میں بہار گیا ہوا تھا۔ آج واپس آیا تو اس نے بتایا کہ تم
میرے متعلق پوچھ رہی تھیں''۔

ثریا نے کہا۔ ''جبار اس وقت میں جس مصیبت میں پھنس گئی ہوں اگر میری
جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو خودکشی کر چکی ہوتی مگر مجھے مشتاق کا اور اپنے ماں باپ
کی عزت کا خیال ہے۔ میں اندر ہی اندر سسک کر مر جاؤں گی لیکن کوئی ایسا قدم
نہیں اٹھاؤں گی جس کی وجہ سے میرے خاندان پر بدنامی کا داغ لگ جائے''۔

ثریا چپ ہو گئی۔ وہ دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھنے لگی۔ کمرے میں خاموشی چھا

گئی۔ جبرو نے پوچھا۔ ''آخر بات کیا ہوئی ہے ثریا؟''

ثریا نے جبرو کو جو درد انگیز کہانی سنائی وہ یہ تھی کہ اس کے خاوند مشتاق کو
شراب کی لت شروع ہی سے تھی مگر کلکتے آ کر اس نے زیادہ پینی شروع کر دی۔
شراب کی وجہ سے وہ کام پر بھی کم جانے لگا۔ ثریا ایک روایتی عورت تھی۔ اس نے
اپنے ماں باپ کو کچھ نہ بتایا۔ اگر کبھی وہ ان کے پاس جاتی یا وہ اس کے گھر آتے تو
ثریا انہیں یہ تاثر دیتی کہ وہ اپنے گھر بہت خوش ہے۔ مشتاق کی شراب نوشی میں
اضافہ ہوتا گیا۔ اس نے اپنی بیوی کے زیور بیچنا شروع کر دیئے۔ پھر نوبت اس کے
ریشمی کپڑوں تک آ گئی۔ ثریا سب کچھ جھیلتی رہی لیکن کسی کو اپنا دکھ بیان نہ کیا۔ وہ
کیا کہتی۔ اس میں اس کی بدنامی تھی۔ پھر مشتاق نے اپنے ایک ہندو دوست اجیت
عرف جیتو کو اپنے گھر لانا شروع کر دیا۔ وہ روہتک ہندو بدمعاش تھا۔ ساہوکاری بھی
کرتا تھا۔ وہ خود کم شراب پیتا تھا مگر مشتاق کو زیادہ پلاتا تھا۔ اس کے پاس کافی پیسہ
تھا۔ بہت جلد مشتاق اس کے دام میں پھنس گیا۔ وہ اس کے ہزاروں روپے کا مقروض
ہو گیا۔ شراب اس کی کمزوری بن گئی تھی۔ اسے شام کو ہر حالت میں شراب کی ایک
پوری بوتل چاہیے تھی پھر اس نے دن کے وقت بھی پینی شروع کر دی۔ وہ اپنے ہندو
ساہوکار بدمعاش دوست جیتو کے ساتھ گھر کی بیٹھک میں بیٹھ کر شراب پیتا اور نشے
میں آ کر اپنی بیوی ثریا کو بھی بلا لیتا اور اسے مجبور کرتا کہ وہ جیتو کو شراب کا جام بنا کر
دے۔ ثریا نے پہلی بار انکار کیا تو مشتاق نے اسے بہت پیٹا۔ ثریا کی سب سے بڑی
غلطی یہ تھی کہ اس نے اپنے ماں باپ کو بتانے کی بجائے اس دکھ کو چھپائے رکھا اور
اندر ہی اندر یہ صدمے برداشت کرتی رہی۔ اجیت نے اب ثریا کے ساتھ چھیڑ چھاڑ
شروع کر دی تھی۔ وہ یہ چھیڑ چھاڑ اس وقت کرتا جب مشتاق نشے میں دھت ہو کر
بے ہوش ہو گیا ہوتا تھا۔ ثریا دوسرے کمرے میں جا کر اندر سے کنڈی لگا لیتی تھی۔
اجیت کسی گہری مار پر تھا۔ کچھ دن بعد اس نے ثریا سے چھیڑ چھاڑ بند کر دی اور اس
کے ساتھ ہمدردی جتانی شروع کر دی۔ اس نے ثریا پر یہ بات واضح کر دی کہ مشتاق

نے اس سے جو رقم قرض لے رکھی ہے وہ بیس ہزار تک جا پہنچی ہے۔ اور اسٹامپ
مشتاق کے دستخط موجود ہیں۔ اس زمانے میں بیس ہزار کی رقم آج کے دس لاکھ
برابر تھی۔ ثریا زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھی۔ جیتو نے اسے بہت ڈرا دیا تھا کہ
مشتاق نے اس کا قرض واپس نہ کیا تو وہ سے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ وہ
بھی کئی آدمیوں کا خون کر چکا ہے۔ ثریا کو اب اپنے خاوند کی زندگی کی فکر پڑ گئی
بھی وہ جیتو سے دور دور رہتی۔ اس نے مشتاق کو ایک بار کہا بھی کہ وہ اپنے دوست
گھر پر نہ لایا کرے مگر مشتاق ثریا کو گالیاں دینے لگا۔

"بے وقوف! اگر اجیت میرا دوست نہ ہوتا تو ہم بھوکوں مرجاتے۔ جانتی
اس نے مجھے کتنی رقم قرض دے رکھی ہے؟ اور کبھی تقاضہ تک نہیں کیا۔ خبردار
ایک لفظ بھی اس کے خلاف زبان سے نکالا"۔

ثریا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کلکتے سے واپس امرتسر اپنے ماں باپ کے پاس
جائے گی۔ مشتاق کی شراب نوشی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اب اجیت کے ساتھ ا
اور ہندو بھی آنے لگا جس کے پاس ہمیشہ ایک کیمرہ ہوتا تھا۔ مشتاق شراب پیتے ہو
اس سے اپنی اور اجیت کی تصویریں اتروایا کرتا تھا۔ جیتو وہاں بے دریغ پیسے خ
کرتا۔ ثریا ان کے لئے کباب اور مرغ بناتی رہتی اور وہ بیٹھک میں بیٹھے شراب پ
رہتے۔ ایک روز ثریا نے طے کر لیا کہ وہ کل مشتاق کو چھوڑ کر واپس اپنے ماں با
کے پاس امرتسر چلے جائے گی۔ اسی رات کا ذکر ہے کہ حسب معمول محفل گرم
گئی۔ اس رات جیتو کا فوٹوگرافر دوست بھی کیمرہ لئے موجود تھا۔ حسب عادت مش
کو زیادہ پلا دی گئی۔ وہ دھت ہو کر پڑ گیا تو جیتو نے اسے دوسرے کمرے میں پلنگ
لٹا دیا۔ اس کے بعد جانے کیا ہوا کہ انہوں نے ثریا کو دبوچ کر اس کے منہ میں
ٹھونس دیا اور اسے زبردستی کوئی ایسا ٹیکہ لگایا کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔

جب اسے ہوش آیا تو وہ کمرے میں تنہا تھی مگر اس حالت میں کہ اسے ا
آپ پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی۔ مشتاق

میں بے ہوش پڑا تھا۔ وہ اس کے پلنگ کی پٹی پر سر رکھ کر دیر تک سسکیاں بھر بھر کر
روتی رہی۔ دوسرے دن اس نے اپنے خاوند سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ اسے کیا
بتاتی۔ خاوند کو خود نہیں معلوم تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس روز ثریا کو
چلے جانا تھا۔ اس نے یہی سوچا کہ مشتاق جب گھر سے نکل جائے گا تو وہ برقعہ اوڑھ کر
سیدھی ریلوے اسٹیشن پہنچ جائے گی۔ مگر مشتاق دیر تک سویا رہا اور ٹرین کا وقت نکل
گیا۔ وہ دوپہر کے بعد اٹھا اور منہ ہاتھ دھو کر ثریا کو گالیاں بکتا گھر سے نکل گیا۔ اس
کے جانے کے تھوڑی دیر بعد جیتو آگیا۔ ثریا نے اسے ڈیوڑھی سے ہی کہہ دیا کہ وہ
وہاں سے نکل جائے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرے ورنہ وہ تھانے جا کر فریاد کرے
گی۔

اب جیتو نے اسے ایک لفافے میں سے کچھ تصویریں نکال کر دکھائیں جنہیں دیکھ
کر ثریا کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ کس قسم کی
تصویریں تھیں۔ شراب جس گھر میں گھس آتی ہے اس گھر کی بربادی میں کوئی کسر باقی
نہیں رہ جاتی۔ ثریا برباد ہو چکی تھی۔ جیتو نے اسے دھمکی دی کہ اگر وہ وہاں سے
کہیں گئی یا اس نے پولیس کو اطلاع دینے کی کوشش کی تو اس کی تصویریں اس کے
ماں باپ کو امرتسر پہنچا دی جائیں گی۔ ثریا دل پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔ وہ جیتو بدمعاش کے
قبضے میں آچکی تھی۔ اس نے اسے بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔

ثریا نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھے کئی بار تمہارا خیال آیا۔ لیکن یہ سوچ کر رک
جاتی کہ تم کیا سوچو گے کہ ثریا اتنی گر چکی ہے مگر جب اس شیطان کے ظلم میری
برداشت سے بار ہو گئے تو میں نے تمہارا پتا معلوم کیا اور وہاں پہنچ گئی۔ اس کے بعد
کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" پھر ثریا جبرو کے آگے ہاتھ باندھ کر سسکیاں بھرتے
ہوئے بولی۔ "میں بے گناہ ہوں جبار! مجھے برا مت سمجھنا یہ سب شراب کی وجہ سے
ہوا ہے۔"

جبرو جیسے بیٹھے بیٹھے پتھر ہو گیا تھا۔ ثریا نے رک رک کر انتہائی شرم و حجاب کے

ساتھ اپنی درد بھری آپ بیتی سنائی تھی۔ جبرو کے کانوں میں جیسے پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جا رہا تھا۔ لیکن وہ ظلم کی ایک ایک تفصیل سے واقف ہونا چاہتا تھا تاکہ اس کے بیچے پر دشمن نے جو گہرے گھاؤ لگائے تھے۔ ان کا بھرپور انتقام لے سکے۔ سامنے والے کمرے سے مشتاق کے خراٹوں کی ابھی تک آواز ویسے ہی آ رہی تھی۔ یہ آواز اسے ایک بے غیرت بے حس انسان کی آواز لگ رہی تھی۔ شراب بعض انسانوں کو بے غیرت بنا دیتی ہے۔ یہ جبرو کو آج ہی معلوم ہوا تھا۔ اس نے جوئے خانوں اور بالاخانوں پر بدمعاشوں کو شراب پیتے اور شراب کے نشے میں خون کرتے بھی دیکھا تھا لیکن شراب کی وجہ سے کسی انسان کو اپنی غیرت سے محروم ہوتے نہیں دیکھا۔ اس کا خون اندر سے کھول رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جیتو نے مشتاق کو نہیں بلکہ اسے عزت سے محروم کرکے سربازار رسوا کر دیا ہے۔

وہ جیتو بدمعاش کو جانتا تھا۔ وہ کہاں رہتا ہے' یہ بھی جانتا تھا مگر اس سے کبھی جبرو کی زیادہ بول چال نہیں رہی تھی۔ بدمعاشوں کا بھی ایک کردار ہوتا ہے۔ دنیا والے انہیں بدمعاش کہتے ہیں مگر اس زمانے میں ان لوگوں کا بھی ایک ضابطہ اخلاق تھا۔ ایک کردار تھا۔ عزت اور شرافت کے کچھ اصول تھے جن پر یہ لوگ سختی سے کاربند رہا کرتے تھے۔ جیتو بدمعاش نے شرافت اور انسانی عزت کے ساتھ ساتھ بدمعاشی کے اصولوں کا بھی دامن چاک کر دیا تھا۔

جبرو کی نظریں اوپر نہیں اٹھ رہی تھیں وہ اپنے آپ میں اتنا حوصلہ نہیں پا رہا تھا کہ ثریا سے آنکھیں چار کرے۔ وہ ثریا کی تباہی و بربادی کا خود کو ذمے دار سمجھنے لگا تھا۔ اس نے نیم روشن کمرے کی گھٹی گھٹی فضاء میں فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ اب تمہیں بلیک میل نہیں کرے گا۔" یہ کہتے ہی جبرو اٹھا اور سیڑھیاں اتر کر سنسان اندھیری گلی میں آگیا۔ اس کی کنپٹیوں سے جیسے آگ نکل رہی تھی۔ ثریا اس کے پیچھے پیچھے ڈیوڑھی تک آئی۔ اسس نے گلی میں جھانک کر دیکھا مگر جبرو جا چکا تھا۔ وہ اپنے دوست کمالے کو جہاں چھوڑ کر گیا تھا وہ اسی جگہ ایک فٹ پاتھ پر ستوں کا

اوٹ میں بیٹھا تھا۔ جبرو اس کے قریب گیا تو اسے کمانی دار چاقو کی آواز آئی۔ کمالا چاقو بند کر رہا تھا۔ جبرو کے اندر ایک طوفان مچا ہوا تھا مگر اوپر سے وہ پرسکون تھا۔

کمالے نے پوچھا۔ "ہماری بہن تو ٹھیک ٹھاک ہے ناں جبرو؟"

جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ وہ...... وہ کچھ گھریلو ضروری بات کرنا چاہتی تھی۔ اب تم یہیں رہو۔ میں کوارٹر چلا جاؤں گا۔"

مگر کمالے نے اسے اکیلے نہ جانے دیا اپنے ساتھ لیکر جوہندی کے کوارٹر میں آیا۔ جبرو نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "یار کمالے۔ اب میں آگیا ہوں۔ مجھے ہتھیار کی کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے۔ تم ایسا کرو۔ یہ چاقو مجھے دے دو۔ تم نیا خرید لینا۔"

کمالے نے ایک لمحے کے لئے جبرو کی طرف دیکھا اور بولا۔ "کوئی گڑ بڑ تو نہیں ہے؟"

جبرو نے مسکرا کر کہا۔ "ارے نہیں یار۔ میں اس لئے کہہ رہا تھا کہ تم تو جانتے ہو مفرور قاتل ہوں کسی وقت بھی دشمن حملہ کر سکتا ہے۔"

کمالے نے چاقو صدری کی جیب سے نکال کر جبرو کو دے دیا اور بولا۔ "جبرو! تیری آنکھیں کچھ اور کہہ رہی ہیں۔ دیکھ جبرو اگر کوئی ایسی ویسی بات ہے تو مجھے بتا دے۔"

جبرو کہنے لگا "ایسی کوئی بات نہیں ہے' تو جا۔" کمالا بولا۔ "میں صبح تیرے لئے ناشتا لے کر آؤں گا اور کل دوپہر کو اپنے ایجنٹ دوست سے مل کر تیرے یہاں سے انڈونیشیا جانے کے بارے میں معلوم کروں گا۔"

کمالا چلا گیا۔ جبرو کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ چارپائی پر بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ وہ جیتو بدمعاش اور اس کے فوٹو اتارنے والے ہندو سے ثریا کی تصویریں اور فلم کیسے حاصل کرے۔ اگر وہ جیتو کو موت کے گھاٹ اتار بھی دیتا ہے تو تصویریں تو جب بھی اس کے ہاتھ نہیں آئیں گی

اور وہ کسی وقت بھی ثریا کی باقی ماندہ زندگی کو بربادی کے گڑھے میں دھکیل سکیں گے۔ وہ سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا۔ آخر ایک ترکیب اس کے دماغ میں آگئی۔ اس وقت پو پھٹ رہی تھی۔ جبرو سو گیا۔ اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب کمالا ناشتا لے کر آیا تھا اور اس کی چارپائی کے پاس اسٹول پر بیٹھا رومال میں بندھا ہوا ٹفن کیریئر کھول رہا تھا۔

جبرو نے سکون سے ناشتا کیا اس کے بعد اس نے کمالے کو ثریا کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ کمالے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ جبرو نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "پیارے! جو تم کرنا چاہتے ہو وہ میں صبح کر چکا ہوتا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ جیتو کے قتل کرنے سے تصویریں اور ان کی اصل فلم مجھے مل جائے گی۔"

کمالا بولا۔ "جبرو! اس سور نے میری بہن کی زندگی برباد کی ہے، میں اسے کیسے زندہ چھوڑ سکتا ہوں۔"

جبرو نے اب اسے وہ ترکیب بتائی جو اس کے ذہن میں تھی اور جس پر عمل کرنے سے انہیں ثریا کی تصویریں اور فلم مل سکتی تھیں۔ وہیں بیٹھے بیٹھے دونوں دوستوں نے ایک اسکیم بنائی اور جوہندی سے کہا کہ وہ ایک ضروری کام کے لئے باہر جا رہے ہیں۔ کمالا جا کر ٹیکسی لے آیا۔ جبرو نے چادر میں منہ سر لپیٹا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔ وہ شہر سے دور ہرنام سنگھ کے تاڑی کے جنگل کی طرف جا رہے تھے لیکن ہرنام سنگھ آج کل وہاں نہیں تھا۔

ہرنام سنگھ کے نوکر کمالے اور جبرو کو اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ ان کے مالک کے دوست ہیں۔ جبرو اور کمالے کی زندگی اور کارناموں کے بارے میں ان ان پڑھ دیہاتی مزدوروں کو کچھ خبر نہیں تھی۔ جبرو کو وہاں چھوڑ کر کمالا اسی ٹیکسی میں شہر کی طرف چل دیا۔

جبرو نے سارا دن تاڑی کے جنگل میں بے چینی سے گزارا۔ ہرنام سنگھ کو دو دن بعد واپس آنا تھا۔ وہ دن بھر جنگل میں ادھر ادھر پھرتا رہا۔ رات کو برآمدے میں آکر

بیٹھ گیا طے شدہ پروگرام کے مطابق کمالے کو آج رات کسی وقت وہاں پہنچنا تھا۔ جھونپڑی کے باہر لالٹین جل رہی تھی۔ مزدور اپنے اپنے گاؤں جا چکے تھے۔ جو مزدور وہیں رہتے تھے وہ اپنی جھونپڑی میں سو رہے تھے۔ جبرو کے کان فضاء کی خاموشی پر لگے تھے۔ وہ اٹھ کر برآمدے میں ٹہلنے لگا۔ کھانا اس نے شام کو ہی کھا لیا تھا۔ ابھی آدھی رات نہیں ہوئی تھی کہ جبرو کے کان کھڑے ہو گئے۔ اسے دور سے موٹر گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی جو آہستہ آہستہ قریب آرہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی کی بتیوں کی روشنی درختوں کے بیچ والے کچے راستے پر پڑی۔ کمالا آگیا تھا۔ جبرو نے سگریٹ پھینک دیا اور برآمدے سے اتر کر جھونپڑی کے سامنے آگیا۔

یہ ایک ٹیکسی تھی جسے کمالا خود چلا رہا تھا۔ بہت جلد جبرو کو گاڑی میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی نظر آگئے۔ ان میں جبرو کا دشمن نمبر ایک جیتو بدمعاش بھی تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ گاڑی ایک طرف روک کر کمالا باہر نکلا اور جبرو سے بولا۔ "تیرا بندہ لے آیا ہوں جبرو۔"

پھر اس نے گاڑی میں بیٹھے اپنے دو ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ یہ دونوں ساتھی کالے پہلوان کی منڈلی کے تھے اور جبرو انہیں جانتا تھا۔ انہوں نے جیتو کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر سے باہر کھینچ لیا۔ جیتو بدمعاش کے ہاتھ پاؤں رسی سے بندھے تھے۔ منہ پر کپڑا کس کر باندھا گیا تھا۔

جبرو نے کہا۔ "اسے کوٹھری کے اندر لے چلو۔"

کوٹھری میں جب کمالا، جبرو اور جیتو ہی رہ گئے تو جیتو کی رسیاں اور منہ پر سے کپڑا کھول کر کرسی پر جکڑ دیا گیا۔ اسے جب کمالے نے اس کے گھر سے اپنے آدمیوں کی مدد سے اغوا کیا تھا تو وہ معاملے کی تہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کمالا جبرو کا دوست ہے اور مشتاق کی بیوی جبرو کی قریبی عزیز ہے۔ اب اس نے جبرو کو اپنے سامنے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اس کی موت قریب ہے۔ اسے علم تھا کہ جبرو پنجاب میں چار قتل کرنے کے بعد سے مفرور ہے۔

جبرو نے جیتو بدمعاش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتے ہوئے کہا۔ "پچھا
تم نے مشتاق رفوگر کے ساتھ جو زیادتی کی وہ تم اچھی طرح سے جانتے ہو۔ م
تمہاری بیوی کو بھی تمہارے ساتھ اغوا کر کے یہاں لا سکتا تھا۔ مگر میں مرد ہوں
تمہاری طرح ذلیل اور گھٹیا نہیں ہوں۔"

کمالے نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے۔ "جبرو! اس کتے سے مطل
کی بات کر میری گاڑی کھڑی ہے اور آدمی بھی موجود ہیں۔"

جیتو کو اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ایک گھٹیا اور بزدل بدمعاش
تھا۔ وہ موت سے ڈرتا تھا۔ وہ جبرو اور کمالے کی خونی وارداتوں سے بھی بخوبی واقف
تھا۔ اسے اس حقیقت کا علم تھا کہ جبرو اور کمالے کے لئے اسے قتل کرنا کوئی مشکل
نہیں ہے خاص طور پر ان حالات میں جبکہ وہ جبرو کی خالہ زاد کو بے عزت کر چکا تھا اور
اب اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ اس نے عاجزی سے کہا۔ "جبرو دادا! تو جو کہے گا میں
ویسے ہی کروں گا۔ تو بول دادا۔ کیا چاہئے تجھے؟"

جبرو نے کمالے کو اشارہ کیا۔ کمالے نے اپنی صدری میں سے ایک پاکٹ بک اور
پنسل نکال کر جیتو کے آگے رکھ دی۔ اس کے دونوں بازو آزاد تھے۔ جبرو نے کہا
"یہاں پرچے پر اپنی بیوی کو لکھو کہ تم نے مشتاق رفوگر کی بیوی کی جو تصویریں اور
نیگیٹو جہاں رکھے ہیں وہاں سے نکال کر ہمارے آدمی کے حوالے کر دے۔"

جیتو جانتا تھا کہ جبرو اس سے یہی چیزیں طلب کرے گا۔ وہ خوشامدانہ لہجے میں
بولا۔ "دادا! میں ابھی لکھے دیتا ہوں۔ یہ ساری تصویریں تمہاری ہیں۔ مجھ سے بھول ہو
گئی۔ میں نے یہ سب کچھ ایک بکس میں تالا لگا کر رکھا ہے۔ ابھی منگوائے دیتا
ہوں۔"

کمالے نے آگے بڑھ کر اتنے زور سے جیتو کے منہ پر طمانچہ مارا کہ اس کا منہ
ایک طرف گھوم گیا اور ہونٹوں سے خون کی لکیر بہ گئی۔ جیتو بوکھلا سا گیا۔ "دادا! میں
بھگوان کی قسم کھاتا ہوں ساری تصویریں منگوا دوں گا۔ سب کچھ تمہارے حوالے کر

دوں گا۔ مجھے کچھ نہ کہنا دادا۔"

جبرو کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ وہ بہت ضبط کر کے کھڑا تھا۔ اس نے پاکٹ
بک کے پرچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس پر اپنی بیوی کے نام پرچہ
لکھ۔"

جیتو نے اسی وقت جلدی جلدی اپنی بیوی کو لکھا کہ اس کی الماری میں جو چھوٹا
ٹین کا بکس رکھا ہے وہ اسی طرح سے اس آدمی کے حوالے کردو جو یہ پرچہ لے کر
آرہا ہے۔ اس نے بیوی کو بار بار تاکید کی کہ بکس حوالے کرنے میں دیر مت
کرنا۔ یہی میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اس نے پاکٹ بک جبرو کی طرف بڑھائی
"دادا! تو خود پڑھ لے۔ میں نے اور کچھ نہیں لکھا۔"

جبرو نے پرچے پر لکھی ہوئی اردو کی تحریر پڑھی۔ پھر پاکٹ بک کمالے کے حوالے
کر دی۔ "کمالے! اپنے آدمی کو ابھی شہر روانہ کر دے بلکہ تو بھی اس کے ساتھ چلا
جا۔ کوئی گڑبڑ ہوئی تو تجھے معلوم ہے کہ کیا کرنا ہوگا۔"

جیتو نے الٹے ہاتھ سے اپنے ہونٹوں پر بہتا خون صاف کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں
نہیں جبرو دادا! کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی میری بیوی بڑی شریف ہے۔ وہ فوراً بکس دے
دے گی۔"

جبرو نے جیتو بدمعاش کو گردن سے پکڑ کر جھنجوڑا۔ "تمہاری بیوی شریف ہے اور
دوسروں کی بیویاں بدمعاش ہیں گدھے کے بچے۔"

کمالے نے جبرو کو پیچھے کھینچ لیا۔ "اس ذلیل کے گندے خون سے اپنے ہاتھ نہ
رنگنا جبرو۔ یہ میرا بھی دشمن ہے۔ میں ابھی تمہاری امانت لے کر آتا ہوں۔"

کمالے نے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیا اور ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ
ہوگیا۔ جو وہاں سے بیس پچیس میل کے فاصلے پر تھا۔ اس کے جانے کے بعد جبرو نے
جیتو کے دونوں بازو کرسی پر اسی سے جکڑ دیئے اور کوٹھری کا دروازہ بند کر کے باہر
برآمدے میں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے سینے میں ایک ہیجان بپا تھا۔ اس کی آنکھوں کے

سامنے ثریا کی تصویر آگئی۔ وہ سسکیاں بھر بھر کر رو رہی تھی۔ جبرو کا خون کھولنے لگا وہ اٹھا اور برآمدے سے اتر کر درختوں کے نیچے بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

شاید دو اڑھائی گھنٹے ہو گئے تھے کمالے کو گئے ہوئے کہ اسے ایک بار پھر موٹر آواز سنائی دی۔ جبرو اس طرف چلنے لگا جدھر سے گاڑی کی روشنی دکھائی دینے لگی تھی۔ اس نے راستے میں ہی گاڑی کو رکوالیا۔ کمالا ٹیکسی خود چلا رہا تھا۔ دونوں آ اس کے ساتھ تھے۔ جبرو نے بے تابی سے پوچھا کیا وہ بکس لے آیا ہے؟ کمالے نے اپنے قدموں میں رکھا ہوا چھوٹا سا کالے رنگ کا ٹین کا بکس اٹھا کر کھڑکی میں سے ج کے حوالے کر دیا۔

"اس میں سب کچھ موجود ہے۔"

جبرو بکس کو برآمدے میں لے آیا۔ یہاں اس نے اسے کھولا اور لالٹین کی روشن میں تصویریں لفافے میں سے نکال کر دیکھنے لگا۔ یہ ثریا کی تصویریں تھیں۔ جبرو کو ا قدر شرم آئی کہ اس نے تصویروں کو لفافے میں بند کر دیا۔ اسی بکس میں ایک دو لفافہ بھی تھا جس میں ان تصویروں کے نیگیٹوز تھے۔ کمالا جان بوجھ کر دو قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "جبرو میں نے تصویروں کو سرسری نظر سے دیکھا تھا۔ ا اپنی تسلی کر لے۔"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور ساری تصویروں اور نیگیٹوز کو آگ لگا دی۔ جب تک تصویریں وغیرہ جل کر راکھ نہیں ہو گئیں شعلوں کی طرف گھورتا رہا پھر کمالے ک لے کر کوٹھری کے اندر آگیا۔

جیتو پریشانی کے عالم میں بیٹھا تھا۔ جبرو کو دیکھتے ہی بولا۔ "تمہیں تمہاری چیزیں ل گئی ہیں نا جبرو دادا؟ اب مجھے معاف کر دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ تم فکر نہ کرو میں کسی تمہارا ذکر نہیں کروں گا میں بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں......"

کمالے نے اس کا جملہ کاٹا۔ "پہلے اس ہندو فوٹو گرافر کا نام اور پتا بتا جس نے تصویریں اتاری تھیں۔"

جیتو نے فوراً اپنے ساتھی کا نام اور پتا بتا دیا۔ اس کا نام پرشاد بھلہ تھا اور کمالا اسے جانتا تھا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ یہ ذلیل کاروبار بھی کرتا ہے۔ کمالے نے جبرو کی طرف دیکھا اور بولا۔ "جبرو! پرشاد بھلہ اب مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ اب یہ بتا کہ اس ذلیل کے ساتھ کیا کرنا ہے؟"

جبرو نے گہری آواز میں کہا۔ "تو ذرا باہر چلا جا۔"

جیتو کا بدن کانپ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ جبرو کمالے کو باہر کیوں بھیج رہا ہے۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "مجھے نہ مارنا جبرو۔ میں تیرا داس بن کر رہوں گا۔ جبرو دادا۔ مجھے نہ مارنا۔"

کمالا باہر نکل گیا تھا۔ جبرو نے جیب سے چاقو نکال لیا۔ کمالا باہر برآمدے میں بانس کے ستون سے لگ کر کھڑا تھا۔ اسے کوٹھری میں کمانی دار چاقو کے کھلنے کی آواز آئی پھر جیتو کی ایک سہمی ہوئی چیخ بلند ہوئی اور گہری خاموشی چھا گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایسی آواز آئی جیسے کرسی نیچے گر پڑی ہو۔ پھر انسانی حلق سے نکلتی غرغراہٹ کی آوازیں آنے لگیں۔ کوٹھری کا دروازہ کھلا اور جبرو خون آلود چاقو کو گھاس سے پونچھتا باہر نکل آیا۔ اس نے کمالے سے کہا۔ "تو نے جس آدمی کو وہاں بھیجا تھا اسے جیتو کی بیوی نے تو نہیں دیکھا؟"

کمالے نے سگریٹ پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں نے ایک عورت کو برقعہ اوڑھا کر بھیجا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ برقعہ نہ اٹھائے۔ مگر تو کیوں پوچھ رہا ہے۔ اب میں جانوں اور میرا کام۔ تو نے جیتو کو ختم کر دیا؟"

"ہاں۔ آدمیوں کو بلاؤ۔ اس کراڑ کی لاش جنگل میں دبا دینا۔"

کمالے کے آدمی جیتو کی لاش اٹھا کر جنگل میں لے گئے جہاں انہوں نے اسے گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔

جبرو نے پھر کمالے کو مخاطب کیا۔ "تمہارا چہرہ تو وہاں کسی نے نہیں دیکھا؟"

کمالا بولا۔ "جبرو! ان باتوں میں اپنا سر نہ کھپا۔ میں پیچھے سب سنبھال لوں گا۔ ابھی

مجھے پرشاد بھلے کو ٹھکانے لگانا ہے۔ تو بتا کہ اب کہاں جانا چاہتا ہے۔ سمندری جہاز جنگ کے خطرے کی وجہ سے کہیں آتے جاتے نہیں ہیں۔"

جبرو گہری سانس بھر کر بولا۔ "میں نے ثریا کا بدلہ لے لیا ہے کمالے۔ اب وہ آزاد ہے۔ جیتو اب اس کی عزت سے نہیں کھیل سکے گا۔ باقی میرا کیا ہے۔ میں کسی نہ کسی طرف نکل ہی جاؤں گا۔ اب تو میری باقی کی زندگی پولیس اور فوج سے جنگ کرتے گزرے گی۔ میں کامیاب ہو گیا تو زندہ رہوں گا۔ دشمن کامیاب ہو گیا تو پھانسی کے تختے پر چڑھ جاؤں گا۔"

کمالے نے جبرو کا ہاتھ تھام لیا اور بولا۔ "جبرو تو اکیلا نہیں ہوگا۔ یاد رکھ۔ میں بھی تیرے ساتھ ہوں گا۔ تو میرا یار ہے۔ میں مصیبت میں تجھے اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔"

جبرو کے چہرے پر اداس مسکراہٹ ابھری۔ "میرے لئے تم اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالنا۔ میری تقدیر میں تو اب زندگی اور موت کا مقابلہ لکھ دیا گیا ہے۔ تو اپنے آپ کو بچا۔ پولیس تیرے پاس ضرور آئے گی۔ تو نے پرشاد کا خون کر دیا تو تجھ پر جیتو کے قتل کا بھی شبہ کیا جائے گا۔"

کمالے نے کہا۔ "جبرو! یہ باتیں بند کر دے تو مجھے نصیحت مت کرنا۔ مجھے جو کرنا ہے میں وہی کروں گا۔ تو بتا اب کہاں جانا چاہتا ہے؟"

جبرو نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "سوچتا ہوں فرنٹیر کے آزاد علاقے کی طرف نکل جاؤں۔ وہاں انگریزوں کا راج نہیں ہے۔ کسی نہ کسی طرح زندگی گزار لوں گا۔ میں اتنا آگے نکل گیا ہوں کہ اب واپس شریف لوگوں کے درمیان نہیں آ سکتا۔ نہ میری بہن رہی نہ ماں باپ رہے۔ خدا کے سوا اب میرا کون ہے جس کے لئے اب میں شوق سے زندہ رہوں۔"

"فکر کیوں کرتا ہے جبرو۔ میں تیرا بھائی نہیں ہوں کیا؟" کمالے نے کہا۔ "دم بھی تو تو اسی جگہ رات گزار۔ میں کل تیرے پاس آؤں گا۔ پھر سوچ لیں گے۔ مگر صبح پہلے

مزدور لوگ آ جائیں گے۔ تیرا ان کے سامنے ہونا ٹھیک نہیں۔ تو میرے ساتھ جویندی کے ڈیرے پر کیوں نہیں چلا جاتا۔ وہاں تو محفوظ ہوگا۔"

جبرو بھی وہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا۔ وہ بھی کمالے کے ساتھ ہی ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ کمالے نے جویندی کے کوارٹر والی گلی سے دور ہی ٹیکسی کھڑی کر دی۔ پہلے وہ خود جویندی کے کوارٹر میں گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ کمالے کی آواز سن کر اس نے دروازہ کھول دیا۔

"میرے ساتھ جبرو بھی ہے۔ میں اسے لا رہا ہوں۔" کمالے نے اسے بتایا۔

"تم اپنے ساتھ مجھے بھی کسی مصیبت میں پھنساؤ گے۔" جویندی نے جواب دیا لیکن کمالا کچھ کہے بغیر جبرو کو لے کر کوارٹر میں آ گیا۔

کمالا چلا گیا۔ جبرو کوٹھری میں میز پر رکھا ہوا پنکھا چلا کر چارپائی پر لیٹ گیا اور آئندہ زندگی پر غور کرنے لگا۔ اب اس کو اپنی زندگی ایک ایسے شیر کی طرح لگ رہی تھی جو کئی آدمیوں کو ہڑپ کر چکا ہو اور جس کے پیچھے مسلح شکاری لگے ہوں۔ اب اس کا اور پولیس اور فوج کا مقابلہ تھا۔ وہ جہاں تک بھاگ سکتا تھا اسے بھاگنا تھا اور سول پولیس اور فوجی پولیس کو اسے جہاں موقع ملے گا مار گرانا تھا۔ اسے ایک ہی راستہ نظر آ رہا تھا کہ جس طرح سے بھی ہو وہ صوبہ سرحد کے آزاد علاقے کی طرف نکل جائے اور پھر وہاں سے افغانستان یا ایران کی طرف چلا جائے۔

دوسرے دن وہ دیر تک سویا رہا۔ جاگا تو دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے ناشتا کیا اور کوٹھری میں بیٹھ کر کمالے کا انتظار کرنے لگا۔ دوپہر کے بعد کمالے کا ایک آدمی بھولا وہاں پہنچا۔ اس نے آتے ہی پوچھا۔ "جبرو دادا کہاں ہے؟"

جویندی نے ایک تجربہ کار اور عقل مند عورت ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔ "کون جبرو دے! یہاں کوئی جبرو نہیں ہے۔ جا بھاگ جا یہاں سے۔"

بھولا گھبراہٹ میں تھا۔ بولا۔ "جویندی میں بھولا ہوں۔ کمالا خون کر کے پکڑا گیا ہے۔ مجھے جبرو سے ضروری ملنا ہے۔"

جبرو دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ "کیا ہوا ہے بھولے؟ ادھر آ جاؤ اندر۔"

بھولا پنجاب ہی کا ایک چوڑا چکلا نوجوان تھا اور کالے پہلوان کے اڈے پر ہی رہتا تھا۔ وہ کمالے کا گہرا دوست تھا۔ اس نے جبرو کو بتایا کہ کمالے نے فوٹو گرافر پرشاد بھلے کا اس کی دکان پر ہی خون کر دیا ہے اور پکڑا گیا ہے۔ پولیس اسے تھانے لے گئی ہے۔ اس نے تھانے کی طرف جاتے ہوئے بھولے کو اشارے سے کہا تھا کہ جبرو کو جا کر کہہ دے کہ وہ بھاگ جائے۔

جبرو پہلے ہی وہاں سے بھاگنے والا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کمالا یہ قتل ضرور کرے گا۔ اسے افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ اس کا دشمن پرشاد بھلہ اپنی بدکرداری کے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے بھولے سے کہا۔ "کمالے سے ملو تو اسے کہہ دینا کہ میں آزاد علاقے کی طرف جا رہا ہوں۔"

بھولے نے جبرو سے کہا۔ "جبرو دادا! تمہیں حلیہ بدل کر جانا چاہئے۔ پولیس تمہاری بھی تلاش میں ہے۔"

جبرو نے مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور بولا۔ "بھولے! میرے ہاتھوں کبھی کسی بے گناہ کا خون نہیں ہوا میرا اللہ مالک ہے۔ کمالے کو میری طرف سے کہنا کہ میں تیری یاری کبھی نہیں بھولوں گا۔ جہاں بھی ہوں گا تم مجھے یاد رہو گے۔ خدا تمہاری حفاظت کرے۔ اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ تمہیں کسی نے یہاں آتے دیکھا تو نہیں؟"

بھولے نے کہا۔ "کچھ کہہ نہیں سکتا دادا! میں جانتا ہوں تمہیں میری ضرورت تو نہیں۔"

جبرو نے بھولے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "جیتے رہو...... جاؤ۔"

بھولا تیزی سے باہر نکل گیا۔ جوبندی صحن میں پریشان کھڑی تھی۔ جبرو باہر نکلا تو وہ بولی۔ "تم لوگ مجھے یہاں چین سے نہیں بیٹھنے دو گے۔ میں سوچتی ہوں واپس ہرنام سنگھ کے پاس چلی جاؤں۔"

جبرو نے کہا۔ "جوبندی! تمہارے پاس کوئی پتلی چادر ہے تو مجھے دے دو۔"

جوبندی شاید جبرو سے پیچھا چھڑانے کے لئے بے چین تھی، جلدی سے اندر گئی اور اپنی چادر لا کر دے دی۔ جبرو نے اسے بیچ میں سے پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑا پھینک دیا۔ دوسرا ٹکڑا سر کے گرد پگڑی کی طرح باندھ کر اس کا ایک پلو اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ یوں اس کا منہ نیچے سے ہونٹوں تک چھپ گیا۔ جبرو نے جوبندی سے کوئی بات کئے بنا کوارٹر کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ اس کے سامنے ایک روشن اور خلق خدا سے بھری ہوئی دنیا تھی جہاں جبرو کے لئے قدم قدم پر موت کا جال بچھا ہوا تھا۔ اسے اس جال سے بچ کر دور دراز، بے آباد، گمنام پہاڑوں کی طرف نکل جانا تھا جہاں کبھی کوئی اس کی گرد تک بھی نہ پہنچ سکے۔

آزاد علاقے تک کا سفر ایک طویل سفر تھا۔ جبرو یہ سفر پیدل طے نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ہر حالت میں ٹرین میں سوار ہو کر جانا تھا اور دلی سے ہوتے ہوئے امرتسر سے بھی گزرنا تھا۔ امرتسر جہاں چار بدمعاشوں کا خون اس نے کیا تھا اور جس کی پولیس کا ہر سپاہی جبرو کی شکل سے واقف تھا۔ جبرو نے ایک بہت بڑے خطرے میں اپنے آپ کو دھکیل دیا تھا...... اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ ٹرین سے پہلے دلی آیا اور پھر لاہور جانے والی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ خدا کا شکر تھا کہ راستے میں اسے کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

لاہور آیا تو جبرو نے ایک نگاہ کھڑکی میں سے پلیٹ فارم پر ڈالی۔ اس کا خون سرد ہو گیا۔ اسے پلیٹ فارم پر پولیس اور ملٹری پولیس کے آدمی دکھائی دیئے۔ وہ کافی تعداد میں تھے۔ جبرو کے اندر گویا بجلی جیسی توانائی آ گئی۔ ڈبے میں رش اسی طرح تھا۔ وہ ڈبے کے دوسرے دروازے میں آ کر بیٹھ گیا۔ جونہی ٹرین پلیٹ فام پر رکی وہ نیچے اتر گیا۔ اس نے چادر سے سر ڈھانپ لیا اور لوہے کی جنگلے کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

جبرو کی خوش قسمتی تھی کہ دوسری طرف بھی ایک ٹرین کھڑی تھی۔ وہ جنگلے میں سے ایک جگہ سے گزر کر دوسرے پلیٹ فارم پر کھڑی گاڑی میں چڑھ گیا اور پھر

دوسرے پلیٹ فارم پر آ گیا۔ یہ گاڑی پٹھان کوٹ جا رہی تھی۔ اور یہاں بھی مسافروں کا
کافی رش تھا۔ جبرو نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ واپس ٹرین میں سوار نہیں ہوگا۔ وہ
پلیٹ فارم کے نیچے ریلوے لائن پر اتر گیا اور فیض باغ کی طرف چل پڑا۔

ریلوے لائن پار کر کے وہ ایک جگہ سے نیچے اتر کر سڑک پر آ گیا۔ یہ سڑک ایک
طرف اک موریا پل اور دوسری طرف شام نگر جاتی تھی۔ ابھی پاکستان نہیں بنا تھا۔
اس علاقے میں ہندو سکھ بھی رہتے تھے۔ جبرو لوکو شاپ کے گندے نالے کو عبور کر
فیض باغ کی گنجان آبادی میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے نکلا تو آگے تاج پورہ اور اس
کے پیچھے بادامی باغ کا علاقہ تھا وہ چلتا چلا گیا۔

اس وقت سہ پہر کے پانچ سوا پانچ کا وقت تھا۔ اگست ستمبر کا مہینہ تھا۔ دن کی
روشنی کافی ماند پڑ گئی تھی۔ جبرو کا ارادہ اب آگے پیدل ہی سفر کرنے کا تھا۔ کیونکہ
لاری میں سفر کرنا بھی خطرناک ہو سکتا تھا۔ اس کے دل میں یہ اسکیم بھی تھی کہ رات
کو بھائی روڈ پر کسی جگہ سے کوئی لاری پکڑ کر راولپنڈی کی طرف چلا جائے گا۔ جبرو
دریائے راوی کے پل پر سے بھی گزر گیا۔ دریا کے پار سڑک پر ایک جگہ اسے کچھ
پولیس والے نظر آئے تو وہ ریلوے لائن کی طرف ہو گیا اور پٹڑی سے نیچے اتر کر
کھیتوں میں چل پڑا۔ جب رات کا اندھیرا چاروں طرف چھا گیا تو جبرو نے ایک گاؤں
کے باہر ایک تنور دیکھا جہاں دو دیہاتی بیٹھے روٹی کھا رہے تھے۔ جبرو کو بڑی بھوک لگ
رہی تھی۔ وہ تنور پر جا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ دال روٹی لی اور کھانے لگا۔

روٹی کھانے کے بعد اس نے تنور والے کو پیسے دیئے اور پنڈی کی طرف منہ کر
کے ایک کچے راستے پر چلنے لگا۔ یہ کچی سڑک آگے جا کر جی ٹی روڈ سے مل گئی۔ یہاں
جبرو کو پنڈی جانے والی لاری مل سکتی تھی۔ کوئی آدھ گھنٹے بعد جبرو کو ایک لاری مل گئی
جو پنڈی جا رہی تھی۔ اس میں دو چار ہندو سکھ مسافر بھی سوار تھے۔ جبرو نے چادر کو
پگڑی کی طرح اپنے سر پر باندھ لیا تھا اور وہ کوئی ہندو پنواری لگتا تھا۔ وہ لاری میں
سوار ہو کر کھڑکی کے ساتھ سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔ اس نے مسافروں کی باتوں سے بچنے کے

لئے آنکھیں بند کر لیں اور یوں ظاہر کیا جیسے وہ سو رہا ہے۔ لاری اندھیری رات میں
چلتی رہی۔ گوجرانوالہ اور وزیر آباد بھی خیریت سے گزر گیا۔ آگے جہلم تھا۔ جہلم کے
اڈے پر لاری رکی تو ایک سپاہی نے دوسری طرف سے کھڑکی کے قریب آ کر پوچھا۔
"کیوں بھئی اس لاری میں کوئی ہمارا بندہ تو نہیں ہے؟"

جبرو نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ لاری کا ڈرائیور سکھ تھا۔ ہنس کر بولا۔ "بھرا تا
جی! آپ کا بندہ میری لاری میں کبھی نہیں بیٹھے گا۔ ہاں۔"

سپاہی بولا۔ "اوئے آگے نہر کے پل پر سب گاڑیاں چیک ہو رہی ہیں۔ وہاں کیا
کہے گا ایس پی صاحب کو۔"

سپاہی یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گیا اور چائے کی دکان کی طرف چلا گیا۔ جبرو کے لئے
خطرے کی گھنٹی بج چکی تھی۔ نہر کے پل پر ایس پی اپنی گارڈ کے ساتھ موجود تھا۔
ہو سکتا ہے علاقے میں کوئی تازہ واردات ہوئی ہو چنانچہ جبرو بھی پکڑا جا سکتا تھا۔ لاری
چلی تو جبرو باہر دیکھنے لگا۔ رات کا ڈیڑھ بج رہا ہوگا۔ آبادیاں اس زمانے میں بہت کم
تھیں سڑک پر شہر سے نکلتے ہی ویرانی چھا جاتی تھی۔

نہر کا پل ابھی دور ہی تھا کہ جبرو نے سکھ ڈرائیور کو آواز دی۔ "سردار جی! مجھے
یہیں اترنا ہے لاری روک دو۔"

سکھ ڈرائیور نے گاڑی کو روکتے ہوئے کہا۔ "اوئے یہاں کہاں اترو گے؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور گاڑی رکتے ہی نیچے اتر گیا۔ لاری آگے چل پڑی۔
جبرو کھیتوں میں چلنے لگا۔ اس کا رخ آگے کی طرف تھا مگر ذرا ترچھا ہو کر آگے جا رہا
تھا۔ کھیتوں میں اندھیرا اور خاموشی تھی۔ کافی دور تک چلنے کے بعد نہر آ گئی۔ اس نے
ایک پل پر سے نہر پار کی دوسری طرف نکل گیا۔

وہ ساری رات چلتا رہا۔ پو پھٹ رہی تھی کہ جہلم کے علاقے کی خشک پہاڑیاں'
ٹیلے اور ٹیکریاں شروع ہو گئیں۔ وہ اندازے سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ بہت تھک گیا
تھا اور اس کی چپل بھی اب اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اچانک اس کا پاؤں

جیسے کسی ربر کی نالی پر پڑا۔ اس سے پہلے کہ جبرو اپنا پاؤں اٹھاتا اس کے پاؤں کے نیچے سے ربر کی نالی تیزی سے کھسک گئی ساتھ ہی کسی شے نے اس کی پنڈلی پر اپنا منہ مارا اور جبرو کو سوئی کی چبھن محسوس ہوئی۔ وہ جھکا اس نے اندھیرے میں ایک سانپ کو جھاڑیوں کی طرف تیزی سے رینگتے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اسے سانپ نے ڈس لیا تھا۔

جبرو نے گھبرانے کے بجائے جلدی سے اپنی پگڑی اتار کر پھاڑی اور اپنی پنڈلی پر اوپر اور نیچے دو پٹیاں کس کر باندھ لیں۔ اپنی پنڈلی پر سے پاجامہ اوپر اٹھا کر اس نے جس جگہ درد محسوس ہو رہا تھا وہاں انگلی رکھی۔ اس کے ہاتھ کو خون لگا۔ جبرو کی جیب میں دو روپے تھے۔ چاندی کے روپوں کے کنگرے تھے۔ جبرو نے ایک روپیہ نکالا اور اس کے کنگروں کو سانپ کے ڈسے ہوئے زخم پر پوری طاقت سے رگڑنا شروع کر دیا۔ وہاں سے کھال پھٹ گئی اور زخم میں سے خون بہنے لگا۔ جبرو دبا دبا کر وہاں سے خون اور زہر نکالنے لگا۔ اب اس پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ اس نے سپیروں سے سن رکھا تھا کہ اگر سانپ کے کاٹے کی جگہ زخم کرکے اس کا زہر نکال دیا جائے تو انسان کی جان بچ سکتی ہے نیز آدمی کو سونے نہیں دینا چاہئے۔

جبرو بار بار اپنے سر کو جھٹکنے لگا۔ اسے اپنے پیچھے آواز سنائی دی۔ وہ کسی گدھے کی کھروں کی آواز تھی۔ جبرو نے بلند آواز میں کہا۔ "میری مدد کرو۔ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔"

گدھا قریب آکر رک گیا۔ اس پر ایک داڑھی والا آدمی بیٹھا تھا۔ وہ جلدی سے اتر کر جبرو کے پاس آیا اور بولا۔ "کہاں کاٹا ہے سانپ نے؟" جب اس نے دیکھا کہ جبرو نے وہاں کس کر پٹیاں باندھ دی ہیں تو بولا۔ "پتر! گھبرا نہیں۔ میرے ساتھ گاؤں چل۔"

جبرو کو نیند آرہی تھی۔ اس کا سر ڈھلک جاتا تھا۔ دیہاتی نے کہا۔ "سونا نہیں پتر! گاؤں تک کسی طرح جاگتا رہ۔ اللہ فضل کرے گا۔ تو مسلمان ہے کیا؟"

جبرو نے غنودگی میں کہا۔ "ہاں"۔

بوڑھے نے جبرو کو بڑی مشکل سے گدھے پر لادا اور گاؤں کی طرف کھائی اترنے لگا۔ اس کے بعد جبرو کو کوئی ہوش نہ رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہی بوڑھا دیہاتی اس کی چارپائی کے پاس بیٹھا اس کے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار رہا تھا۔ جبرو کی آنکھیں اپنے آپ بند ہوتی جارہی تھیں۔ بوڑھے دیہاتی نے پیالہ آگے کرتے ہوئے کہا۔ "اس کو پی جاؤ پتر۔ پی جاؤ۔ شاباش۔"

پیالے میں نیم گرم پانی تھا جو بہت کڑوا تھا۔ جبرو دو تین گھونٹ میں ہی سارا پانی پی گیا اور کھانسنے لگا۔ وہ چارپائی پر کچے مکان کے صحن میں کھرلی کے پاس ہی لیٹا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی پنڈلی پر بھیگی ہوئی پٹی بندھی تھی اور زخم کی جگہ سخت درد کر رہی تھی۔ بوڑھے دیہاتی نے کہا۔ "تو خوش قسمت ہے پتر! سانپ زیادہ زہریلا نہیں تھا۔ میں نے زخم میں سے سارا زہر نکال کر مرہم لگا دیا ہے۔ تو کہاں جارہا تھا۔ تیرا نام کیا ہے پتر؟"

کڑوی دوائی پینے کے بعد جبرو کو محسوس ہوا کہ اس کی غنودگی کم ہو گئی ہے۔ اس نے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا۔ یہ ایک کوٹھری والا کچا کوٹھا تھا۔ صحن کی کچی دیوار زیادہ اونچی نہیں تھی۔ سورج نکل آیا تھا۔ وہ دھریک کے درخت کے نیچے اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں لیٹا تھا۔ اس کے پاس جو دیہاتی بیٹھا تھا اس کی عمر ستر کے قریب ہو گی۔ سفید چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی۔ بدن پر میلی کچیلی صدری اور ویسی ہی پرانی سی دھوتی بندھی تھی۔ سر کے بال بھی سفید ہو رہے تھے۔ چہرہ خشک اور سوکھا ساکھا تھا۔ یہ بوڑھا جبرو کے لئے رحمت کا فرشتہ بن کر وہاں آگیا تھا۔

اس نے کہا۔ "میرا نام رحمت ہے بابا جی۔ میں پڑھا لکھا نہیں۔ جالندھر کے قریب گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ میرا کوئی نہیں ہے۔ شہر میں کام نہ ملا تو محنت مزدوری کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا راستے میں لاری خراب ہو گئی۔ میں پیدل ہی چل پڑا کہ سانپ نے کاٹ لیا۔"

بوڑھے دیہاتی نے جبرو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اللہ میاں نے اپنا فضل کر دیا ہے رحمت پتر۔ جب تک اچھا نہیں ہو جاتا میرے پاس ہی رہ میرا نام علیا ہے میرا بھی کوئی نہیں۔ میں گاؤں کا نائی ہوں۔ مرہم پٹی بھی کرلیتا ہوں۔ میں نے تمہیں مرہم بھی لگا دیا ہے اور چرائتہ دیا ہے تمہیں۔اب تم دو ایک روز میں بھلے چنگے ہو جاؤ گے۔"

بوڑھے دیہاتی نے جبرو کی بڑی تیمار داری کی۔ دن میں دوبار وہ اس کے زخم کی پٹی بدلتا اور نیا مرہم لگاتا۔ اسے گرم گرم دودھ پلاتا۔ علیا گاؤں کا نائی تھا مگر اسے سارا دن گاؤں کے اونچی ذات کے برہمن رلیا رام کی حویلی میں کام کرنا پڑتا تھا۔ وہ ان کے ڈھورڈنگروں کو تالاب پر لے جاکر نہلاتا۔ حویلی میں جھاڑو وغیرہ دیتا اور دوپہر کو جب زمیندار برہمن آرام کرتا تو علیا نائی چھت سے لگے پنکھے کی رسی کھینچتا رہتا۔

زمیندار برہمن نے علیا کو تھوڑا تھوڑا قرض دے کر بہت سود بنا دیا تھا اور وہ اب اس کے شکنجے میں پوری طرح سے پھنس گیا تھا۔ اس رات بھی بوڑھا علیا اونچی ذات کے برہمن زمیندار کا کوئی پیغام دے کر وہاں سے بیس کوس دور ساتھ والے گاؤں سے واپس آرہا تھا کہ راستے میں جبرو سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے جبرو سے کہا۔ "پتر تو اگر چاہے تو میرے پاس ہی رہ لے۔ میرا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں۔ جو روکھی سوکھی میں کھاتا ہوں تو بھی کھا لیا کرنا۔"

علیا نے گاؤں والوں کو یہ بتایا کہ رحمت اس کے رشتے دار کا بیٹا ہے جو اس کے پاس ہی رہے گا۔ یہ گاؤں پچاس ساٹھ کچے مکانوں پر مشتمل تھا جن میں زمیندار برہمن رلیا رام کی حویلی پکی تھی۔ جبرو نے ابھی وہاں مستقل طور پر رہنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا لیکن وہ چاہتا تھا کہ کچھ وقت گزر جائے تاکہ کلکتے میں وہ جو واردات کرکے آیا تھا اس کا معاملہ تھوڑا ٹھنڈا پڑ جائے اس کے بعد وہ آگے روانہ ہو جائے گا۔

گاؤں کے اونچی ذات کے لوگ اسے کمین ذات کا سمجھ کر اس سے اچھا سلوک نہیں کرتے تھے مگر جبرو نے کبھی اس معاملے میں دخل نہیں دیا تھا۔ وہ خاموشی سے

تمام اور دور دراز گاؤں میں کچھ دن گزارنا چاہتا تھا۔اونچی ذات کا ساہوکار برہمن رلیا رام بڑا مغرور تھا۔ وہ بیل کی طرح موٹا تازہ تھا۔ اس کے کنبے کی عورتیں بھی موٹی تازی تھیں۔ گاؤں کی نیچی ذات کی عورتیں اور ان کے مردوں بھر گدھوں کی طرح زمیندار کی حویلی میں کام میں لگے رہتے تھے۔ ان کی عورتیں تو رات گئے تک ہندو زمیندار کی خدمت پر رہتی تھیں۔

جبرو یہ ظلم خاموشی سے دیکھتا رہتا۔ وہ کسی معاملے میں دخل نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس گاؤں کی ریت رواج میں یہی تھا۔ وہ سماج کے اصولوں کو نہیں بدل سکتا تھا۔

اسے گاؤں میں آئے ایک مہینہ گزر گیا۔ ایک روز شام کو وہ علیا کے مکان میں چولہے کے پاس بیٹھا اپنے مستقبل کے بارے میں غور کر رہا تھا برہمن زمیندار کا آدمی آیا اور اس نے علیا سے کہا کہ سیٹھ جی نے بلایا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ علیا اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔

آدمی نے کہا۔ "چادر لے لو۔ تمہیں دوسرے گاؤں جانا ہے سیٹھ جی کا پیغام لے کر۔"

علیا چادر لے کر اس آدمی کے ساتھ چل دیا۔ جبرو کچھ دیر چولہے کے پاس بیٹھا اپنے دوست کمالے کے بارے میں غور کرتا رہا پھر اٹھا اور ٹہلتا ٹہلتا گاؤں میں آگیا۔ اسے ساہوکار کی حویلی کی طرف سے کسی کی اونچی آواز میں گالی دینے کی آواز سنائی دی۔ یہ ساہوکار رلیا رام کی آواز تھی۔ جبرو حویلی کی طرف آگیا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ علیا ہاتھ باندھے کھڑا ہے اور ہندو ساہوکار تخت پر بیٹھا غصے سے لال پیلا ہو رہا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم کمین ذات کے لوگ ہو۔ ہمارے حکم کے پابند ہو۔ جیسا میں کہوں تمہیں ویسا ہی کرنا ہوگا۔"

بابا علیا کہہ رہا تھا۔ "مہاراج میں بوڑھا آدمی ہوں۔ گاؤں بیس کوس پر ہے۔ میرے پاس آج گدھا بھی نہیں ہے۔ گھوڑی مل جائے تو آرام سے چلا جاؤں گا۔"

ہندو ساہوکار کے خوشامدی کارندے بھی وہاں موجود تھے بد دماغ ہندو ساہوکار نے

غصے میں علیا کو گالی دیتے ہوئے کہا۔ "ہماری گھوڑی پر کمین ذات کا آدمی نہیں بیٹھ سکتا تجھے پیدل ہی جانا ہوگا۔ چل ابھی نکل جا اور شام سے پہلے پہلے سردار جی کو میرا پیغام پہنچا کر راتوں رات گاؤں واپس آ۔"

جبرو نے کہا۔ "لالہ جی! بوڑھا آدمی ہے بابا۔ وہ چالیس کوس پیدل سفر کیسے کرے گا۔ ایک گھوڑی دے دیں اسے۔"

ہندو ساہوکار نے اپنی گینڈے جیسی گردن گھما کر جبرو کی طرف دیکھا اور بولا۔ "تو اس کا حمایتی بن کر آیا ہے۔"

جبرو بولا۔ "میں تو انصاف کی بات کر رہا ہوں لالہ جی! آپ خود ہی سوچو۔ یہ بوڑھا اتنا سفر پیدل کیسے کر سکتا ہے۔"

بوڑھے دیہاتی نے ہاتھ باندھ کر جبرو سے کہا۔ "رحمت پتر تو بیچ میں نہ آ۔ ہم تو بچپن ہی سے ان دھرماتماؤں کی خدمت کرتے آئے ہیں۔"

جبرو بولا۔ "نہیں بابا تم بغیر گھوڑے کے نہیں جاؤ گے۔"

ہندو ساہوکار نے قہر بھری نظروں سے جبرو کی طرف دیکھا اور بولا۔ "اوئے تم مامے لگتے ہو اس کے؟" وہ جبرو کو بھی کوئی کمین ذات کا سمجھ رہا تھا۔ اس کے تین خوشامدی ٹٹو بھی غصے سے جبرو کو دیکھ رہے تھے۔

جبرو کا خون گرم ہو گیا تھا مگر اس نے حوصلے سے کام لیا اور سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"میں بابا علیا کا بیٹا ہوں۔"

ہندو ساہوکار کی موت اس کے سر پر منڈلانے لگی تھی اس نے جبرو کو بھی گالی دے دی۔ جبرو کے سینے میں جیسے آگ کا ایک شعلہ سا لپکا۔ وہ طاقتور جوان تھا۔ دلیر تھا، باغیرت تھا۔ گالی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ہندو ساہوکار کے منہ پر اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ وہ تخت پر پیچھے کو جا گرا۔

اس کے خوشامدی جبرو پر جھپٹے مگر جبرو پوری طرح سے ہوشیار تھا۔ اس کی نگاہ تخت کے دوسری طرف اس کے ساتھ لگی کلہاڑی پر پڑی۔ جبرو اب اپنے آپ میں

نہیں تھا۔ اس نے لپک کر کلہاڑی اٹھائی اور ہندو ساہوکار پر بھرپور وار کر دیا۔ کلہاڑی کا وار ساہوکار کی کھوپڑی پر ایک طرف پڑا اور کھوپڑی کا وہ حصہ کٹ کر اس طرح نیچے گرا جیسے درخت کے تنے کا کوئی ٹکڑا گرتا ہے۔ اس کا بھیجہ بکھر گیا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے آدمی ڈر کر بھاگ گئے۔ جبرو کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس نے دوسرا وار اس کی کھوپڑی پر ہی کیا۔ اس کا سر بیچ میں سے دو ہو گیا۔ بوڑھا دیہاتی وہیں زمین پر بیٹھا خوف کے مارے لرزنے لگا۔

جبرو نے کلہاڑی وہیں پھینکی اور حویلی کی طرف دیکھا۔ وہاں عورتیں چیخیں مار رہی تھیں۔ حویلی کے باہر ایک گھوڑی جس پر زین کسی ہوئی تھی، چارہ کھا رہی تھی۔ جبرو گھوڑی کی طرف دوڑا عورتیں چیختی ہوئی حویلی کے اندر بھاگ گئیں۔ جبرو کو سوائے گھوڑی کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر گھوڑی پر بیٹھا۔ اس کی باگیں ایک طرف کو زور سے کھینچیں اور گھوڑی نے گاؤں کی کچی سڑک پر دوڑنا شروع کر دیا۔

○☆○

گھوڑی اندھا دھند بھاگی جا رہی تھی لیکن کسی باقاعدہ راستے پر نہیں۔ یہ چھوٹی
چھوٹی ٹیکریوں کی وسیع و عریض وادی تھی جو چھوٹے قد کی گول گول جنگلی جھاڑیوں سے
ڈھکی ہوئی تھی۔ ان کے بیچ میں جو راستہ تھا ان پر بھی جھاڑیاں اگی تھیں۔ جبرو کی
گھوڑی ان جھاڑیوں کو کچلتی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ وہ مزید ایک خون کر کے
گاؤں سے بھاگا تھا۔ اگر وہ بھی گاؤں کے عام لوگوں کی طرح ہوتا تو ساہوکار کی دی
ہوئی گالی کو شاید برداشت کر لیتا۔ اور الٹا اس بدکردار ساہوکار کی خوشامد کرتا۔ مگر ساہو
کار کو معلوم نہیں تھا کہ اس نے کس شخص کو گالی دی ہے جبرو نے جو کچھ کیا اسے
وہی کچھ کرنا چاہئے تھا۔

دوپہر ہو چکی تھی اور گھوڑی ابھی تک دوڑی چلی جا رہی تھی۔ جبرو کو گھڑ سواری کی
اتنی عادت نہیں تھی چنانچہ اب اس کی ٹانگیں درد کرنے لگی تھیں۔ گھوڑی بھی سست
ہو رہی تھی۔ جبرو چاہتا تھا کہ کسی محفوظ جگہ پر پہنچ کر تھوڑی دیر آرام کرے اور
گھوڑی کو بھی آرام کرنے کا موقع دے۔ ایک جگہ ٹیلے کے نشیب میں جبرو کو دھوپ
میں چمکتی ہوئی ایک سرسبز کھیتی نظر آئی۔ اس نے گھوڑی کا رخ اسی طرح پھیر دیا۔
کھیت میں شاید برسیم اگی ہوئی تھی۔ جبرو نے گھوڑی کو کھلا چھوڑ دیا۔ جبرو کی ٹانگیں اکڑ
گئی تھیں۔ نیچے نشیب میں ایک کھڈ تھا۔ جہاں پانی نالے کی شکل میں بہہ رہا تھا۔ جبرو
نے یہاں منہ ہاتھ دھویا۔ گھوڑی پانی پی رہی تھی۔ جبرو کھیت کے پاس بیٹھ گیا۔ پانی
پینے کے بعد گھوڑی کھیت میں چرنے لگی۔

جبرو وہاں زیادہ دیر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ پولیس کسی طرف سے کسی بھی وقت اس

کے سر پر پہنچ سکتی تھی۔ وہ کم سے کم وقت میں اس علاقے سے زیادہ سے زیادہ دور
نکل جانا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے اونچے نیچے جنگلی ٹیلوں کا ایک وسیع سلسلہ دور تک
پھیلا تھا تھوڑی دیر ستانے کے بعد جبرو گھوڑی پر بیٹھا اور ایک بار پھر اسے اس سلسلے
میں دوڑا دیا۔ وہ اپنے سیدھے رخ کو برقرار نہیں رکھ پا رہا تھا کبھی ایک ٹیلے کے پہلو
سے گزرتے ہوئے اس کا رخ مغرب کو ہو جاتا اور کبھی مشرق کو۔ مجموعی طور پر مشرق
کی سمت ہی جا رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ گھوڑی دوڑتے ہوئے اپنا اگلا بایاں پاؤں
ذرا جھکا دیتی ہے۔ شاید اس کے پاؤں میں کسی پتھر سے ٹکرانے کی وجہ سے چوٹ لگ
گئی تھی۔ جبرو رکنے کے بجائے اسے دوڑائے لئے چلا گیا۔

ایک وادی سے نکل کر وہ دوسری کھلی وادی میں آ گیا۔ گھوڑی باقاعدہ لنگڑانے
لگی۔ جبرو نے نیچے اتر کر اس کے اگلے کھر کو دیکھا۔ خون بہہ رہا تھا۔ گھوڑی کا جسم بھی
پسینے سے شرابور تھا۔ اب گھوڑی پر سواری کرنا اس پر اور اپنے آپ پر ظلم کرنے کے
برابر تھا۔ جبرو نے گھوڑی کی گردن پر ہاتھ پھیر کر اسے پیار کیا اور اسے وہیں چھوڑ کر
پیدل ہی نشیبی وادی میں اتر گیا۔

وادی کے آخری کنارے پر پہنچ کر اسے ایک تنگ سی پگ ڈنڈی نظر آئی۔ یہ اس بات
کی علامت تھی کہ آگے کوئی گاؤں یا سڑک ہے۔ جبرو بڑی احتیاط کے ساتھ اس سے
ہٹ کر جھاڑیوں کے بیچ میں سے ہو کر گزرنے لگا۔ اس نے کیکر کے ایک درخت کی
ٹہنی توڑ کر ہاتھ میں پکڑ لی تھی اور اسے جھاڑیوں میں آہستہ آہستہ مارتے ہوئے آگے
بڑھ رہا تھا پگ ڈنڈی ایک ٹیلے کے پیچھے چلی گئی تھی۔ جبرو اس ٹیلے کے پیچھے سے نکلا تو
ذرا نیچے ایک سڑک دکھائی دی جو بل کھاتے ٹیلوں کے بیچ سے گزر رہی تھی۔ یہ [illegible]ن
کی سڑک ہو سکتی ہے جبرو نے سوچا۔ کیوں کہ سڑک پکی اور کم چوڑی تھی۔

ایک جگہ پہاڑی نالے کا چھوٹا سا پل بنا ہوا تھا' جبرو پل کے ایک طرف ہو کر بیٹھ
گیا اور نگاہیں سڑک پر جما دیں۔ اسے امید تھی کہ کوئی نہ کوئی سواری ضرور گزرے
گی' ساٹھ پینسٹھ سال پہلے نہ تو لاریاں اتنی زیادہ چلتی تھیں اور نہ ہی ٹرکوں کی ٹریفک

زیادہ ہوتی تھی، جی ٹی روڈ پر بھی دیر دیر بعد کوئی لاری یا پرانی وضع کا ٹرک گزرتا تھا
آخر اسے موٹر کے ہارن کی آواز سنائی دی، کوئی موٹر لاری آرہی تھی، جس کا ڈرائیور
ٹیلے کا موڑ کاٹتے ہوئے ہارن دے رہا تھا۔

جبرو نے سوچا کہ چاہے کچھ بھی ہو اسے اس لاری پر سوار ہو کر یہاں سے نکل
جانا چاہئے، اس نے جھانک کر دیکھا، لاری کے بجائے ٹیلے کی اوٹ سے ایک ٹرک
نکل کر سڑک پر نمودار ہوا۔ جبرو کو اطمینان ہوا کہ یہ لاری نہیں تھی، وہ پل کی اوٹ
سے نکل کر سڑک کے بیچ میں کھڑا ہوگیا اور ہاتھ اوپر اٹھا کر ہلائے، ٹرک جس پر بہت
سا سامان لدا ہوا تھا، اس سے تھوڑا آگے جاکر رک گیا، ٹرک کی اگلی نشستوں پر ایک
ڈرائیور اور ایک کلینر ہی بیٹھے تھے۔

جبرو بھاگ کر آگے گیا اور جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف
بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اگلے شہر تک لے چلو یار، کوئی سواری نہیں ملی ہے۔ گاؤں سے گھوڑی
آیا تھا جو زخمی ہوگئی"۔

ڈرائیور کے لئے پانچ روپے کا نوٹ بہت تھے۔ اس نے پانچ کا نوٹ کھڑکی میں سے
ہاتھ نکال کر پکڑ لیا اور بولا۔ "کہاں جاؤ گے یار"۔

جبرو بولا۔ "بس جہاں جا رہے ہو وہیں جاؤں گا"۔

ڈرائیور ہنس کو بولا۔ "یارا میں تو سرداروں کا سامان لیکر امرتسر جا رہا ہوں"۔

جبرو کے منہ سے نکل گیا۔ "میں بھی امرتسر جاؤں گا"۔

ڈرائیور نے کہا۔ "تو پھر پیچھے چڑھ کر سامان میں بیٹھ جا یارا"۔

جبرو ٹرک پر چڑھ گیا۔ ٹرک لکڑی اور لوہے کے سامان سے لدا ہوا تھا۔ وہ ایک
جگہ گھس کر اس طرح سے بیٹھ گیا کہ سڑک پر سے اسے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ ٹرک
آگے روانہ ہوگیا، اس نے سوچا کہ امرتسر جانا کہیں خطرے کا باعث تو نہیں بن جائے
گا۔ وہ راولپنڈی کی طرف بھی نہیں جاسکتا تھا۔ کیوں کہ اس علاقے میں اس نے

واردات کی تھی اور وہاں کی پولیس چوکس ہوگئی ہوگی۔ امرتسر کا علاقہ وہاں سے کافی
دور تھا۔ اس کے لئے یہی بہتر تھا کہ وہ امرتسر سے بھی آگے نکل جانے کی کوشش
کرے۔

ٹرک دو گھنٹے تک چلتا رہا۔ ابھی تک کوئی بڑا شہر نہیں آیا تھا، جبرو نے اندازہ لگالیا
کہ ٹرک جی ٹی روڈ سے ہٹ کر چل رہا ہے اسے بھوک بھی ستانے لگی، دن ڈھل رہا
تھا کہ ٹرک ایک گاؤں کے پاس چھوٹی سی نہر کے پل پر جاکر کھڑا ہوگیا۔ یہ علاقہ کسی حد
تک میدانی تھا، جہلم کی سنگلاخ پہاڑیوں سے وہ دور نکل آئے تھے۔ ڈرائیور اور کلینر
نیچے اتر آئے۔ کلینر نے ٹرک کی دیوار پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "تو بھی نکل کر چائے
پی لے گرائیں"۔

جبرو نے سر اٹھا کر باہر ایک نگاہ ڈالی ٹاہلیوں کے نیچے ایک چھپر تلے چائے کی
دکان تھی، جس کے باہر دو چار آدمی بیٹھے چائے وغیرہ پی رہے تھے، جبرو ٹرک سے
چھلانگ لگا کر اتر آیا، اس نے اردگرد کا گہری نظروں سے جائزہ لیا، اور صافے کو سر پر
پگڑی کی طرح باندھتے ہوئے ڈرائیور کے پاس بنچ پر بیٹھ گیا۔

انہوں نے وہاں روٹیوں کے ساتھ آلو قیمہ کھایا، جبرو کی جان میں جان آئی، وہ صبح
سے بھوکا تھا۔ ڈرائیور جہلم کے علاقے کا مسلمان تھا، اس نے جبرو سے پوچھا کہ وہ
امرتسر کہاں جائے گا۔ جبرو بولا۔ "چھ ہرٹہ گاؤں جاؤں گا۔ وہاں میرا تایا کریانے کی
دکان کرتا ہے۔ یہاں پیچھے اپنی ماسی سے ملنے آیا تھا"۔

کلینر چائے پیالی میں ڈالتے ہوئے ڈرائیور سے کہنے لگا۔ "استاد جی بھمبر کے پاس
اتنی پولیس کیوں تھی، ضرور کوئی قیدی بھاگ گیا ہے"۔

جبرو کے کان کھڑے ہوگئے، اس نے کلینر کے جملے پر کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا
اور خاموشی سے چائے پیتا رہا، ڈرائیور سگریٹ کا گل چٹکی سے جھاڑتے ہوئے بولا۔
"یار پولیس کا کیا ہے وہ تو اپنی دیہاڑی بنانے کے لئے آجاتی ہے"۔

جبرو نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ راولپنڈی کی طرف جانے کی بجائے

امرتسر کی طرف نکل آیا تھا' تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ٹرک ایک بار پھر امرتسر کی جانب روانہ ہوگیا' ٹرک لاہور کی طرف جانے کے بجائے پسرور سے اجنالہ جانے والے راستے سے ہوکر امرتسر جارہا تھا۔ یہ اور بھی اچھی بات تھی کیوں کہ لاہور میں جبرو کے لئے خطرہ ہی خطرہ تھا۔

رات ہو رہی تھی کہ ٹرک اجنالے پہنچ کر امرتسر کی طرف گھوما تو جبرو نے ٹرک کی لکڑی کی دیوار پر زور زور سے ہاتھ مار کر ٹرک کو وہیں رکوا لیا۔ نیچے اتر کر اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "بھائی جی! میں اجنالے سے دوسری لاری پکڑ لوں گا' تمہارا شکریہ۔"

ڈرائیور نے ہنس کر ہاتھ ذرا سا اوپر اٹھایا اور ٹرک لیکر آگے چل دیا' جبرو دو ایک بار پہلے بھی اجنالے آ چکا تھا' اس زمانے میں یہ کوئی زیادہ بڑا قصبہ نہیں تھا۔ لاری کے اڈے پر آکر جبرو نے لاری پکڑی اور بٹالہ پہنچ گیا' اس وقت رات کے آٹھ سوا آٹھ بج رہے تھے' جبرو کسی بھی جگہ رکنا نہیں چاہتا تھا' وہ ایک اور لاری میں بیٹھ کر جالندھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ جالندھر اترا تو رات کے نو بج رہے تھے۔ وہ سیدھا ریلوے اسٹیشن پر آگیا' اب اس کا ارادہ بمبئی کی طرف نکل جانے کا تھا' بمبئی کا علاقہ بالکل نیا تھا اور وہاں وہ پنڈی یا پنجاب پولیس کی پہنچ سے بہت دور ہو سکتا تھا۔

ریلوے اسٹیشن پر زیادہ رش نہیں تھا' جبرو نے بمبئی تک کا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا اور پلیٹ فارم پر آکر گاڑی کا انتظار کرنے لگا' گاڑی کو امرتسر سے آنا تھا' گاڑی آئی تو جبرو تھرڈ کلاس کے ایک ڈبے میں گھس کر برتھ پر چڑھ کر لیٹ گیا' ذرا دیر میں ٹرین اپنی منزل کی طرف چل پڑی' کافی لمبا سفر تھا' جبرو کا جسم تھک کر چور ہو چکا تھا' گاڑی کے ہچکولوں سے اسے بہت جلد نیند آگئی۔

آنکھ کھلی تو گاڑی میرٹھ کے اسٹیشن پر رکنے والی تھی جبرو برتھ پر ہی لیٹا رہا' یونہی وہ دہلی پہنچ گیا' یہاں گاڑی آدھ گھنٹے رکتی تھی' کچھ وقت جبرو نے ٹوائلٹ میں گزارا' باقی وقت وہ دوبارہ برتھ پر چڑھ کر لیٹا رہا' وقت خیریت سے گزر گیا اور ٹرین بمبئی کی

طرف چل پڑی ٹرین آگرہ پہنچی تو جبرو نے نیچے اتر کر ناشتہ کیا اور پھر برتھ پر آکر لیٹ گیا' ابھی پورے ایک دن اور ایک رات کا سفر تھا۔

گاڑی جھانسی سے آگے روانہ ہوئی تو وہ برتھ پر چڑھنے کے بجائے کھڑکی کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا' سگریٹ اس کی انگلیوں میں سلگ رہا تھا' اچانک ہی اس نے محسوس کیا کہ ایک کالی رنگت اور بھری بھری مونچھوں والا آدمی اسے برابر گھور رہا ہے۔ اس نے کھدر کی دھوتی اور صدری پہن رکھی تھی' کانوں میں ہندوؤں کے رواج کے مطابق پیتل کی چھوٹی چھوٹی بالیاں تھیں۔ سر پر گز ڈیڑھ گز کا صافہ بندھا تھا' اس کی آنکھوں میں جبرو کو کچھ عجیب سی چمک نظر آرہی تھی' پہلے تو جبرو نے کوئی خیال نہ کیا لیکن جب اسے محسوس ہوا کہ وہ آدمی اس کی طرف دیکھے ہی جارہا ہے تو وہ محتاط ہوگیا' وہ اٹھ کر اس کے قریب آکر بیٹھ گیا' جبرو سمجھ گیا کہ یہ سی آئی ڈی کا آدمی ہے لیکن جبرو نے دل میں سوچ لیا کہ اگر اس نے گرفتار کرنے کی کوشش کی تو وہ اسے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دے گا۔

کالے آدمی نے مسکرا کر جبرو کی طرف دیکھا اور آہستہ سے جھک کر بولا۔ "کیوں من موہن جی! چھٹی پر ہو کہ ڈیوٹی پر جارہے ہو؟"

جبرو اس کا منہ تکنے لگا وہ آدمی ہنسنے لگا' پھر جبرو کے بازو کو دباتے ہوئے بولا۔ "من موہن جی! مجھے معلوم ہے تم نے چھٹی پر ہو نہ ڈیوٹی پر جارہے ہو" پھر جبرو کے قریب منہ لاکر بولا۔ "تم بھگوڑے ہو"۔ اور قہقہہ لگا کر ہنس دیا' جبرو اندر تک ہل گیا' یہ شخص بلا کا قیافہ شناس تھا' جبرو کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کو کیا جواب دے' اس نے جبرو کو آگے سے کچھ کہنے کا موقع بھی نہ دیا اور کندھے کو جبرو کے قریب کرکے بولا۔ "میں بھی کبھی بھگوڑا تھا فوج کا بڑی مشکل سے فوج سے جان چھڑائی تھی من موہن جی میں نے میں پاگل بن گیا تھا' کبھی زور زور سے قہقہے لگاتا' کبھی رونے لگتا' فوج کے ڈاکٹر نے لکھ دیا کہ یہ پاگل ہوگیا ہے"۔ وہ ہنس رہا تھا۔

گاڑی اڑی جارہی تھی' دوسرے مسافر اپنی باتوں میں لگے تھے' اس آدمی نے

جبرو کو اپنا نام مراری بتایا۔ کہنے لگا "اب میں نے اپنے جیون کا مقصد بنالیا ہے کہ جو بھی انگریز کی فوج کا بھگوڑا ہوگا اس کی مدد کروں گا' تمہیں نہیں معلوم جب کوئی فوجی بھگوڑا ہوجاتا ہے تو اس کے علاقے میں پولیس اس کے گھر والوں پر کیسے کیسے ظلم کرتی ہے' آگے بھوپال کا اسٹیشن آرہا ہے' وہاں فوجی بھگوڑوں کو پکڑنے کے لئے ملٹری پولیس کی پوری گارڈ موجود ہے' تم وہاں پکڑے جاؤ گے من موہن جی' کیا نام ہے تمہارا؟ کون سی رجمنٹ تھی تمہاری مجھے تم پنجابی لگتے ہو؟"

من موہن جی اس کا تکیہ کلام تھا' جبرو نے جب یہ سنا کہ اگلے اسٹیشن پر ملٹری پولیس موجود ہے تو وہ فکر مند ہوگیا۔ یہ شخص جھوٹ تو نہیں بول رہا ہے؟ مگر اسے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے ممکن ہے وہ بھگوڑا رہ چکا ہو۔ شکل سے وہ ریٹائرڈ فوجی ہی لگتا تھا ممکن ہے وہ واقعی بھگوڑے فوجیوں کی مدد کرتا ہوں' آخر اسے جبرو سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی' مراری کہنے لگا۔ "اگر فوج سے بچنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ اگلے اسٹیشن پر اتر چلو' میں نے بھگوڑے فوجیوں کی مدد کے لئے جنگل میں ایک فارم بنا رکھا ہے۔ وہاں بھگوڑے کام کرتے ہیں' مزے سے رہتے ہیں وہاں تک انگریز کے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے' سوچ لو من موہن جی"

جبرو نے کہا "تم غلط کہتے ہو بھوپال پر ملٹری پولیس کا تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟"

مراری نے ہنس کر اپنی پھولی ہوئی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا اور بولا۔ "میرا تو کام ہی بھگوڑے ہندوستانی بھائیوں کی مدد کرنا ہے۔ میرے آدمی بھوپال کیا اٹارسی اور بمبئی کے اسٹیشن پر بھی موجود ہوتے ہیں جو مجھے خبریں دیتے رہتے ہیں' تم جوان آدمی ہو' فوج نے پکڑ لیا تو چودہ برس کے لئے اندر کر دیئے جاؤ گے من موہن جی"۔

جبرو کو یقین سا ہوگیا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بول رہا۔ وہ جبرو کو صرف فوجی بھگوڑا ہی سمجھ رہا تھا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ جبرو کئی آدمیوں کو قتل کرکے مفرور ہے۔ جبرو نے سوچا کہ چلو کچھ دن اس آدمی کے پاس جنگل کے ماحول میں گزار دیتا ہوں' یہ اس کا کیا بگاڑ لے گا' اس دوران وہ آئندہ کے لئے کوئی پروگرام بنا لے گا

جبرو نے مراری کے ساتھ چلنے کی حامی بھرلی' مراری نے زور سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور بولا۔ "من موہن جی! مجھے معلوم تھا تم انکار نہیں کرو گے۔ دیکھا میری نظر کتنی تیز ہے! اچھا یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں کہ تمہارا نام کیا ہے"؟

جبرو نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میرا نام راجو ہے جی راج کمار۔"

"تمہاری رجمنٹ کون سی تھی من موہن جی؟" مراری نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

جبرو نے اپنی رجمنٹ کا نام چھپا لیا اور کہا۔ "12 پنجاب رجمنٹ' میں پنجاب کے گاؤں کرتار پور کا رہنے والا ہوں"۔

مراری نے آنکھ مار کر کہا۔ "من موہن جی! تسی فکر نہ کرو من موہن جی' میں وی پنجابی جانتا ہوں"۔ اور قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔ پنجابی تو وہ نہیں بول سکتا تھا مگر آدمی بڑا ہنس مکھ اور دلچسپ تھا۔ گاڑی کی رفتار دھیمی پڑنے لگی تو بولا۔ "من موہن جی ہم اگلے اسٹیشن پر اتریں گے۔"

جبرو مجرم تھا' خونی تھا۔ اس کی کوئی منزل نہیں تھی۔ کہیں نہ کہیں اسے پناہ لینی ہی تھی۔ اس نے سوچا کہ چلو مراری کے ساتھ ہی کچھ وقت گزار لیتے ہیں' مراری نے بتایا کہ وہ فیض آباد کا رہنے والا ہے لیکن ایک عرصے سے ضلع جھانسی میں رہ رہا ہے اور بھگوڑے فوجیوں کی خدمت کرتا ہے۔ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ ٹرین ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رک گئی۔ مراری جبرو کو ساتھ لیکر ریل سے اترا۔ "من موہن جی! مجھ سے پوچھنا کچھ مت' بس میرے ساتھ ساتھ چلتے آنا۔"

جبرو نے ارد گرد نگاہ ڈالی۔ چاروں طرف پہاڑیاں اور جنگل ہی جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اسٹیشن سے نکل کر مراری کے ساتھ ساتھ چلنے لگا' باہر کوئی یکہ بھی نہیں تھا' شاید ہی کوئی مسافر اس اسٹیشن پر اترا' اسٹیشن کے آس پاس کچھ جھونپڑیاں نظر آئیں پھر وہ بھی غائب ہوگئیں' مراری آگے آگے چل رہا تھا۔ جنگل زیادہ گھنا ہونے لگا تو مراری نے زبان کھولی۔ "من موہن جی' تم پنجاب کے جوان ہو۔ ان جنگلوں کو پہلے نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ بھوپال برانچ لائن کے جنگل ہیں' یہاں شیر کا شکار

بھی ہوتا ہے"۔

جبرو نے کہا۔ "تمہارا گاؤں کہاں ہے؟"

مراری ہنسا۔ "من موہن جی' گاؤں نہیں ہے میرا ایک فارم ہے۔ بس سارا جنگل میرا فارم ہے۔ میرے آدمی یہاں رہتے ہیں اور عیش کرتے ہیں' تم بھی عیش کرو گے' من موہن جی۔"

وہ کوئی تین میل تک جنگل کے اندر چلتے گئے حتیٰ کہ مراری ایک جگہ چٹانوں کے پاس رک گیا۔ جن پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں' یہاں اس قدر گھنی جھاڑیاں تھیں کہ گزرنے کے لئے کوئی راستہ نہیں تھا' یہ دو چٹانیں تھیں جن کے درمیان ناگ پھنی کے اونچے اونچے پودے اگے ہوئے تھے ' مراری نے کہا۔ "من موہن جی میرے پیچھے پیچھے آجاؤ"۔

وہ جھاڑیوں میں راستہ بناتا آگے چلا۔ آگے ایک اور چٹان آگئی جو سرخی مائل گیروے رنگ کی تھی' یہاں بظاہر راستہ بند تھا' مراری چٹان کے بائیں جانب مڑگیا۔ جبرو اس کے پیچھے آنے لگا تو مراری نے اسے روک دیا۔ "من موہن جی' تم یہیں ٹھہرو۔" مراری جھاڑیوں میں گھس کر جیسے غائب ہوگیا۔

جبرو کو خطرے کا احساس ہوا۔ وہ چوکس ہوگیا' اس نے دائیں جانب دیکھا۔ دونوں جانب اونچے نیچے ٹیلوں نے راستہ بند کر رکھا تھا' چاروں طرف جنگل کا سبزہ ہی سبزہ تھا۔ درخت اس قدر گنجان تھے کہ ان میں سے آسمان نظر نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں مراری جھاڑیوں میں سے نکلا اور بولا۔ "آجاؤ"۔

جبرو جھاڑیوں میں گھس گیا۔ آگے ایک تھوڑی سی کھلی جگہ آگئی' یہ جگہ درختوں اور چٹانوں میں گھری ہوئی تھی' سامنے ایک اونچی چٹان تھی جو بالکل سیدھی ایک دیوار کی طرح اوپر کو چلی گئی تھی۔ چٹان کے نیچے ایک آدمی کھڑا تھا جس کا ڈیل ڈول بھی مراری جیسا تھا۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور جبرو کی طرف دیکھ کر بولا۔ "مراری! کیا یہ بھی

ہماری طرح بھگوڑا ہے فوج کا؟"

مراری بولا۔ "ارے ہاں من موہن جی۔ اس کا نام راج ہے' ارے' میں نے نہیں سب کچھ بتا دیا تھا' یہی راج کمار راجو ہے' پنجاب کا جوان ہے۔"

اس آدمی کا نام روپا تھا۔ وہ جھانسی کا رہنے والا تھا وہ اور مراری بہت جلد جبرو سے گھل مل گئے۔ اور ہنس ہنس کر اس سے باتیں کرنے لگے۔ ابھی تک جبرو کو ان کے بارے میں یہی معلوم تھا کہ یہ فوج کے بھگوڑے ہیں اور وہاں انہوں نے بھگوڑوں کے لئے کوئی فارم بنا رکھا ہے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد جبرو بات کی تہ تک پہنچ گیا۔ وہ دونوں جھاڑیوں میں غائب ہوگئے۔ واپس آئے تو انکے پاس چنگیر میں روٹیاں تھیں' اور دوسرے آدمی نے مٹی کی ہانڈی اٹھا رکھی تھی' اس میں دو خرگوشوں کا گوشت تھا' معلوم ہوا کہ یہاں تین اور بھی آدمی تھے' جو فوجی بھگوڑے ہی تھے' فارم وغیرہ وہاں کوئی نہیں تھا ان میں سے صرف ایک جھانسی کا رہنے والا مسلمان تھا' باقی چاروں ہندو تھے' انہوں نے وہاں ایک ٹھکانہ یا کمین گاہ بنا رکھی تھی' جو بڑی محفوظ جگہ تھی' انکے پاس چار فوجی اور تھری ناٹ تھری کی رائفلیں ایک ریوالور اور کچھ گولیاں بھی تھیں' تمام آدمی فوج کے بھاگے ہوئے تھے' مراری ان میں سب سے زیادہ عمر کا تھا اور وہ اب بھگوڑا نہیں رہا تھا اپنے آپ کو پاگل ثابت کرنے کے بعد وہ فوج کے عتاب سے نجات پاچکا تھا' مگر دوسرے چاروں آدمی ایسے فوجی بھگوڑے تھے۔ کہ جن کے پیچھے ملٹری پولیس ابھی تک لگی تھی وہ چودہ برس کی قید کے خوف سے بھاگ کر مراری کے ساتھ آملے تھے۔

یہ لوگ آس پاس کے علاقوں میں چوری اور ڈاکے کی وارداتیں کرتے تھے' اور اس وقت تک جنگل والی کمین گاہ میں بیٹھ کر کھاتے پیتے تھے جب تک کہ انکے پاس راشن ختم نہیں ہو جاتا تھا۔ جبرو کو یہ لوگ پسند آئے' ویسے بھی وہ یہاں محفوظ تھا' پولیس کا کوئی آدمی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا' جبرو یہ سوچ کر ان کے ساتھ رہنے لگا کہ وہاں کچھ وقت گزارنا چاہئے' آگے کیا کرنا ہے بعد میں سوچا جائے گا۔

مراری ان چوروں کا سردار تھا' چونکہ جبرو ان سب میں اپنے قد کاٹھ کی وجہ سے تنومند اور نوجوان تھا اس لئے مراری نے اسے اپنا دایاں بازو بنالیا' اور جو بھی واردات کرنے جاتا جبرو سے ضرور مشورہ کرلیتا۔ جبرو چوری اور ڈاکے کے خلاف تھا' شروع شروع میں وہ مراری کے ساتھ نہیں جاتا تھا' لیکن جب مراری نے اسے بتایا کہ وہ صرف موٹی توندوں والے ہندو ساہو کاروں کو ہی لوٹتا ہے جو غریبوں کو سود پر رقم دیکر ان کا خون چوستے ہیں تو کبھی کبھی وہ بھی مراری کے ساتھ ہولیتا۔

اس ٹولی میں جو مسلمان تھا اس کا نام بھورا تھا' اور فوج میں لانگری تھا کہ ایک ہندو فوجی سے اس کا کسی بات پر جھگڑا ہوگیا' آدمی ہتھ چھٹ اور جوشیلا تھا' ہندو نے معمولی لانگری سمجھ کر اسے گالی دے تھی' بھورے نے گرم پانی کی پوری پتیلی اس پر انڈیل دی' وہ بھاگ اٹھا' اور ٹرین میں آگرہ سے ہوتا ہوا بمبئی کی طرف جارہا تھا کہ مراری نے اسے راستے میں دبوچ کر اپنی ٹولی میں شامل کرلیا' بھورے کا کام یہاں بھی ڈاکوؤں کا کھانا پکانا تھا۔

ابھی تک ان میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ جبرو بھی مسلمان ہے' سب اسے ہندو ہی سمجھتے تھے' اور راجو کے نام سے پکارتے تھے' اسے ان لوگوں میں رہتے ہوئے ایک مہینہ ہوگیا تھا۔ ایک بار جنگل میں رات کے وقت ڈاکوؤں کا ایک گروہ مراری سے ملنے آگیا۔ جبرو پر یہ حقیقت بھی کھلی کہ علاقے میں کئی ڈاکوؤں سے مراری کے تعلقات ہیں' وہ ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے ہیں اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں۔

ایک دن مراری کے ایک ساتھی نے آکر بتایا کہ آج موقع ہے' معلوم ہوا کہ مراری نے اسے کسی گاؤں میں جاسوسی کرنے بھیجا ہوا تھا' گاؤں کے کسی ساہو کار کے ہاں چوری کی واردات کا پروگرام بن رہاتھا' مراری نے جبرو سے کہا۔ "من موہن جی! آج تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے"۔

جبرو راضی ہوگیا' اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ کسی نے جبرو کو یہ بتانے کی ضرورت

وس نہ کی کہ جس ساہوکار کے ہاں وہ واردات کرنے جارہے ہیں وہ مسلمان ہے' ب رات کا اندھیرا اچھی طرح پھیل گیا تو بھورے کو پیچھے چھوڑ کر باقی لوگ چوروں الے کسے کسائے کپڑے پہن' ڈھاٹے باندھ' رائفلیں کاندھوں پر لگا کر واردات کی یت سے کمین گاہ سے نکل کر جنگل سے گزرنے لگے۔ جبرو کو بھی ایک رائفل اور پندرہ راؤنڈ دے دیئے گئے' دو آدمیوں کے پاس خنجر تھے' ایک کمند بھی انہوں نے ساتھ رکھ لی تھی' وہ جنگل میں چھ سات میل تک چلتے رہے۔ جب وہ جنگل سے باہر نکلے تو جبرو نے اپنے سامنے کھیت ہی کھیت میں دیکھے جن کے پار کافی فاصلے پر کسی سڑک کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔

جو آدمی ساہوکار کا مکان دیکھ کر آیا تھا وہ بولا۔ "مراری! ساہوکار کا مکان اس سڑک سے پہلے ایک گاؤں میں ہے۔"

مراری نے اسے بندوق کا ٹھوکا دے کر کہا۔ "تو من موہن جی' آگے آگے چلونا پھر"۔

ساہوکار کا مکان اینٹ پتھر کا بنا ہوا تھا' اس کا دروازہ بند تھا' مراری نے جبرو سے آہستہ سے کہا۔ "من موہن جی تم یہاں پہرہ دینا"۔ اور خود مکان کی دیوار کے پاس جاکر اوپر کمند پھینکی' تیسری بار پھینکنے سے کمند اوپر چھت پر جاکر اٹک گئی۔ مراری اپنے ہندو ساتھی کے ساتھ کمند کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا۔

جبرو باہر ایک طرف اندھیرے میں رائفل پکڑے بے چینی سے کھڑا تھا۔ ایک ایک منٹ بڑی مشکل سے گزر رہا تھا' جبرو کا خیال تھا کہ ابھی مکان کے اندر سے چیخنے کی آواز بلند ہوگی۔ مگر ایسا کچھ نہ ہوا' مکان پر جیسے پہلے خاموشی چھائی تھی ویسے ہی خاموشی چھائی رہی' کوئی دس منٹ گزرے ہوں گے کہ اندر سے مکان کا دروازہ کسی نے آہستہ سے کھولا پھر مراری اور اس کا ساتھی باہر کو دوڑے' مراری نے کسی عورت کو کاندھے پر ڈال رکھا تھا' جس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا تھا' ہاتھ پاؤں بندھے تھے اور اس کے ساتھی نے بھرا ہوا تھیلا اٹھا رکھا تھا۔ ظاہر ہے اس میں نقدی اور

زیورات ہوں گے' ان کو کھیتوں کی طرف دوڑتے دیکھ کر جبرو بھی ان کے پیچھے بھاگنے لگا۔

وہ حیران تھا کہ مراری لڑکی کو کیوں اغواء کرکے لے آیا ہے' پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا' اور وہ صرف نقدی' دولت زیور اور کھانے پینے کی چیزیں یعنی گھی وغیرہ ہی اٹھایا کرتے تھے' کھیتوں میں بھاگتے بھاگتے وہ جنگل میں داخل ہوگئے' یہاں مراری نے لڑکی کو نیچے ڈال دیا اوراس کے منہ پر رومال اس طرح کس کر باندھ دیا کہ وہ صرف ناک سے سانس لے سکتی تھی۔

جبرو نے کہا۔ ”مراری اسے کیوں اٹھا لائے؟؟“

مراری نے ہنس کر کہا۔ ”من موہن جی! تمہارے لئے لایا ہوں۔“ اس نے لڑکی کو دوبارہ اپنے ساتھی کے کاندھے پر ڈالا اور واپس کمین گاہ کی طرف چل پڑے' راتوں رات وہ اپنے اڈے پر پہنچ گئے' مراری نے کہا۔ ”ارے اس لونڈیا کو میرے ڈیرے میں پھینک آؤ۔ اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ رے۔“ پھروہ بھورے لانگری سے مخاطب ہوا۔ ”من موہن جی آج تو بھنا ہوا تیتر کھاؤں گا۔“

جبرو رائفل گھاس پر رکھے اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ انہیں ایک بھی گولی چلانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی' مراری کے ساتھی نے لوٹے ہوئے مال کا تھیلا کھول دیا' اس میں زیور اور کچھ نقدی تھی' مراری نے نقدی سب میں برابر برابر بانٹ دی' اور زیور اپنے پاس رکھ لئے' کوئی دوسو کے قریب روپے جبرو کے بھی حصے میں آئے۔

جبرو کا دل کچھ بوجھل سا تھا' مراری سمجھ گیا کہ جبرو کو شاید لڑکی کو اغواء کرکے لانا پسند نہیں آیا' ہنس کر بولا۔ ”ارے من موہن جی! اداس کیوں ہوتے ہو۔ اس لونڈیا کا میں تیرے ساتھ بیاہ کردوں گا۔“

سارے بھگوڑے ہنسنے لگے۔ جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب وہ دل میں سوچنے لگا کہ مجھے خوا مخواہ پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے' یہ جو کرتے پھرتے ہیں کرتے

پھریں' مگر ساتھ ہی اس نے دل میں طے کرلیا کہ اب وہ ان کے پاس رہے گا اور انہیں چھوڑ کر بمبئی کی طرف چلا جائے گا' لڑکی مراری کے ڈیرے میں بند تھی اور باہر ایک چور پہرہ دے رہا تھا' اندر سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی' لگتا تھا کہ لڑکی سہمی ہوئی ہے یا دہشت کی وجہ سے شاید بے ہوش ہوچکی ہے۔

جبرو کے ذہن میں صرف ایک ہی سوال تھا کہ وہ یہاں سے کس طرف کو جائے' بمبئی تک جانا کوئی آسان کام نہیں تھا' راستے میں سول اور ملٹری پولیس نے جگہ جگہ اسے پکڑنے کے لئے جال پھیلا رکھا تھا' اس کے باوجود جبرو بمبئی ہی جاسکتا تھا' پیچھے دہلی اور پنجاب میں اس کے لئے زیادہ خطرہ تھا' بمبئی سے وہ کسی دوسرے ملک کی طرف بھاگ جانے کا منصوبہ تیار کرسکتا تھا' اس نے یونہی بھورے کی طرف دیکھ کر کہا ”بھورے میاں کیابات ہے' آج تم بڑے چپ چپ ہو“

وہ چپ ہی رہا' مراری نے زیر لب اسے مسکرا کردیکھا اور پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ ”من موہن جی ہم سونے جا رہے ہیں' تو باہر پہرہ دیتے رہنا۔ ارے راجو تو بھی سو جا' رات کافی ہوگئی ہے۔“

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور سر کو نیچے کئے خاموشی سے بیڑی پیتا رہا' مراری لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اوراپنے ڈیرے کی طرف چلا گیا' اس کے ساتھی بھی ایک طرف چلے گئے' بھورا ذرا سا کھانسا اور بولا۔ ”راجو! تم مجھے مراری جیسے نہیں بلکہ غیرت مند جوان لگتے ہو“۔

جبرو پہلے ہی سے محسوس کر رہا تھا کہ یہ مسلمان لانگری اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ جبرو نے بیڑی کا کش لگایا اور بولا ”بھورے میاں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟؟“

بھورا بولا۔ ”راجو میں مسلمان ہوں' تم سب ہندو ہے مگر یہ مذہب کا معاملہ نہیں ہے' اگرچہ مراری جس لڑکی کو اغواء کرکے لایا ہے وہ مسلمان ہے' لیکن اگر وہ کسی ہندو عورت کو بھی اغواء کرکے لاتا تو میں اسے کبھی پسند نہ کرتا' شریف عورت کا چاہے کوئی مذہب ہو وہ عزت کرنے کے لائق ہوتی ہے' اس پر مراری کا کوئی اصول

نہیں ہے' یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

جبرو جیسے چونک سا پڑا۔ تو کیا یہ ہندو ڈکیت جس لڑکی کو اغواء کر کے لایا تھا' وہ مسلمان ہے؟ جبرو نے بھورے سے کہا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہے کہ لڑکی مسلمان ہے؟"

بھورے نے بیڑی بجھا کر اپنے کان میں اڑستے ہوئے کہا۔ "ارے مجھے سب پتہ معلوم ہے' مگر بھگوان کے لئے مراری سے یہ بات نہ کرنا' وہ مجھے گولی مار دے گا۔"

جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں کہوں گا۔ مگر یہ لڑکی مسلمان ہے کیا؟"

بھورا کہنے لگا۔ "مراری کی کئی روز سے اس پر آنکھ تھی ساہو کار کے گھر چوری تو ایک بہانہ تھا۔ اصل میں وہ اس لڑکی کو اٹھا کر لانا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم ہے' یہ لڑکی سید زادی ہے اور اس کا باپ سود کا کام نہیں کرتا۔ وہ گاؤں کا مکھیا ہے۔ مگر اب کچھ نہیں ہوگا' پولیس اغواء کے معاملوں میں نہیں آتی۔ وہ ایسی وارداتوں کی وجہ سے علاقے کے ڈاکوؤں کے منہ نہیں لگنا چاہتی' مراری اس مسلمان لڑکی کو خراب کر دے گا اور اس شریف زادی کی زندگی پر ایسا داغ لگ جائے گا جسے اس کی موت بھی نہیں دھو سکے گی۔"

جبرو کی کنپٹیوں کی رگیں پھڑکنے لگیں۔ وہ مراری کے ڈیرے کی طرف گھور رہا تھا' اس نے بھورے کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "بھورے میاں! میں ایک مسلمان شریف زادی کی عزت خراب نہیں ہونے دوں گا۔"

بھورے نے تعجب اور کسی قدر ہراساں ہو کر جبرو کی طرف دیکھا اور بولا۔ "راجو! تم اپنی زندگی خطرے میں نہ ڈالو۔ مراری پہلے بھی کئی خون کر چکا ہے۔"

جبرو کی رائفل میں پانچ راؤنڈ بھرے ہوئے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے پاس وقت کم ہے۔ اس نے بھورے لانگری کی طرف دیکھا اور بولا۔ "بھورے! تم ان جھاڑیوں کے پیچھے چلے جاؤ۔"

بھورا کچھ خوف زدہ سا ہو گیا۔ وہ اٹھ کر چولہے کے پیچھے والی جھاڑیوں میں چلا

اور ٹہنیاں ہٹا کر جبرو کو دیکھنے لگا۔ اسے ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ جبرو ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہے۔ مگر چونکہ وہ ایک مسلمان لڑکی کی عزت بچانے جا رہا تھا۔ اس لئے خاموش رہا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح سے مسلمان لڑکی کی آبرو ان درندوں سے محفوظ رہے۔

جبرو مراری کے ڈیرے کی طرف بڑھا۔ اس کے ہندو ساتھی چارپائیوں پر پڑے تھے۔ شاید وہ ابھی سوئے نہیں تھے۔ ان میں سے ایک نے پہلو بدلا۔ چارپائی چرچرائی' جبرو رک نہیں سکتا تھا۔ وہ دو تین لمبے ڈگ بھر کر مراری کے ڈیرے میں گھس گیا۔ ڈیرے میں موم بتی جل رہی تھی' مراری لڑکی سے ہاتھا پائی کر رہا تھا' لڑکی شریف ماں باپ کی اولاد تھی۔ اس لئے منہ سے آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔ وہ رو رہی تھی اور اپنے آپ کو سمیٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مراری نے موم بتی کی روشنی میں اپنے سامنے جبرو کو دیکھا تو غصے میں بولا۔ "تم کیوں آئے ہو یہاں الو——"

جبرو کی رائفل کا رخ مراری کے سینے کی طرف ہو گیا۔ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اس کی انگلی نے رائفل کا ٹریگر دبا دیا' تڑاخ کی آواز کے ساتھ گولی رائفل سے نکل کر مراری کے چیتھڑے اڑاتی گزر گئی' اسے معلوم تھا کہ رائفل کے دھماکے نے مراری کے ہندو ساتھیوں کو ہوشیار کر دیا ہوگا' وہ تیزی سے باہر نکلا اور اس سے پہلے کہ بدکردار مرار کے ساتھی اپنی اپنی بندوقیں سنبھال سکیں' جبرو نے ایک ماہر فوجی کی طرح باری باری تینوں ہندوؤں کو گولی سے اڑا دیا' رات کے سناٹے میں جنگل گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا' درختوں پر سوئے ہوئے پرندوں نے تھوڑی دیر شور مچایا' اس کے بعد پھر وہی سناٹا چھا گیا' آن کی آن میں وہاں چار لاشیں پڑی تھیں۔

جبرو نے ڈیرے میں جا کر مسلمان لڑکی سے کہا۔ "بہن! میرے ساتھ باہر آجاؤ۔ میں تمہیں تمہارے باپ کے گھر چھوڑ آؤں گا۔"

بہن کا لفظ سن کر سہمی ہوئی لڑکی کے تن مردہ میں جان سی پڑ گئی۔ وہ اپنے لباس

کو سمیٹتی ہوئی اٹھی اور جبرو کے پیچھے پیچھے ڈیرے سے باہر آ گئی۔

بھورا جھاڑی کے پیچھے ابھی تک حیران و پریشان بیٹھا تھا۔ جبرو نے اسے آواز دی۔ "بھورے باہر نکل آ' میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔ اس لئے کہ میں ہندو نہیں مسلمان ہوں"۔

بھورا جھاڑی کی اوٹ سے باہر نکل آیا' اس نے خوف زدہ مسلمان شریف زادی کو جبرو کے ساتھ دیکھا تو آگے بڑھ کر جبرو کو سینے سے لگا لیا۔ "تم نے پہلے کیوں نہ بتایا کہ تم مسلمان ہو؟" یہ نیکی اور دلیری کا کام ایک مسلمان ہی کر سکتا تھا۔ میں بوڑھا ہو چلا ہوں' شاید اسی لئے چپ بیٹھا رہا مگر میرا بوڑھا خون اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔"

جبرو نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بھورے میاں! اب اس بہن جی کو اس کے گھر پہنچانا ہے۔"

لڑکی وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ جبرو نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر دوپٹہ ڈال دیا۔ "بہن! تو سید زادی ہے تیرے لئے میری جان بھی حاضر ہے' سر ننگا مت رکھنا۔ اللہ نے تیری عزت بچالی۔"

بھورا کہنے لگا۔ """راجو! تمہارا نام کیا ہے۔"

جبرو بولا۔ "تم مجھے راجو کے نام سے ہی پکارا کرو۔ پہلے یہ بتاؤ کہ لڑکی کو اس وقت اس کے گھر لے جانا ٹھیک رہے گا؟"

لڑکی نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "بھائی جان! مجھے ابھی میرے ابو امی کے پاس لے جائیں۔ میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

جبرو نے لڑکی کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ "بہن! تو بالکل نہ گھبرا' تیرا بھائی جب تک تیرے ساتھ ہے تجھ پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔"

بھورے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں اب۔ اس لئے کہ گولیوں کی آوازیں محکمہ جنگلات کے آدمیوں نے سن لی ہوں گی۔ ہو سکتا ہے وہ پولیس کو لے کر ادھر چل پڑیں' میری رائے میں بی بی کو ابھی یہاں سے نکال کر لے

جانا چاہئے۔"

جبرو نے کہا۔ "جنگل میں اس وقت پیدل چلنا ٹھیک رہے گا کیا؟"

بھورا کہنے لگا۔ "ہم خفیہ راستے سے جائیں گے' چلو' میرا خیال ہے یہاں سے نکل چلنا چاہئے۔"

انہوں نے لڑکی کو ساتھ لیا۔ اور چٹانوں سے نکل کر اندھیرے جنگل میں چلنے لگے۔ بھورا جنگل کے خفیہ راستے سے واقف تھا جو ایک پرانے تالاب کے اوپر سے ہو کر گاؤں کی طرف جاتا تھا۔ جنگل دشوار گزار تھا۔ لڑکی پہلے تو تیزی سے چلتی رہی پھر اسکی رفتار سست ہو گئی۔ جبرو اسے اپنے کاندھے پر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس نے لڑکی کی ہمت بڑھائی اور کہا کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ گھر جا رہی ہے چنانچہ وہ ہمت کر کے کچھ تیز چلنے لگی۔

کوئی دو گھنٹے کے بعد وہ جنگل سے باہر نکل آئے اندھیری رات میں پکی سڑک کی بتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس سڑک سے پہلے لڑکی کا گاؤں آتا تھا۔ لڑکی نے اپنا نام فاطمہ بی بی بتایا تھا۔ جنگل سے نکلتے ہی جبرو نے لڑکی سے کہا۔ "بی بی یہاں ایک پل کے لئے بیٹھ کر آرام کر لے۔"

لڑکی سخت تھک گئی تھی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا اس نے عاجزی سے کہا۔ "بھائی جان! مجھے پہلے میرے گھر چھوڑ آئیں۔ اس سڑک کے پاس ہی ہے میرا گاؤں"

جبرو بولا۔ "ایک منٹ میری بہن۔" یہ کہہ کر جبرو اپنے تجربہ کار ساتھی بھورے لانگری کو ایک طرف لے گیا اور بولا۔ "کیا ہمارا گاؤں میں داخل ہونا مناسب رہے گا؟ وہاں پولیس نے ناکہ بندی تو نہیں کر رکھی ہوگی؟"

بھورا لانگری دھوتی کے پلو سے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھ کر بولا۔ "ناکہ بندی ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔ لڑکی اغواء ہوئی ہے پولیس نے ممکن ہے مخبر چھوڑ رکھے ہوں"۔

جبرو نے گہرا سانس بھرا اور کہا۔ "کچھ بھی ہو میں لڑکی کو خود اس کے گھر چھوڑ کر

آؤں گا۔ تم گاؤں کے باہر چوکس رہنا۔ کوئی خطرہ محسوس کرو تو بے دھڑک فائر کرکے چلے آؤ۔"

لڑکی کو ساتھ لیکر وہ کماد کے کھیتوں میں سے گزرنے لگے۔ اب انہیں گاؤں کے مکانوں کے سیاہ ہیولے نظر آنے لگے تھے۔ گاؤں کے قریب پہنچ کر جبرو رک گیا۔ اس کے مکان تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہیں سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ اس نے بھورے سے کہا۔ "تم اس جگہ ٹھہرو۔ میں بی بی کو اس کے گھر چھوڑنے جاتا ہوں۔"

وہ لڑکی کو لے کر گاؤں میں داخل ہوگیا۔ لڑکی خوف سے کانپ رہی تھی۔ جبرو نے اسے حوصلہ دیا۔ کہ وہ بالکل نہ گھبرائے۔ اللہ کی ذات پاک گواہ ہے کہ وہ جیسی گھر سے گئی تھی ویسی ہی واپس آرہی ہے۔ وہ جواب دینے کے بجائے اپنے گھر کے بند دروازے سے چمٹ کر سسکیاں بھرنے لگی۔

جبرو نے دروازے پر دستک دی' تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی مرد کی آواز آئی۔ "ٹھہر میں کھولتا ہوں دروازہ۔"

اب لڑکی سے صبر نہ ہوسکا اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ "بابا جان' میں ہوں فاطمہ۔"

اندر جیسے کوئی شے فرش پر گری اور پھر دروازہ کھل گیا۔ لیمپ کی روشنی میں جبرو کے سامنے ایک مضبوط جسم والا ادھیڑ عمر آدمی کھڑا تھا۔ جس کی چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی۔ پیچھے سے ایک عورت دوپٹہ سنبھالتی آگے بڑھی اور اس نے اپنی بچی کو سینے سے لگا لیا۔ دونوں رونے لگیں۔ وہ لڑکی کو اندر لے گئی۔ شاہ جی نے جبرو کی طرف تیز نظروں سے دیکھا اور غصے سے کپکپاتی آواز میں پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

جبرو نے کہا۔ "اندر آجاؤں تو بتاؤں"

شاہ جی سامنے سے ہٹ گئے۔ جبرو مکان کے دالان میں آگیا۔ لڑکی چارپائی پر اپنی ماں کے ساتھ لگی سسکیاں بھر رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "بابا جان! یہ میرا بھائی ہے اس نے میری عزت بچائی ہے۔"

جبرو کے کندھے سے رائفل لٹک رہی تھی اور منہ پر صافہ بندھا ہوا تھا۔ شاہ جی عجیب نظروں سے اسے مسلسل تک رہے تھے۔ اب جبرو نے صاف صاف کہا۔ "شاہ جی! آپ سید ہیں۔ میں سیدوں کا غلام ہوں' جس آدمی نے آپ کی بچی کو اغواء کیا تھا وہ ہندو تھا مجھے عین وقت پر پتا چل گیا کہ لڑکی مسلمان ہے اور سید زادی ہے' اس کے بعد جو کچھ ہوا' آپ کی بیٹی آپ کو بتا دے گی میں صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ یہ جیسی گھر سے گئی تھی ویسی ہی واپس آئی ہے۔ میں اس کی عزت کی قسم کھا سکتا ہوں۔"

لڑکی اپنے سید بابا کو جانتی تھی' جلدی سے اٹھ کر کوٹھری میں جاکر جزدان میں لپٹا قرآن شریف اٹھا لائی اور اپنے سر پر رکھ کر بولی۔ "بابا جان! میں قرآن شریف کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں پاک دامن ہوں' یہ میرا بھائی میری مدد نہ کرتا تو میں خود کشی کرلیتی"۔

شاہ جی نے بیٹی کو سینے سے لگا لیا۔ پھر جبرو کا ماتھا چوم کر کہا۔ "بیٹا تم نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

جبرو نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "شاہ جی! سید کی عزت پر میری جان بھی قربان ہے۔ اب میں جاتا ہوں' آپ بے فکر رہیں' جن کافروں نے میری بہن کو اغواء کیا تھا ان میں سے کوئی زندہ نہیں بچا۔"

یہ کہہ کر جبرو دروازے کی طرف بڑھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا چاروں طرف دیکھتا گاؤں کے باہر اس طرف چلنے لگا۔ جہاں اس نے بھورے کو چھوڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں اندھیری رات میں کھیتوں میں سے گزرتے ایک بار پھر گھنے جنگل میں گھس گئے۔ جبرو نے بھورے سے کہا۔ "بھورے میاں! اللہ پاک نے مجھ گناہ گار پر بڑا کرم کیا کہ میں اس نیک بچی کو کافروں سے نکال کر لے آیا۔ اس نے تو قرآن شریف اٹھاکر اپنے بابا سے کہا کہ میں پاک دامن ہوں۔"

بھورے کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ بولا۔ "اس خاندان کی بچیوں کی کسی غیر مرد نے آج تک شکل نہیں دیکھی' تم نے بڑا ثواب کا کام کیا ہے"۔ پھر اس نے

جبرو کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگا۔ "تم مجھے اپنا نام کیوں نہیں بتاتے؟"

جبرو نے اندھیرے میں بھورے کی چمکتی ہوئی آنکھوں کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بھورے میاں! اب تمہیں نام بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ میرا نام جبرو ہے جبار عرف جبرو بس ابھی تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔"

بھورے نے جبرو کو سینے سے لگالیا۔ "جبرو بھائی! اللہ پاک نے تم سے بڑے ثواب کا کام لیا ہے۔"

جبرو کو اپنی بہن یاد آگئی جس کے جنازے میں شریک نہیں ہوسکا تھا اور جسے ایک ہندو کافر نے قتل کر دیا تھا۔ اپنے سر سے صافہ اتار کر جبرو نے منہ پونچھا اور بولا۔ "اب تمہاری کیا رائے ہے۔ ہمیں کس طرف جانا چاہئے اور کیا کرنا چاہئے؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم دونوں فوج کے بھگوڑے ہیں' تم نے آج ہی رات چار آدمیوں کو قتل کیا ہے' میں دو ماہ پہلے دو آدمیوں کو قتل کرچکا ہوں' ہماری جگہ اب شریف لوگوں کی دنیا میں نہیں ہے' ہم جنگل سے نکلے نہیں کہ پھانسی کا پھندا ہمارا مقدر بن جائے گا۔"

"اصل بات کی طرف آؤ یار' سب کچھ میں بھی جانتا ہوں' یہ بتاؤ کہ اب ہم کہاں جائیں"۔

جبرو نے بچپن میں بنارسی ٹھگوں کے بڑے قصے سن رکھے تھے۔ اس نے سنا تھا کہ ان کے پاس بندوق پستول تو ہوتے ہیں مگر وہ اپنے شکار پر گولی نہیں چلاتے بلکہ اس صفائی سے رومال سے گلا گھونٹ کر ہلاک کرتے ہیں کہ مرنے والے کو بعض اوقات پتا بھی نہیں چلتا اور وہ مرجاتا ہے۔ ان کے ریشمی رومال میں ایک گانٹھ رہتی ہے جس کی مدد سے وہ اتنی تیزی سے رومال کو جھٹکا دیتے ہیں' کہ آدمی کا منکا ٹوٹ جاتا ہے۔ اس نے بھورے سے پوچھا۔ "کیا یہ ٹھگ لوگ ابھی تک وارداتیں کرتے ہیں؟"

"خدا بچائے ان ٹھگوں سے"۔ بھورے نے جواب دیا۔ "میں نے وندھیا چل کے جنگل میں ایک ٹھگ کے ساتھ کچھ دن گزارے تھے۔ ہم پھر بھی کسی پر رحم کر

لیتے ہیں مگر ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں اور محض ایک بندوق یا پندرہ بیس روپوں کے لئے کسی مسافر کا خون کر دیتے ہیں' عام طور پر یہ ٹھگ ہندو ہوتے ہیں اور ٹھگی کی واردات کرنے سے پہلے کالی دیوی کی مورتی کے آگے پھول اور جل پان چڑھاتے ہیں اور اس سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ جس شکار کو قتل کرنے جارہے ہیں وہ ان سے بچ کر نہ نکلنے پائے۔"

جبرو غور سے بھورے کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے اکتاتے ہوئے کہا۔ "بھورے! تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہارے خیال میں ہمیں اب کس طرف کا رخ کرنا چاہئے۔"

بھورا بولا۔ "جبرو! یہ جو تم نے مراری کے ڈیرے پر چار آدمیوں کی لاشیں بکھیر دی ہیں نا' ان کی خبر پولیس یا محکمہ جنگلات کے آدمیوں کو شاید ہی ہو مگر مراری کے ساتھی بنسی ڈکیت کو دو ایک دن میں خبر ہو جائے گی' اس لئے کہ وہ مراری سے ملنے آنے والا ہے' تم مراری کے دوسرے ڈاکو ساتھیوں سے ملے ہو مگر بنسی کو تم نے ابھی نہیں دیکھا' وہ کئی ماہ سے مہاراشٹر میں وارداتیں کرتا پھر رہا ہے' وہ مراری کا خاص یار ہے اور بہت ہی کمینہ آدمی ہے' اس کا دل سیاہ ہے۔ رحم نام کی شے اس کے دل کے قریب سے بھی ہو کر نہیں گزری۔"

جبرو نے تنگ آکر کہا۔ "تو میں کیا کروں پھر؟ یہ تم کیا بنسی ڈکیت کی کتھا کہانی لے بیٹھے ہو؟"

"میں یہی کہنے والا تھا کہ جب اسے پتا چلے گا کہ اس کا یار مراری اور سارے ہندو ساتھی قتل کر دیئے گئے ہیں اور میں یعنی بھورا غائب ہوں تو وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگا کہ اس کے یار کو بھورے نے ہی قتل کیا ہے' بس وہ میری کھوج میں اپنے آدمیوں کے ساتھ نکل پڑے گا۔ وہ اس علاقے کے جنگلوں کے چپے چپے سے واقف ہے' اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھوپال کے علاقے سے نکل کر بندیل کھنڈ یا نجیب آباد کے علاقے کی طرف چلے جائیں۔"

"کیا وہاں ہمیں پولیس کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا؟" جبرو نے پوچھا۔

"پیارے! خطرہ تو ہمارے ساتھ ہی لگا رہے گا۔ اب اس خطرے سے ہم ساری زندگی چھٹکارا نہیں پاسکتے۔ نجیب آباد میں نے اس لئے چنا ہے کہ وہاں کے جنگل اتنے گھنے ہیں کہ دن کے وقت بھی بعض جگہوں پر اندھیرا چھایا رہتا ہے اور پھر وہاں جنگلوں کے درمیان ایک پرانے قلعے کے کھنڈر بھی ہیں' اگر ہم دوچار آدمیوں کو اپنے ساتھ ملالیں اور اس کھنڈر میں اپنی کمین گاہ بنالیں تو بڑی آسانی سے وارداتیں کرکے وہاں پناہ حاصل کرسکتے ہیں"۔

جبرو نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں چور نہیں ہوں بھورے میاں جو وارداتیں کروں۔"

"جبرو بھائی اگر وارداتیں نہیں کرو گے تو کھاؤ گے کہاں سے جنگل میں؟"

جبرو کہنے لگا۔ "جنگل میں ہر نعمت موجود ہوتی ہے' پانی' پھل' جڑی بوٹیاں' ندی نالے' اور ہمیں کیا چاہئے یہاں کوئی شے خریدنی بھی نہیں پڑتی۔"

بھورا ہنسنے لگا۔ "معلوم ہوتا ہے تمہیں یہاں کے جنگل میں رہنے کا تجربہ نہیں ہے پیارے' یہ جنگل بے وفا اور ہرجائی محبوبہ کی طرح ہوتے ہیں' ایک سیکنڈ میں آنکھ پھیر کر کسی آدم خور درندے' زہریلے سانپ یا دلدل کے حوالے کردیتے ہیں' پھر ہمیں محکمہ جنگلات کے انسپکٹروں سے بھی تو بچنا ہوگا۔"

جبرو نفرت سے سر جھٹک کر جنگل کو برا بھلا کہنے لگا۔ "اس سے تو اچھا ہے کہ ہم بمبئی کی طرف نکل چلیں۔ وہاں کوشش کرکے کسی سمندری جہاز میں سوار ہوکر آبادان یا ولایت چلے جائیں۔

بھورے نے ہنس کر کہا۔ "پیارے جبرو' اب تو ہمارے لئے دو ہی ٹھکانے ہیں' پھانسی کا تختہ یا پھر ساری زندگی کے لئے کالے پانی کی جیل۔"

جبرو کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مشکلات میں الجھتا جارہا ہے' اس میں اس کا اپنا اتنا عمل دخل نہیں تھا' حالات اسے نظر نہ آنے والی زنجیروں میں جکڑے چلے جارہے تھے

اور وہ اس دلدل میں نیچے ہی نیچے اتر رہا تھا' اب تو اس کا جگری یار کملا بھی باہر نہیں تاکہ اس کی مدد کرتا' کمالے کو یاد کرکے جبرو کا دل بوجھل سا ہوجاتا تھا' جانے اس پر کیا بیت رہی ہوگی۔ اس نے جبرو کی خاطر' اپنے دوست کی عزت اور غیرت کی خاطر خون کیا تھا اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا' کہیں اسے پھانسی نہ ہوگئی ہو؟

جبرو نے گردن جھٹکی اور پھر آگے چل دیا' بھورا جنگل کے نشیب و فراز سے واقف تھا' وہ آگے آگے چل رہا تھا۔ اور درختوں اور جھاڑیوں کی شاخوں کو آگے سے ہٹاتا جاتا تھا کافی دور تک چلتے رہنے کے بعد ایک ایسی جگہ آئی' جہاں درخت کافی دور دور تھے۔ چھوٹی چھوٹی سیاہ چٹانیں اونچی اونچی قطار کی شکل میں ایک طرف چلی گئی تھیں۔ اور کئی ایک قدرتی غار بن گئے تھے' دونوں چلتے چلتے تھک گئے تھے اور رات بھی کافی گزر گئی تھی' بھورے نے کہا کہ ہمیں یہاں آرام کرلینا چاہئے کیوں کہ دوسرے روز بھی کافی سفر کرنا ہوگا۔ چنانچہ وہ ایک غار کی خشک زمین پر لیٹ گئے۔ بھورے نے غار کے منہ کے باہر خشک گھاس جمع کرکے اس طرح سے آگ لگائی کہ ڈھیری میں سے صرف دھواں ہی نکلتا رہے اس طریقے سے جنگل کے مچھروں سے نجات مل گئی اور وہ سوگئے۔

جب وہ بیدار ہوئے تو جنگل روشن تھا اور درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے دھوپ نکلی ہوئی تھی ایک پہر دن گزر چکا تھا' انہوں نے ایک تالاب پر جاکر منہ ہاتھ دھویا' انہیں بھوک لگ رہی تھی۔ بھورے نے بتایا کہ آگے سات کوس کے فاصلے پر ٹنکہ برانچ لائن کا جنگل شروع ہوجاتا ہے۔ وہاں سے نجیب آباد کی رینج کا آغاز ہوتا ہے۔ کچھ دور افتادہ گاؤں ہیں کھانے کو کچھ وہیں ملے گا۔

دشوار گزار جنگل میں چھ سات کوس کا فاصلہ طے کرتے کرتے تین گھنٹے صرف ہوگئے' راستے میں کئی جگہ لنگوروں کے غول' ہڑیال اور دوسرے جنگلوں جانور بھی ملے' دوپہر دو بجے کے بعد دونوں نجیب آباد کی رینج میں داخل ہوگئے' بھوک اور تھکن سے برا حال ہو رہا تھا یہاں جنگل جھنڈوں کی شکل اختیار کرگیا تھا' کہیں کہیں خشک

جنگلی گھاس کے اونچے نیچے میدان تھے' ابھی تک انہیں کوئی انسان نہیں ملا تھا
بھورے نے بتایا کہ آگے ایک چھوٹا گاؤں آئے گا' میں اس گاؤں میں کبھی گیا نہیں ہوں
یہاں سے گزرتے ہوئے میں نے دور سے اسے دو ایک بار دیکھا ہے۔

اس کا کہنا صحیح تھا' ایک جگہ پہنچنے کے بعد جبرو کو دور کچھ جھونپڑی نما مکان دکھائی
دیئے' بھورا بولا۔ "یہی وہ گاؤں ہے' اس کے دوسری طرف گاؤں سے باہر ایک چھوٹی
سی چائے کی دکان ہے وہاں ہمیں کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا"۔

جبرو نے پوچھا۔ "اس گاؤں میں چائے کی دکان کہاں سے آگئی۔"

بھورے نے کہا۔ "یہ شکاریوں کے لئے بنی ہوئی ہے اس علاقے میں چھوٹا بڑا
شکار بہت ہے اور اکثر شکاریوں کا گزر رہتا ہے' چنانچہ وہ لوگ اس چائے کی دکان پر
آکر تازہ دم ہو کر پھر شکار کو نکل جاتے ہیں"۔ بھورے نے جبرو کو ہدایت کی کہ وہ اپنے
آپ کو شکاری ہی ظاہر کریں گے۔

گاؤں کے دوسری جانب باہر کی طرف ایک چھوٹا سا کھیت تھا' اس کھیت کے
کنارے زمین سے دو فٹ اونچی مچان پر بانس کی ایک جھونپڑی نما چائے کی دکان تھی
جس کے آگے انگیٹھی پر دھوئیں سے کالی دیگچی دھری ہوئی تھی اور ایک دیہاتی صرف
دھوتی پہنے اس میں لکڑی کی ڈوئی ہلا رہا تھا۔ مچان پر صف بچھی تھی جس پر تین آدمی
بیٹھے مٹی کے آبخوروں میں چائے پی رہے تھے' شکل وصورت سے وہ جنگل کے
باشندے ہی لگ رہے تھے۔

بھورے نے آہستہ سے کہا۔ "یہاں کوئی شکاری یا محکمہ جنگلات کا آدمی نہیں
ہے' یہ بڑی اچھی بات ہے۔"

دونوں مچان کے ایک طرف ہو کر لکڑی کے فرش پر بیٹھ گئے۔ بھورا ان کی زبان
جانتا تھا۔ اس نے دکان دار سے کہا "بھوک لگی ہے' کھانے کو جو بھی ہو دے دو
ہریال کا شکار تو ملا نہیں جنگل نے چلا چلا کر تھکا دیا ہے۔"

دکان دار نے ڈوئی ہلاتے ہوئے بتایا کہ اس کے پاس کچھ دال اور روٹیاں ہی باقی

رہ گئی ہیں' اس وقت جبرو کو یہ دال روٹی ایک بے بہا نعمت معلوم ہوئی۔ انہیں آم کا
اچار بھی مل گیا۔ دونوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ دکان دار نے ایک روپیہ مانگا' جبرو
نے اسے پانچ روپے دیئے اور بولا "یہ تمہارا انعام بھی ہے بھیا جی۔"

دکان دار بہت خوش ہوا۔ اس نے انہیں اپنے ہاتھ سے چائے بھی بنا کر دی'
بھورے نے جبرو سے آہستہ سے کہا "اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے' ادھر شکاری اور
محکمہ جنگلات کے آدمی آتے ہی رہتے ہیں۔"

جبرو کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ تازہ دم ہو گیا تھا۔ ان کا دشوار گزار سفر دوبارہ
شروع ہو گیا' بھورا چاہتا تھا کہ وہ مراری ڈکیت کی جائے واردات سے جتنی دور نکل
سکیں' نکل جائیں کیوں کہ اسے اس کے بارے میں تشویش تھی کہ اگر اسے اپنے
دوست کے قتل کا علم ہو گیا تو ان کا تعاقب کرے گا۔ بنسی جنگل کا ریچھ تھا اور ایک
ایک درخت کو پہچانتا تھا۔ دشمن کا کھوج لگانے اور اس کا کھرا پہچاننے میں اسے کمال
حاصل تھا۔

جبرو بنسی ڈکیت کے بارے میں اتنا فکر مند نہیں تھا جتنا اسے یہ خدشہ تھا کہ
کہیں وہ پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جائے اس لئے وہ بھورے کی مرضی اور منصوبے کے
مطابق اس کے ساتھ ساتھ چلا جارہا تھا' شام کو انہوں نے ایک چھوٹے سے گاؤں کے
باہر ایک خانہ بدوشوں کے ڈیرے پر سے روٹیاں اور اچار لے کر کھایا' اور وہاں سے
دور نکل گئے۔ بھورے نے گہرے ہوتے اندھیرے میں درختوں کی طرف دیکھا اور
بولا۔ "یہ نجیب آباد کے جنگل ہیں' آگے ایک نہر ہے' وہاں چل کر آرام کریں گے۔"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور بھورے کے ساتھ چلنے لگا۔ نہر کوئی ڈیڑھ کوس کے
فاصلے پر تھی' چھوٹی سی نہر تھی جس کے کنارے پختہ تھے۔ بیریوں کے درخت اپنی
ٹہنیاں پھیلائے بھوتوں کی طرح کھڑے تھے' جبرو تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا' "بھورے
ابھی آرام کرتے ہیں' صبح دیکھا جائے گا۔"

بھورے نے ارد گرد نگاہ ڈالی اور جبرو کے پاس ہی نہر کنارے ڈھلان سے ذرا

نیچے گھاس پر بیٹھ گیا' رات خاموش تھی' جنگل پر سناٹا چھایا تھا۔ پھر وہ گھاس پر سو
کے لئے لیٹ گئے' بھورا تو لیٹتے ہی خراٹے لینے لگا۔ مگر جبرو جاگ رہا تھا' اگرچہ
بہت تھک گیا تھا' مگر اپنی پریشان حال اور دربدر بھٹکتی زندگی پر سوچنے کی وجہ سے
اس کی آنکھوں سے دور تھی' اس نے کئی بار آنکھیں بند کرکے سونے کی کوشش
مگر اسے نیند نہ آئی۔

اسے بہت سے خیال آ رہے تھے۔ کبھی وہ ثریا کے بارے میں سوچتا کہ اگر
سے بیاہ ہو جاتا اور اس کا خالو انکار نہ کرتا تو آج شہر میں شریف آدمیوں کی طر
زندگی بسر کر رہا ہوتا۔ کبھی اس کا خیال اپنی بہن کی طرف چلا جاتا جس کی قبر کا
اسے کچھ علم نہ تھا۔ پھر اس کا جگری دوست کمالا اس آنکھوں کے سامنے آجاتا' پاؤں
میں بیڑیاں ہیں اور وہ جیل کی کال کوٹھری میں پھانسی کے دن کا انتظار کر رہا ہے'
چونک کر آنکھیں کھول دیتا' بھورے کے خراٹوں کی آوازاسی طرح بلند ہو رہی تھی
اس کش مکش میں جبرو کی آنکھیں اتنی تھک گئیں کہ اس پر غنودگی طاری ہونے
اس نے آنکھیں بند کرلیں اور نیند اور بیداری کے درمیان جھولنے لگا' باہر کی دنیا
اسے احساس نہ رہا اور جیسے خواب کی دنیا میں پہنچ گیا' اسے انسانی قدموں کی چاپ
سنائی دی' جبرو کی آنکھیں بند تھیں' وہ جیسے خواب میں یہ آواز سن رہا تھا' پھر کسی
اس کے پاؤں کو ٹھوکر مار کر کہا۔

"کون ہو بے تم؟"

جبرو نے آنکھیں کھول دیں' اس کے پاؤں کی جانب دو آدمی کھڑے تھے۔ ان
سے ایک کے ہاتھ میں لالٹین تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں رائفل جس کا رخ
کے سینے کی طرف تھا' جبرو کے ذہن میں شدید خطرے کی گھنٹی بج اٹھی لالٹین کی
روشنی میں جبرو نے دیکھ لیا کہ دونوں کے چہرے ڈھاٹوں میں چھپے تھے' حلیے سے
لگتے تھے' جبرو کے لاشعور میں بنسی ٹھگ کا تصور ابھر آیا جو بقول بھورے کے
دوست مراری ڈکیت کے قتل کا بدلہ لینے ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

جبرو ابھی اٹھ بھی نہیں سکا تھا لالٹین والا چلا اٹھا "بنسی دادا! یہ بھورا ہے۔"
جبرو کی رائفل اس کی ران کے نیچے سے جیسے بجلی کی تیزی کے ساتھ نکل کر
سیدھی ہوئی اور اس نے ٹریگر دبا کر فائر کردیا' اندھا دھند فائر تھا مگر تھری ناٹ تھری کی
گولی سیدھی بنسی کے پیٹ میں ناف کے اوپر لگی اور وہ پیچھے کو گرا۔ جبرو تڑپ کر ایک
طرف کو لڑھک گیا۔ لالٹین والا چیختا شور مچاتا پیچھے بھاگا۔ "بنی دادا کا خون ہوگیا ہے
ادھر آئیو رے۔"

فائر کی آواز سے بھورا جاگ پڑا تھا۔ جبرو نے چلا کر کہا۔ "بھورے! ادھر آجاؤ۔
جلدی۔"

بھورا اس قسم کے معرکوں سے خوب واقف تھا' سمجھ گیا کہ بنسی ڈکیت کے آدمی
آن پہنچے ہیں' وہ چھلانگ لگا کر جبرو کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ "کس پر فائر ہوا تھا؟" جبرو
نے کہا کہ میں نے فائر کیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ میں نے بنسی ڈکیت کو ہلاک کردیا
ہے' دھائیں دھائیں' بندوق کے دو فائروں سے جنگل ایک بار پھر گونج اٹھا۔ بھورا
بولا۔ "ندی کی ڈھلان کی طرف بھاگ چلو۔"

وہ جھکے جھکے اندھیرے میں ایک طرف کو دوڑے' ندی کی ڈھلان پر ایک چھوٹا سا
گڑھا تھا وہ اس میں مورچہ بنا کر بیٹھ گئے۔ جبرو نے سرگوشی کی۔ "بنسی ڈکیت مرچکا ہے
بھورے' باقی کتنے آدمی ہوں گے؟"

بھورے نے سرگوشی میں ہی جواب دیا۔ "اگر وہ مرچکا ہے تو پیچھے چھ سات آدمی
تو ہوں گے۔"

دھائیں' ایک فائر اور ہوا' بھورے نے اس کے جواب میں یکے بعد دیگرے دو
فائر کردیئے' اس کے جواب میں کوئی فائر نہ ہوا۔ بھورے نے اچانک بلند آواز میں
کہا۔ "فیروز فتے! رحیمے! بنسی مرچکا ہے تم اپنی جان کیوں گنواتے ہو۔ میرے ساتھ
پنجاب کا شیر جبرو ڈکیت ہے۔ اب وہی ہمارا سردار ہوگا۔ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔"

جبرو نے غصے سے کہا۔ "تم نے میرا اصلی نام کیوں لیا؟"

بھورا بولا۔ "کوئی فرق نہیں پڑتا جبرو بھائی۔ میری چال کامیاب ہوگئی تو ہم ان کے سردار ہونگے۔" پھر آہستہ سے کہنے لگا۔ "ہم زیادہ دیر ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اس نے پھر دو فائر کر دیئے اور اونچی آواز میں چلایا۔ "فیروز نفتے رحیمے! ہندو کافر مرگیا ہے اب ایک مسلمان ہمارا سردار ہوگا۔ کیا سوچ رہے ہو' بولو' بولو' رحیمے فیروز بولو۔"

جنگل میں ایک پل کے لئے گہری خاموشی چھا گئی' پھر درختوں کے ایک جھنڈ سے ایک آواز بلند ہوئی۔ "بھورے! شریف آگیا ہے' کھانا کھلاؤ اسے۔"

جبرو کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ دوسری طرف بولے جانے والے جملے کا کیا مطلب ہے؟ بھورا مسکرایا اور کہنے لگا "جبرو' اٹھو' اب تم بنسی ڈکیت کی جگہ سردار ہو۔"

جبرو نے کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ دشمن چھپا ہوا ہے' وہ تم پر فائر کر دے گا۔"

بھورا اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "یہ ایک خاص جملہ ہے ہم لوگوں کا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں' کوئی ٹھگ اس جملے کو ادا کرنے کے بعد بے وفائی یا غداری نہیں کر سکتا' آؤ میرے ساتھ۔"

جبرو بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ بھورے نے رائفل کاندھے پر رکھ لی اور درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھتے ہوئے بلند آواز میں بولا۔ "فیروز! نفتے! رحیمے! شریف آگیا ہے' کھانا کھلاؤ اسے۔" درختوں کے جھنڈ میں روشنی ہوگئی' کسی نے لالٹین جلا کر اس کی بتی اونچی کردی تھی۔

جبرو نے بھورے کو ایک بار پھر متنبہ کرتے ہوئے کہا۔ "کہیں تم غلطی تو نہیں کر رہے ہو؟"

بھورے نے اطمینان سے رائفل اپنے کندھے پر ڈال کر رکھی تھی۔ بولا۔ "جبرو! تم ابھی ان ڈکیت ٹھگوں کے کردار سے واقف نہیں ہو۔ اب یہ ہمارے ساتھی ہیں اور تم ان کے سردار ہو۔"

درختوں کے جھنڈ سے تین انسانی سائے نکل کر باہر آگئے' جبرو نے دیکھا کہ انکے [illegible]ں بندوقیں نہیں ہیں اسے کچھ تسلی ہوئی' اب اس نے بھورے کی ہدایت کے مطابق اپنی گردن اونچی کرلی اور تینوں آدمیوں کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا۔

بھورا بولا۔ "رنفتے! رحیمے' فیروز! یہ جبرو شیر ہے پنجاب کا شیر۔ اب یہی ہمارا سردار ہے۔"

تینوں ٹھگوں نے باری باری جبرو سے ہاتھ ملایا۔ جبرو نے ان کے ہاتھوں میں لکڑی کی سی سختی محسوس کی' وہ جبرو اور بھورے کو درختوں میں لے گئے' جہاں گھاس پر ایک درخت کے نیچے بنسی ڈکیت کی لاش پڑی تھی' بھورے نے پاؤں سے اسے ٹھوکر مار کر کہا۔ "ارے ہم ایک کافر کے غلام تھے اب تک' اب ہم آزاد ہیں' ایک مسلمان جرنیل ہمارا سردار ہوگا۔"

لالٹین کی روشنی میں وہ سب کے سب ایک جگہ بیٹھ گئے۔ بنسی ڈکیت کے تینوں ساتھی ٹکٹکی باندھے جبرو کو تک رہے تھے۔ جبرو نے ان کی طرف دیکھا کر کہا۔ "کیا دیکھ رہے ہو تم؟"

جبرو کی آواز میں درشتی تھی' بھورا بہت خوش ہوا۔ جبرو کو ایسے ہی بات کرنی چاہئے تھی' تینوں ڈکیت ٹھگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ پھر ان میں سے جو اونچا لمبا جوان تھا اور جس کا نام فیروز تھا بولا۔ "دادا! تم نے کتنے خون کئے ہیں؟"

جبرو بولا۔ "تمہارے بنسی کو ملا کر پندرہ ہوتے ہیں۔"

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسرت سے اپنے اپنے سر ہلائے۔ وہ خوش ہوئے تھے۔ بھورا کہنے لگا۔ "جبرو پنجاب کا ڈکیت ہے۔ ارے اسی نے مراری اس کے پٹھوؤں کو بھی ٹھکانے لگایا ہے۔" ذرا سا رک کر وہ دوبارہ بولا۔ "رحیمے! ناریل ہے تو لے آؤ۔ اس جگہ ابھی رسم ادا ہو جانی چاہئے۔"

جبرو سوچنے لگا کہ یہ کس قسم کی رسم ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ مسلمان تھے مگر ان پر ہندوؤں کی روایات کا شدید اثر تھا۔ کیونکہ لارڈ ولزلی کے زمانے سے ہی

ٹھگوں کا پیشہ ہندو اختیار کئے ہوئے تھے' وہ کالی دیوی کی پوجا کرتے اور ان کی ا
ہندوانہ رسمیں ہوتی تھیں' بعد میں جو مسلمان ان کی منڈلی میں شامل ہو کر ٹھگ بن
جاتا وہ بھی ان رسموں کی پابندی اپنا فرض سمجھتا تھا۔ رحیمے نے درختوں کے نیچے رکھے
ہوئے جھولے میں سے ایک ناریل نکالا اور درمیان میں رکھ دیا تھا۔ رفیتے نے کہا۔
"سردار! اسے مکا مار کر توڑ دو۔"

جبرو نے ناریل پر زور سے مکا مارا ناریل ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ چاروں ڈکیت
خوشی سے اچھل پڑے۔ فیروز بولا۔ "دادا! ناریل تو بنسی ڈکیت سے بھی پہلی مرتبہ
نہیں ٹوٹا تھا۔"

بھورے نے فخر سے جبرو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ا، ے ہمارا جبرو شیر
ہے۔ پنجاب کا شیر۔ کیا سمجھتے ہو تم اسے اب ہم جی بھر کر علاقے میں ڈاکے ڈالیں
گے۔ مسافروں کو لوٹیں گے' پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

جبرو بیڑی کے ہلکے ہلکے کش لگا رہا تھا اور خاموش تھا تینوں آدمیوں نے جبرو کے
آگے باری باری ہاتھ باندھ کر آہستہ سے سر جھکایا اور پھر ایک ہی جملہ تین بار
دہرایا۔ "جے کالی کی۔' جے کالی کی' جے کالی کی۔"

جبرو کو ایسے لگا جیسے یہ مسلمان نہیں بلکہ ہندو ہیں' اس نے جلتی ہوئی بیڑی بنسی
کی لاش پر پھینک دی اور بولا۔ "اس کافر کو آگ کب لگاؤ گے؟"

رحیما بولا۔ "سردار آگ لگائی تو روشنی ہوگی ہم اسے زمین میں دبا دیں گے"۔

انہوں نے بھورے لانگری اور جبرو کو بتایا کہ بنسی ڈکیت صبح مراری ڈکیت سے
ملنے جب اس کے ڈیرے پر آیا تو وہاں چاروں ڈاکوؤں کی لاشیں پڑی تھیں اور بھورا
غائب تھا' وہ سمجھ گیا کہ بھورا اس کے دوست اور دوسرے ساتھیوں کو قتل کرکے
بھاگ گیا ہے چنانچہ وہ صبح ہی سے ان کے پاؤں کے نشان لیتا ان کا پیچھا کر رہا تھا۔
"ہم تمہارے کھروں کے پیچھے پیچھے گاؤں میں بھی گئے وہاں سے تمہارے پیروں کے
نشان واپس جنگل میں جارہے تھے۔ پھر ہم جنگل میں آگئے اور یہاں تمہیں بنسی نے

تے ہوئے دیکھ لیا۔"

بھورے نے نفرت سے تھوکتے ہوئے کہا۔ "ارے بنسی اور اس کا ساتھی مراری
دونوں بدکردار تھے' جانتے ہو' مراری نے کیا کیا؟ وہ گاؤں کے شاہ جی کی بیٹی کو اغواء
کرکے لے آیا تھا۔ جبرو سے یہ برداشت نہ ہوسکا' اس نے مراری اور اس کے
ساتھیوں کو پل بھر میں ٹھکانے لگا دیا اور ہم شاہ جی کی بیٹی کو اس کے گھر لے گئے۔"

جبرو کے اس کارنامے پر تینوں بڑے خوش ہوئے' جبرو نے کہا۔ "میں یہ کبھی
برداشت نہیں کرسکتا کہ ہم میں سے کوئی کسی شریف عورت کو بری نگاہ سے دیکھے۔"
فیروز بولا۔ "دادا! یہ تو شروع ہی سے ہمارا اصول رہا ہے مراری اور بنسی ہندو
تھے۔ وہ بدمعاشیاں کرتے تو ہم اندر ہی اندر کھول کر رہ جاتے تھے۔ مگر کچھ نہ کرسکتے
تھے۔ اب تم آگئے ہو ہمیں بڑی خوشی ہے کہ اب ہم صرف ان لوگوں کی اپنی رائفل
سے مزاج پرسی کریں گے جو غریبوں پر ظلم کرتے ہیں' ان کا خون چوستے ہیں اور ان کی
بہو بیٹیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔"

جبرو نے گھاس پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "اس کافر کی لاش کو زمین میں دبا دو' میں آرام
کرنا چاہتا ہوں"۔

رحیما اور رفیقا اٹھ کر گڑھا کھودنے لگے اور جبرو اطمینان سے سوگیا۔ صبح وہ اٹھ
کر قلعے کے کھنڈر کی جانب چل دیئے جو وہاں سے چھ کوس دور جھلونی کے جنگل میں
واقع تھا' یہاں بنسی ڈکیت نے اپنا ڈیرہ بنا رکھا تھا اور ایک کوٹھری میں گیہوں' آٹا'
ٹھالی اور گھی کے کنستر رکھے تھے' رحیمے اور اس کے ساتھیوں نے گھوڑے کوٹھریوں
کے باہر بیری کے ایک درخت تلے باندھے تھے' بھورے نے جاتے ہی چولہے میں
آگ جلائی اور روٹیاں پکانی شروع کردیں' سب نے آم کے اچار کے ساتھ روٹیاں
کھائیں اور نیند پوری کرنے کے لئے کھوٹھریوں میں جاکر سو گئے۔

کچھ دیر جبرو نے بھی آرام کیا دوپہر کے وقت وہ کوٹھری سے نکل آیا اور قلعے کی
ایک بوسیدہ دیوار پر کھڑے ہو کر نیچے پھیلے ہوئے جنگل کی طرف دیکھنے لگا بہت ہرا بھرا

جنگل تھا' رات کو انہیں شیر کی آواز بھی آئی تھی۔ اب پرندے درختوں پر اوپر
اڑتے پھرتے تھے۔ کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی نالہ بہتا تھا۔ بھورا بھی جبرو کے پاس
جبرو نے پوچھا۔ "یہاں سے آبادی کتنی دور ہوگی بھورے؟"

بھورا بولا۔ "سردار! فکر کی کوئی بات نہیں ہے' پہلا گاؤں یہاں سے پندرہ
کے فاصلے پر ہے' وہاں تک گھنا اور خطرناک جنگل چلا گیا ہے' جس میں شیر اور
رہتے ہیں' ادھر تو شکاری بھی نہیں آتے۔"

جبرو سوچنے لگا کہ وہ کب تک اس جنگل میں مفرور قاتل کی زندگی بسر کرے گا
اسے اب اپنے جگری یار کمالے کی یاد بہت ستانے لگی تھی' وہ اسے اکیلا چھوڑ آیا
کہیں اسے پھانسی نہ ہوگئی ہو؟ یہ سوچ کر جبرو کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا تھا۔ وہ کمالے
مدد کرنا چاہتا تھا۔ مصیبت کے وقت اس کے کام آنا چاہتا تھا مگر اس کی سمجھ میں
رہا تھا کہ کمالے کیسے اور کیا مدد کرسکتا ہے' وہ خود پھانسی سے بھاگا ہوا مفرور قاتل
بھورا اسے اس ریلوے لائن کے بارے میں بتا رہا تھا جو نجیب آباد سے نکل کر
اور گوالیار کی طرف جاتی تھی' جبرو اپنے گال پر الٹا ہاتھ پھیرتے ہوئے گہری سوچ
گم دیوار سے اتر کر نیچے آگیا۔

بھور ایک جہاں دیدہ ڈکیت تھا وہ محسوس کر رہا تھا کہ کبھی کبھی جبرو اچانک خیالوں
میں کھو جاتا ہے۔ آخر اس نے پوچھ ہی لیا' کہ وہ کس پریشانی میں مبتلا ہے' جبرو
بھورے کی طرف دیکھا آنکھیں ذرا سی سکیڑیں اور بولا۔ "بھورے میاں! ابھی تو
تمہیں کچھ نہیں بتاسکتا' ہاں جب وقت آیا تو سب سے پہلے تم سے ہی مشورہ
کروں گا۔"

بھورا ہنسنے لگا۔ "دادا! تم ہمارے سردار ہی نہیں دوست بھی ہو' شیر دل مسلمان
ہو۔ تمہارے لئے تو اپنی جان بھی حاضر ہے۔"

بھورا اور بنسی ڈکیت کے دوسرے مسلمان ساتھیوں فیروز رحیمے اور رنگے کا
ہی ڈاکے ڈالنا اور لوٹ مار کی رسد اور مال ودولت پر عیش کرنا تھا۔ جب ان کے پا

نے پینے کی چیزیں آٹا گھی چاول اور روپے ختم ہونے لگتے تو وہ قریبی گاؤں کے ہندو
ہوکار یا زمیندار کے گھر ڈاکہ ڈالتے اور وہاں سے مہینے بھر کا راشن لوٹ کر ڈال
تے تھے۔ جبرو کو یہ زندگی پسند نہیں تھی' حالات نے اسے ایسی زندگی اختیار کرنے پر
ر کردیا تھا' لیکن وہ ڈاکے اور چوری کو پسند نہیں کرتا تھا' چنانچہ ایک رات جب
رے نے اسے قریبی قصبے جھلونی کے ساہوکار کے گھر ڈاکہ ڈالنے کے لئے گروہ کی
ت کرنے کو کہا تو جبرو کو غصہ آگیا۔ "میں چور نہیں ہوں تمہیں ڈاکہ ڈالنا ہے تو
یں نہیں جاؤں گا۔" وہ بپھر کر بولا۔

بھورا ایک لمحے کے لئے خاموش ہوگیا۔ پھر دھیمی آواز میں کہنے لگا۔ "جبرو ہم
کہ نہیں ڈالیں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟ اب تو ہماری زندگی اسی دھڑلے پر چلے
گی ہم شریف آدمیوں کی طرح کوئی دوسرا کام بھی نہیں کرسکتے۔ پولیس ہمارے پیچھے
لگی ہوئی ہے۔"

جبرو نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "میں جنگل کے پتے کھا کر گزارا کرلوں گا مگر کسی
کے گھر چوری ڈاکہ نہیں ڈالوں گا۔ خبردار مجھ سے پھر ایسی بات نہ کرنا"

بھورا جبرو کی غضب آلود شخصیت سے بخوبی واقف ہوگیا تھا ڈاکہ ڈالنا بھی ضروری
تھا کیونکہ دانا پانی ختم ہو رہا تھا' اس نے گروہ کے تینوں ساتھیوں کو بتایا کہ جبرو کی
یعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے ہم خود ہی زمیندار کے گھر ڈاکہ ڈالنے چلیں گے۔

دوسری رات وہ گھوڑیوں پر سوار ہوکر جھلونی گاؤں ڈاکہ ڈالنے چل دیئے' جبرو
پیچھے رہا موسم رات کو ٹھنڈا ہوگیا تھا' جبرو کھنڈر کی کوٹھری میں چارپائی پر کھیس اوڑھے
بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی ترکیب ہوسکتی ہے کہ وہ پھر سے
ایک شریف اور آزاد شہری کی طرح زندگی بسر کرسکے' جتنا وہ سوچتا اتنا ہی اسے یقین
ہو جاتا کہ اب وہ ایسی زندگی پھر کبھی شروع نہیں کرسکے گا' جانے کب تک وہ سوچوں
کے گرمیں بھٹکتا رہا اور سوگیا۔

رات کے پچھلے پہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز نے اسے جگادیا' بھورا اپنے آدمیوں

کے ساتھ لوٹا ہوا مال لیکر واپس آگیا تھا' اس میں گھی کے دو کنستر' ایک بوری چا(ول)
اور ایک بوری آٹے کی تھی' زمیندار کی گردن پر بندوق کی نالی رکھ کر انہوں نے اس
سے دو ہزار روپے نقد بھی چھین لیے تھے۔

جبرو نے بھورے کو نائب سردار بنادیا اور اسے اجازت دے دی کہ خود ہی ڈاک(وں)
کی قیادت کیاکرے' بھورا جبرو کی اجازت پاکر شیر ہوگیا۔ دولت کے لالچ میں وہ ہفتے میں
دوبار بھی ڈاکہ مارنے نکل جاتا' جبرو پیچھے کھنڈروائی کمین گاہ میں ہی رہتا۔ ایک رات
بھورا اور ساتھی ایک امیر زمیندار کے گھر ڈاکہ ڈالنے گئے تو وہاں سے ایک جرمن
ریوالور اور گولیوں کا تھیلا بھی اٹھا لائے' بھورے نے ریوالور جبرو کو دکھایا اور کہنے
لگا۔ "جبرو یہ جرمنی کا بنا ہوا ہے' میں اسے پہچانتا ہوں' نو گولیاں پڑتی ہیں اس میں
چاہے کتنی دور سے چلاؤ دشمن کو پھڑکا کر رکھ دیتی ہے اس کی گولی۔"

جبرو نے ریوالور کو کھول کر دیکھا' اس کے سوراخوں میں پوری نو گولیاں بھری
ہوئی تھیں' جبرو نے یہ ریوالور اپنے پاس رکھ لیا' اسے یہ بہت پسند آگیا تھا' اور پھر
اسے کسی چھوٹے ہتھیار کی ضرورت بھی تھی' ہر وقت رائفل کام نہیں آسکتی تھی۔

جھلونی کے جنگل والے بوسیدہ قلعے کے کھنڈر میں رہتے جبرو کو بیس پچیس روز گزر
گئے' وہ جنگل میں تنہا زندگی بسر کرتے کرتے تنگ آگیا تھا' وہ چاہتا تھا کہ انسانوں میں
جائے' ان کی شکلیں دیکھے ان کے مکان دیکھے ان کی آوازیں سنے' ایک روز جبرو نے
بھورے سے کہا۔ "میں ذرا سیر کو آس پاس کے دیہات میں جارہا ہوں۔ تم میری فکر
نہ کرنا۔"

بھورے نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ چلوں گا' تمہارا اکیلے جانا ٹھیک نہیں
پولیس علاقے میں پھیلی ہوئی ہے۔"

جبرو نے سر کو جھٹک کر کہا۔ "پولیس مجھے نہیں پکڑ سکتی تم میری فکر نہ کرو' میں
یہاں بیٹھے بیٹھے تنگ آگیا ہوں دن کو جاؤں گا اور شام ہونے سے پہلے واپس آجاؤں
گا۔"

فیروز' رفیقے اور رحیمے نے بھی جبرو کو منع کیا مگر جبرو کسی کی ماننے والا نہیں تھا
اس نے اپنا حلیہ دیہاتیوں جیسا بنایا بھرا ہوا ریوالور کرتے کے اندر چھپایا اور گھوڑی پر
بیٹھ کر کھنڈر سے نکل گیا وہ جھلونی قصبے کی مخالف سمت کو جارہا تھا۔

دن کا وقت تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی موسم کا حبس اور شدت کی گرمی تقریباً ختم
ہو چکی تھی' جبرو گھوڑی پر سوار جنگل میں سے نکل کر کھیتوں میں آگیا' ہرے بھرے
کھیت دھوپ میں بہت پیارے لگ رہے تھے' دو ایک کھیتوں میں اسے کسان کام
کرتے دکھائی دیئے' جبرو کھیتوں میں سے گھوڑی کو گزارتا گاؤں کی مسجد کے قریب پہنچ
گیا' مسجد کے باہر دیوار کے ساتھ مولوی صاحب چھوٹے سے تخت پر تسبیح ہاتھ میں
لئے بیٹھے تھے' ان کے سامنے زمین پر ایک ادھیڑ عمر عورت ہاتھ باندھے بیٹھی تھی۔
جبرو نے گھوڑی سے اتر کر انہیں سلام کیا مولوی صاحب نے سلام کا جواب دیتے
ہوئے پوچھا۔ "یہاں کیوں آئے ہو؟"

"مولوی جی۔ پیاس لگی ہے پانی مل جائے گا پینے کو؟ میں جھلونی سے آرہا ہوں
آگے جھالر گاؤں جاؤں گا۔"

عورت باتیں کرتے کرتے چپ ہوگئی۔ جبرو نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں رونے
سے سرخ ہو رہی تھی' مولوی صاحب نے کہا۔ "میاں مسجد کے سقاوے میں جاکر پی
لو۔"

جبرو پانی پی کر مسجد سے باہر نکلا تو عورت روتے ہوئے مولوی صاحب سے کہہ
رہی تھی۔ "مولوی جی میں تھانے بھی نہیں جاسکتی۔ وہ میری بیٹی کو مار ڈالے گا۔ آپ
ہی میری مدد کرو' میں بیوہ ہوں خدا آپ کو ثواب دے گا۔"

مولوی صاحب کہنے لگے۔ "بہن! میں کیا کر سکتا ہوں۔ گاؤں میں ہندو زیادہ ہیں۔
رتال پانڈے بڑا طاقتور زمیندار ہے' پولیس بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تیرے لئے دعا
ضرور کروں گا۔"

جبرو قریب سے گزرتے ہوئے رک گیا۔ اس نے چادر کے پلو سے اپنا منہ پونچھتے

ہوئے پوچھا۔ "یہ بہن جی کیوں رو رہی ہے' مولوی صاحب۔"

مولوی صاحب نے اپنی سرمہ لگی آنکھیں اٹھا کر جبرو کی طرف دیکھا اور بولے "میاں تم اپنی راہ لو۔"

جبرو نے بڑے احترام سے اس غریب بیوہ عورت کو مخاطب کیا "بہن کیا بات ہے تم رو کیوں رہی ہو؟ مجھے اپنی بپتا سناؤ' شاید میں تمہارے کچھ کام آسکوں۔"

عورت پلو سے اپنی آنکھیں صاف کر رہی تھی۔ وہ کچھ نہ بولی۔ مولوی صاحب نے جھلا کر کہا۔ "بھائی یہ بیوہ عورت ہے۔ اس کی ایک بیٹی ہے جس کو گاؤں کے باڑ زمیندار نے اپنے گھر میں ڈال رکھا ہے' یہ مسلمان ہے اپنی بیٹی کا بیاہ کرنا چاہتی ہے مگر زمیندار اس کی بیٹی کو نہیں چھوڑ رہا۔" بیوہ عورت نے گلو گیر آواز میں زمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لگتا ہے میرا کوئی بھی نہیں جو میری عزت بچائے۔ بیوہ ہوں' غریب ہوں' میرا خاوند زندہ ہوتا تو مجھے آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔"

جبرو قریب ہی زمین پر بیٹھ گیا۔ "بہن جی! خدا کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ جس کا کوئی نہ ہو اس کا خدا ہوتا ہے۔"

بیوہ عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "غریبوں کا کوئی نہیں ہوتا بیٹا۔ کوئی نہیں ہوتا۔"

جبرو نے مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ "مولوی صاحب ہندو زمیندار کی حویلی کس طرف ہے۔"

مولوی صاحب نے جبرو کی طرف گھور کر دیکھا پھر تسبیح ہلاتے ہوئے پہلو بدلا۔ "تم زمیندار کی حویلی کا پوچھ کر کیا کر لو گے۔ وہاں تو علاقے کا تھانیدار بھی زمیندار کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا جاؤ برخوردار اپنا راستہ ناپو۔"

جبرو نے سلام کیا اور گھوڑی پر بیٹھ کر گاؤں کی طرف چل دیا' باہر ایک کمہار مٹی کے مٹکے دھوپ میں سکھانے کے لئے ڈال رہا تھا جبرو نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔ "میاں جی! گاؤں کے زمیندار پانڈے جی کی حویلی کہاں ہے؟"

کمہار نے ہاتھ باندھ دیئے۔ "گاؤں کے دوسری طرف ہے سرکار۔ بڑا سا پھاٹک

جبرو رام رام کہہ کر گاؤں کی دوسری جانب آگیا۔ یہاں اس نے ایک دومنزلہ ولی دیکھی جس کا پھاٹک بند تھا' باہر ایک طرف درخت کے نیچے رئیسی تانگہ کھڑا تھا ں کے آگے گھوڑا نہیں تھا جبرو نے ایک آدمی کو دیکھا جو شکل و صورت سے نوکر ل رہا تھا۔ وہ تانگے کے پائیدانوں کو پانی سے دھو رہا تھا۔ جبرو ٹہلتا ہوا اس کے قریب جاپہنچا۔ "رام رام بھیا! اس نے خالص ہندوانہ انداز میں مخاطب کیا۔ نوکر نے بھی اب میں رام رام کہا۔ "کس سے ملنا ہے بھیا جی۔"

جبرو نے حویلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ کس کی حویلی ہے بھیا؟"

نوکر نے غور سے جبرو کو دیکھا اور بولا۔ "پردیسی لگتے ہو۔ بھیا یہ ہمارے مالک پانڈے جی کی حویلی ہے۔"

جبرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اچھا تمہارے مالک کی بہت شہرت سنی ہے بھیا ہم نے۔ وہ یہیں ہیں نا۔ آج کل؟"

نوکر بولا۔ "وہ تو حویلی میں ہی ہوتے ہیں مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

جبرو نے اتنی دیر میں ایک منصوبہ بنا لیا تھا' اس نے نوکر سے جو کوچوان لگتا تھا کہا۔ "بھیا مجھے تمہارے مالک پانڈے جی سے ملنا ہے مجھے جھلونی گاؤں کے پٹیل نے ایک پیغام دیکر بھیجا ہے۔"

نوکر نے پانی کا ڈونگا بالٹی میں رکھ دیا اور ہاتھ پونچھتے ہوئے بولا۔ "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میرے ساتھ آؤ پٹیل جی تو ہمارے مالک کے بڑے پرانے دوست ہیں' تم گھوڑی ادھر باندھ کر ٹھہرو میں اندر خبر کرتا ہوں مالک کو۔"

جبرو نے گھوڑی باندھنے کے بجائے بانس کے ستون کے ساتھ ہی باگ کو اس طرح سے لپیٹ دیا کہ گھوڑی وہاں سے بھاگے بھی نہیں اور واپسی پر جبرو کو رسی کھولنے کی طوالت بھی نہ کرنی پڑے' جبرو نے کرتے کے اوپر ایک جگہ ہاتھ پھیرا۔ نیچے

بھرا ہوا ریوالور موجود تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں نوکر باہر آکر بولا۔ "آجاؤ مالک نے بلایا ہے۔"

جبرو نوکر کے پیچھے پیچھے حویلی کے پھاٹک میں داخل ہوگیا آگے ایک کھلا صحن تھا۔ سامنے برآمدے میں ایک جانب تخت اور بانس کی دو کرسیاں بچھی تھیں نوکر نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں بیٹھو مالک آرہے ہیں۔"

جبرو کرسی پر بیٹھ کر ادھرادھر کا جائزہ لینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد برآمدے کی دیوار میں بنے ہوئے ایک جالی دار دروازے کے پیچھے سے کسی مرد کے کھانسنے کی آواز آئی پھر دروازہ کھلا اور ایک موٹی توند والا ادھیڑ عمر زمیندار سلک کا دھوتی کرتا پہنے نمودار ہوا۔ اس نے جبرو کو ایک لمحے کے لئے غور سے دیکھا۔ جبرو نے اٹھ کر نمسکار کیا۔ وہ حویلی کا مالک پانڈے تھا۔ اس نے پوچھا۔ "پٹیل جی نے بھیجا ہے تمہیں"

جبرو نے جلدی سے کہا۔ "ہاں مہاراج! ایک ضروری پیغام دے کر بھیجا ہے۔"

پانڈے نے وہیں کھڑے کھڑے پوچھا۔ "بولو کیا پیغام ہے؟"

جبرو نے ارد گرد دیکھ کر کہا۔ "مالک پٹیل جی نے کہا تھا کہ کھلی جگہ میں یہ پیغام نہیں دینا۔ کمرے میں جاکر پانڈے جی کو بتانا۔"

پانڈے جی کی بھویں سکڑ گئیں۔ ایسا کون سا پیغام ہے رے؟ "بتا یہیں بتا دے۔"

جبرو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "مالک میں پٹیل جی کا نوکر ہوں' میں نے ان کے کہنے پر عمل نہ کیا تو وہ مجھے کنویں میں الٹا لٹکا دیں گے' مہاراج! بھگوان کے لئے اندر چل کر سن لیجئے۔ آپ کی بڑی کرپا ہوگی۔"

پانڈے کا جھلونی کے پٹیل سے بڑا یارانہ تھا' اس نے سوچا آخر اس دیہاتی کو اندر لے جانے میں کیا حرج ہے' حویلی کے کتنے ہی کمرے تھے۔ اس نے بادل نخواستہ کہا۔

"چل اندر آجا۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا کمرے میں آگے آگے چلا۔ جبرو اس کے پیچھے تھا۔ یہ چھوٹا سا کمرہ تھا ایک طرف تخت پر چاندنی بچھی تھی اور گاؤ تکیے لگے تھے پرانے زمانے کی ایک

آرام کرسی بھی پڑی تھی۔ دیوار کے ساتھ الماری لگی تھی۔ کارنس پر گیس کا لیمپ رکھا ہوا تھا اوپر کرشن جی کی تصویر لگی تھی جس پر پھولوں کا ہار پڑا تھا' جبرو کمرے میں داخل ہوتے ہی تخت کے پائے کے قریب زمین پر بیٹھ گیا۔ پانڈے نے آرام کرسی پر بیٹھنے کو ترجیح دی۔ بیٹھتے ہی وہ تلخ لہجے میں بولا۔ "تمہیں پٹیل کی حویلی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"ملکی رام نام ہے مالک' میں پٹیل جی کی زمینوں پر ہی ہوتا ہوں۔" جبرو نے عاجزی سے کہا۔

پانڈے بیزاری سے بولا۔ "اچھا جلدی بول کیا کہا ہے پٹیل نے؟"

جبرو نے کہا۔ "جی انہوں نے ایک خط دیا ہے آپ کے نام"

"لاؤ لاؤ کہاں ہے خط؟" پانڈے نے سخت بوریت اور ترشی کے ساتھ کہا۔

جبرو نے فوراً قمیض کے اندر ہاتھ ڈال دیا' قمیص کے نیچے خط نہیں بلکہ جرمن ریوالور تھا' اس نے بڑے اطمینان سے ریوالور نکالا اور اس کی نالی کا رخ غریبوں کی بہو' بیٹیوں کی عزت لوٹنے والے ہندو زمیندار پانڈے کے پھولے ہوئے پیٹ کی طرف کردیا۔

"لالہ جی! آواز نکالی یا اپنی جگہ سے ہلے تو اس ریوالور میں بھری ہوئی ساری گولیاں تمہارے موٹے پیٹ کو پھاڑتی ہوئی نکل جائیں گی۔"

پانڈے کا رنگ فق ہوگیا' جسم ٹھنڈا پڑ گیا اور ہاتھ پاؤں تھرتھر کانپنے لگے' منہ کھلا تھا اور حلق سے آواز نہیں نکل نہیں رہی تھی' جبرو کے چہرے پر ایک عجیب نفرت آمیز مسکراہٹ تھی' اس نے پانڈے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال رکھی تھی' کہنے لگا۔

"اب ایسا کر لالہ جی! جس مسلمان بیوہ عورت کی بچی کو تم نے اپنے گھر میں ڈال رکھا ہے اسے ذرا آواز تو دو۔ میں اس کا منہ بولا بھائی ہوں اسے لینے آیا ہوں۔"

پانڈے نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "ابھی بلاتا ہوں اس کا منہ دوسری طرف کردو۔"

جبرو خونخوار شیر کی آنکھوں سے ہندو زمیندار کو دیکھ رہا تھا' بولا "ریوالور کی نال کو

تم سے پریم ہے لالہ جی۔ اس کا منہ تو تمہاری طرف ہی رہے گا۔ تم لڑکی کو بلاؤ۔"

جبرو نے پستول کو اپنے کرتے کے نیچے اس طرح چھپا رکھا تھا کہ صرف اس کی نالی ہی ذرا سی دکھائی دے رہی تھی جس کا رخ پانڈے کی طرف تھا' پانڈے نے ہکلاتے ہوئے آواز دی' جیونی! جیونی! ادھر آو۔"

لڑکی کا نام جیونی تھا۔ پانڈے کی آواز پر ایک ملازم کمرے میں آگیا جبرو نے اپنے ریوالور والے ہاتھ کو حرکت دی' ملازم نے جبرو کے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھ لیا تھا' وہ ایک دم سے چلا اٹھا۔ "ڈاکو آگیا ہے' ڈاکو آگیا ہے۔" اس کے ساتھ ہی جبرو کے ریوالور میں سے ایک گولی دھماکے کے ساتھ نکلی اور بھاگتے ہوئے ملازم کی پیٹھ میں گھس گئی وہ منہ کے بل دروازے میں گر پڑا۔

جبرو اٹھ کھڑا ہوا پانڈے نے نوکر کو گرتے دیکھا تو ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔ "مجھے معافی دے دیو۔ میرا قصور نہیں میں نے اسے نہیں بلایا تھا۔" گولی کی آواز سے حویلی میں شور مچ گیا۔ دوسرے کمرے کے دروازے دھڑاک سے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آنے لگیں نوکر کمرے کی طرف بھاگے۔ جبرو کے لئے یہ خطرناک گھڑی تھی' وہ کسی بھی مصیبت میں پھنس سکتا تھا' اس نے لپک کر پانڈے کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا۔ ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگا دی اور کڑک کر کہا۔ "باہر نکلو۔"

وہ پانڈے کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے کمرے کے دوسرے دروازے سے باہر صحن میں لے آیا۔ یہ حویلی کا دوسرا صحن تھا جو بیچ میں تھا دو ملازم اور تین چار عورتیں چیخ مار کر کمروں کی طرف بھاگیں' جبرو نے چلا کر کہا۔ "لالہ! انہیں کہو کہ اگر شور مچایا تو تمہیں گولی مار دوں گا۔"

پانڈے کی جان پر بنی تھی' ریوالور کی ٹھنڈی نالی اس کی گردن میں گھسی جا رہی تھی' اس نے عورتوں اور نوکروں کو پکار کر کہا۔ "چپ رہو۔ چپ رہو۔"

صحن میں سناٹا چھاگیا۔ عورتیں دروازوں کی اوٹ سے لگی یہ خونی منظر دیکھ رہی

تھیں کمرے کے دروازے میں نوکر کی لاش اوندھے منہ پڑی تھی' جس کی کمر سے خون بہہ کر جم رہا تھا' جبرو نے چلا کر کہا۔ "جیونی میں تمہارا بھائی ہوں۔ تمہیں اس ظالم عیاش پانڈے سے نجات دلانے آیا ہوں' باہر آجاؤ۔"

جیونی بے چاری ایک دروازے کے پیچھے کھڑی خوف سے کانپ رہی تھی' جبرو نے ایک بار پھر آواز دی۔ "جلدی کرو جیونی! میرے پاس وقت نہیں ہے' میں تمہیں تمہاری ماں کے پاس لے چلوں گا' مجھے اپنا بھائی سمجھو۔"

پانڈے نے گڑگڑا کر کہا۔ جیونی بھگوان کے لئے باہر آجاؤ۔" میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھ پر رحم کھاؤ۔ اس کے ساتھ چلی جاؤ' یہ تمہارا بھائی ہے۔"

جیونی کوٹھری سے باہر نکل آئی۔ عام سی شکل کی ایک دبلی پتلی مگر نوجوان دیہاتی لڑکی تھی' جبرو نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "حویلی کے باہر میری گھوڑی کھڑی ہے' وہاں چلو۔"

جیونی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ جبرو نے چلا کر کہا"۔ میں مسلمان ہوں۔ تمہیں اس گندگی سے نکالنے آیا ہوں' کیا سوچ رہی ہو تم جیونی تمہاری ماں گھر میں آنسو بہا رہی ہے تمہارے لئے۔"

جیونی تیز تیز قدموں سے حویلی کے بڑے دروازے کی طرف بڑھی۔ جبرو نے پانڈے کو آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "تم بھی چلو لالہ۔"

پانڈے نے ہاتھ جوڑ دیئے دہشت بھری آواز میں بولا۔" مجھے نہ لے چلو میں نے لڑکی تمہارے حوالے کر دی ہے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ مجھے چھوڑ دو اب۔"

جبرو نے اس کی گردن پر ریوالور کی نالی کا دباؤ اور بڑھا دیا' "لالہ ابھی تمہیں اور بھی حساب چکانا ہے' ذرا باہر تو چلو۔ بڑا اچھا موسم ہے باہر۔"

جونہی جبرو نے پانڈے کو باہر کی طرف گھسیٹا عورتوں نے شور مچایا' جبرو نے ایک ہوائی فائر داغ دیا' عورتوں کی آواز غائب ہوگئی۔ جبرو پانڈے کو گھسیٹتا ہوا حویلی کے باہر لے آیا۔ جیونی اس کی گھوڑی کے پاس کھڑی تھی' گاؤں میں فائرنگ کی آواز سن کر

لوگ حویلی کے پاس آنے لگے تھے' صورتحال جبرو کے لئے بے حد مشکل ہوسکتی تھی' اسے جو کچھ بھی کرنا تھا عجلت میں کرنا تھا۔ وہ پانڈے کو چھوڑ کر دو قدم کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔ پھر ریوالور کی نالی پانڈے کی طرف اٹھی اور جبرو نے گرج کر کہا۔ "یہ ہے ایک غریب لڑکی کی عزت سے کھیلنے کی سزا لالہ!"

دھائیں دھائیں کی آوازیں گونجیں۔ جبرو کے جرمن ریوالور سے دو گولیاں نکل کر بدکردار ہندو زمیندار کے جسم سے پار ہوگئیں وہ ریت کی بوری کی طرح وہیں ڈھیر ہوگیا اور اس کے جسم سے خون کی دھاریں بہنے لگیں۔

لوگ دہشت زدہ ہوگئے' جبرو نے ان کی طرف رخ کرکے ایک ہوائی فائر کیا۔ لوگ بھاگ اٹھے حویلی میں عورتوں کی چیخیں بلند ہونے لگیں' جبرو نے جیونی کو گھوڑی پر بٹھایا اور اسے لے کر گاؤں کی مسجد کی طرف بھاگا۔ جیونی کی بیوہ ماں ابھی تک مولوی صاحب کے پاس بیٹھی اپنا دکھڑا رو رہی تھی' جبرو نے اس کے پاس جاکر جیونی کو اتار دیا اور بولا۔ "ماں جی! تمہاری بیٹی کو ظالم کے پنجے سے نکال کر لے آیا ہوں' پانڈے اب زندہ نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر جبرو گھوڑی کو دوڑاتے ہوئے واپس گاؤں کی طرف گیا' لوگ حویلی کے باہر پانڈے کی لاش کے گرد جمع تھے جبرو نے گھوڑی دوڑاتے ہوئے ان کے گرد ایک چکر لگایا اور ہوا میں فائر کرتے ہوئے چلایا۔ "میں جنسی ڈکیت کا بھی باپ ہوں' تھانے دار کو بتا دینا کہ میں نے پانڈے اور اس کے نوکر کو قتل کیا ہے' اگر کسی نے جیونی اور اس کی ماں کو تنگ کیا تو میں اس آدمی کو جہاں بھی ہوگا قتل کردوں گا۔"

جبرو نے گھوڑی کا منہ کھیتوں کی طرف کرکے اسے ایڑ لگائی اور ہوائی فائرنگ کرتا گاؤں کی سنسان کچی گلی میں سے باہر نکل آیا' گھوڑی سرپٹ دوڑ رہی تھی جبرو اسے کھیتوں میں اڑائے لئے جارہا تھا' اب سامنے جنگل کے درختوں کی قطار نظر آنے لگی' اسی جنگل میں اسے پناہ لینی تھی' اس نے پیچھے گردن گھما کر دیکھا۔ گاؤں دور رہ گیا تھا' اس کے تعاقب میں گاؤں کا ایک بھی آدمی نہیں آیا تھا۔

جب وہ جنگل کے پیچیدہ اور خفیہ راستے سے ہوتا اپنے اڈے پرانے کھنڈر میں پہنچا تو بھورے نے پریشانی سے پوچھا۔ "دادا! تم کہاں چلے گئے تھے؟ مجھے تو بڑی فکر لگ گئی تھی۔"

جبرو نے گھوڑی سے اترتے ہوئے اطمینان سے بھورے کی طرف دیکھا اور کہا۔ "جنگل میں سیر کرتے راستہ بھول گیا تھا۔"

جبرو نے اپنی تازہ واردات کے بارے میں بھورے اور دوسرے ساتھیوں کو کچھ نہ بتایا۔ انہیں بتانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ دوپہر کو کھانا کھا کر وہ چارپائی پر لیٹ گیا' اسے نیند آرہی تھی۔ بار بار اسے اپنے دوست کمالے کا خیال آرہا تھا کہ جانے وہ کس عالم میں ہوگا۔ زندہ بھی ہوگا یا نہیں' جبرو کا ضمیر اسے کچوکے لگا رہا تھا کہ وہ اپنے جگری دوست سے بے وفائی کرکے اسے اکیلا چھوڑ کر بھاگ آیا ہے' وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ بھورا برتن دھو رہا تھا' جبرو ذرا دیر ٹہلتا رہا لیکن جب سوچوں کی یلغار حد سے بڑھنے لگی تو اس نے گھبرا کر بھورے کو پکارا۔ "بھورے ادھر آکر میری بات سن۔"

وہ بھورے کو خالی کوٹھری میں لے گیا' بھورا چپ تھا اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ جبرو کسی اہم بات کا انکشاف کرنے والا ہے' جبرو نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور اس کا کش لگاتے ہوئے بولا۔ "بھورے! میں تمہیں اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کلکتے میں میرے ایک دوست نے میری خاطر ایک بدمعاش کا خون کیا تھا' میں اس مصیبت میں اکیلا چھوڑ کر اس طرف نکل آیا تھا' میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے' میں اب یہاں نہیں ٹھہر سکتا' اپنے دوست کا حال معلوم کرنے واپس کلکتے جاؤں گا۔"

بھورا جبرو کا منہ تک رہا تھا۔ بولا۔ "جبرو بھائی! تمہارے پکڑے جانے کا بھی تو ڈر ہے۔ پولیس شہر میں آسانی سے تمہیں گرفتار کرلے گی۔"

"مجھے کسی کی پروا نہیں۔" جبرو نے غصے سے کہا۔ "میں اپنے یار کو مصیبت میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ میرا حلیہ کافی بدل چکا ہے' اپنا بھیس بھی بدل لوں گا' تم اس علاقے کے بھیدی ہو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"میں حاضر ہوں جبرو بھائی۔ بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

جبرو نے کہا۔ "میں اس علاقے سے زیادہ واقف نہیں ہوں کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم مجھے آگرہ تک پہنچا آؤ؟ تمہیں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ تم بھی مفرور ہو اور پولیس تمہاری بھی تلاش میں ہے۔"

بھورا مسکرایا۔ "دادا! تم میرے مسلمان بھائی ہو' تمہارے لئے جان بھی دے سکتا ہوں' گھبراؤ نہیں تمہیں ایسے راستے سے آگرہ تک لے جاؤں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔ تم کب چلنا چاہتے ہو؟"

"میں تو ابھی چلنے کو تیار ہوں۔"

"ابھی جانا مناسب نہیں رہے گا ہم اندھیرا ہونے کے بعد یہاں سے چلیں گے۔"

پروگرام طے ہو جانے کے بعد جبرو کے دل پر سے جیسے بوجھ سا ہٹ گیا۔ شام کو اس نے پرانی دھوتی اور پرانا سا کرتا پہنا۔ سر پر صافہ باندھا اور کسی کو بتائے بغیر بھورے کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اس نے ریوالور بھر کر اپنے کرتے کے نیچے چھپا کر رکھ لیا تھا۔

ساری رات وہ جنگل میں چلتے رہے۔ بھورے نے نہر سے ہٹ کر راستہ اختیار کیا تھا۔ یہاں جنگل نہیں بلکہ اونچا نیچا پتھریلا میدان تھا جو ندی نالوں کے درمیان دور تک پھیلا ہوا تھا۔ دو دن وہ سفر میں رہے اور دوسرے دن شام کے وقت وہ آگرہ شہر کے مضافات میں پہنچ گئے۔ وہ آبادیوں سے ہٹ کر آگے بڑھتے گئے۔ اندھیرا چھانے لگا تھا' دور سے شہر کے کارخانوں اور عمارتوں کی روشنیاں جھلملاتی نظر آنے لگی تھیں۔ بھورے نے جبرو کو بتایا کہ یہاں سے ریلوے اسٹیشن اب زیادہ دور نہیں ہے۔

جبرو بولا۔ "بس دوست یہاں تمہارا کام ختم ہوتا ہے' اب میں جانوں اور میرا کام' جو نصیب میں ہوگا مل جائے گا۔ اب تم واپس جاسکتے ہو۔"

دونوں دوست گھوڑیوں سے اتر پڑے' جبرو نے بھورے کو گلے لگا لیا۔ "میں تمہاری دوستی کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ ہوسکتا ہے ہماری پھر اسی جگہ انہی جنگلوں میں

کہیں ملاقات ہو۔"

بھورے کی آنکھوں میں شدت جذبات سے آنسو تیرنے لگے اس نے مسکراتے ہوئے جبرو کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔ "جبرو! تم مجھ سے چھوٹے ہو مگر لگتا ہے ہم اکٹھے پلے بڑھے ہیں' اگر تم کہو تو میں تمہارے ساتھ کلکتے تک جانے کو تیار ہوں۔"

جبرو نے اپنے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں بھورے میاں! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اب واپس جاؤ آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

جبرو ایک بار پھر بھورے سے بغل گیر ہوا اور ہاتھ ملا کر شہر کی روشنیوں کی طرف روانہ ہوگیا' بھورا وہاں کھڑا جبرو کو جاتے دیکھتا رہا۔ جب اس کا ہیولا شام کے اندھیرے میں گم ہوگیا تو وہ بھی گھوڑی پر سوار ہوا اور گھوڑی کی باگیں تھام کر جدھر سے آیا تھا اسی طرف چل دیا۔

جبرو بچتا بچاتا ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ وہاں بڑی چہل پہل تھی' جبرو ایک طرف چائے کے ایک کھوکھے کے پاس پہنچ کر بیٹھ گیا' اس نے تیز نظروں سے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لیا' پھر کھانے کو روٹی اور سالن منگوالیا اور کھانے لگا قریب سے ایک قلی گزرا تو جبرو نے پوچھا۔ "بھائی دہلی کو گاڑی کب جاتی ہے؟" قلی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "ایک گھنٹے بعد آئے گی۔" جبرو خاموش بیٹھا رہا' گاڑی آنے سے کوئی دس پندرہ منٹ پہلے وہ اس جگہ آگیا جہاں لوگ ٹکٹ خرید رہے تھے' اس نے بھی قطار میں لگ کر دہلی تک کا تیسرے درجے کا ایک ٹکٹ خریدا اور گیٹ کی طرف چلا' اس نے صافے کو اس طریقے سے باندھا تھا کہ بالکل دیہاتی آدمی لگتا تھا' بھرا ہوا ریوالور اس کے کرتے کے نیچے اسے محسوس ہو رہا تھا' گیٹ پر ٹکٹ بابو کے پاس ایک سپاہی کھڑا تھا' جبرو نے اسے دیکھا تو محتاط ہوگیا' لیکن سپاہی نے جب اس سے کوئی تعرض نہ کیا تو وہ اطمینان سے چلتا ہوا پلیٹ فارم پر آگیا' سپاہی اب دوسرے مسافروں کی طرف متوجہ ہوگیا تھا جبرو کی جان میں جان آئی' ویسے اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر سنتری نے اسے پہچان لیا اور پکڑنے کی کوشش کی تو وہ اندھا دھند فائرنگ شروع

کردے گا اور سنتری کو بھی شوٹ کرنے سے گریز نہیں کرے گا' پولیس جبرو کی دشمن نمبر ایک تھی اور وہ اس کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہتا تھا۔

پلیٹ فارم پر مسافروں کی کافی بھیڑ تھی۔ دہلی جانے والی گاڑی ابھی نہیں آئی تھی خدا خدا کرکے ٹرین آئی جبرو مسافروں کے ساتھ ہی ایک ڈبے میں گھس گیا' ٹرین پسنجر تھی ہر اسٹیشن پر رک جاتی' جبرو سخت پریشان ہوا لیکن بالآخر رات کے ڈیڑھ بجے وہ دہلی پہنچ ہی گئی۔

موسم سرما کا آغاز ہوچکا تھا اور رات کافی خنک تھی جبرو نے معلوم کیا کلکتے کو گاڑی پوپھٹے جاتی تھی' اب باقی رات گزارنے کا مسئلہ سامنے تھا' پلیٹ فارم پر کسی بنچ پر سونا خطرناک تھا۔ وہ مسافر خانے میں بھی نہیں جانا چاہتا تھا اس نے ایک خالی مال گاڑی کو دیکھا جو دور ایک پلیٹ فارم کی دوسری جانب ریلوے لائن پر کھڑی تھی' یہ جگہ سونے کے لئے موزوں تھی' جبرو ادھر ادھر سے گھوم گھام کر مال گاڑی کے ایک خالی ڈبے میں آکر گھس گیا اور اس کی آہنی دیوار سے لگ کر بیٹھ گیا۔

جب اندازے سے ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا تو جبرو ڈبے سے نکل آیا' وہ ریلوے لائنوں میں سے گزر رہا تھا اسے پلیٹ فارم پر مسافروں کا رش دکھائی دیا' قلی مسافروں کا سامان سروں پر اٹھائے چلے آرہے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ گاڑی آنے ہی والی تھی۔ جبرو پلیٹ فارم پر چڑھ آیا۔ پلیٹ فارم کی چھت کے قریب لوہے کے گاڈروں میں ایک کلاک لگا تھا جو رات کے ساڑھے تین بجا رہا تھا' جبرو نے ٹکٹ لیا اور پلیٹ فارم نمبر سات پر آگیا۔ گاڑی وہیں سے تیار ہوتی تھی' ٹھیک وقت پر ٹرین پلیٹ فارم پر آکر لگ گئی' کچھ مسافر پہلے ہی سے گاڑی میں بیٹھے تھے۔ جبرو بھی ایک ڈبے میں داخل ہوگیا' وہ سیدھا ایک برتھ پر چڑھ کر لیٹ گیا' ڈبے کی برتھ نے جیسے اسے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا' ساری رات کا جاگا اور تھکا ہوا تھا لیٹتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔

اسے کوئی پتہ نہ چلا کہ ٹرین کب روانہ ہوئی اور کہاں کہاں ٹھہرتی ہوئی شام کو

مغل سرائے پہنچی' جبرو دیکھ بھال کر گاڑی سے اترا اور جلدی جلدی تھوڑا بہت کھایا اور پھر برتھ پر آکر لیٹ گیا۔ ساری رات ٹرین چلتی رہی اور اگلے روز صبح کے وقت ٹرین کلکتے پہنچ گئی۔

جبرو کو یوں لگا جیسے وہ سانپوں کی غار میں داخل ہو رہا ہے' یہاں قدم قدم پر اس کے لئے جال بچھے تھے' اسے ایک ایک قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا تھا' ٹرین سے اتر کر وہ ریلوے مال گودام کی طرف چل پڑا' اس کی منزل جوبندی کا کوارٹر تھا' صرف یہی ایک جگہ ایسی تھی' جہاں اسے پناہ مل سکتی تھی اور کمالے کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوسکتی تھیں۔

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ بند دروازے پر دستک دی دو تین بار دستک دینے پر بھی اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو جبرو گھبرایا کہ شاید جوبندی اب یہاں نہیں رہتی اور دوسرے کوارٹر سے کوئی باہر نہ نکل آئے' وہ واپس مڑنے ہی والا تھا کہ کسی نے اندر سے آواز دی۔ "کون ہے اوئے؟"

جبرو نے آواز پہچان لی تھی۔ وہ جوبندی کے سابق خاوند اور تاڑی کے جنگل والے ہرنام سنگھ عرف ہرنامے کی آواز تھی پہلا خیال جبرو کو دل میں یہ آیا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے کیونکہ ہرنام سنگھ اس کی مخبری کرسکتا تھا' پھر اس نے سوچا کہ میرے پاس بھرا ہوا ریوالور ہے مجھے تو صرف ہرنام سنگھ سے کمالے کے بارے میں معلومات لینی ہیں اس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا' ہرنام سنگھ نے اگر کوئی ایسی حرکت کی تو اسے یہیں ختم کردوں گا' یہی سوچ کر اس نے کہا۔ "میں ہوں بھاپا"۔

"اوئے میں کون اوئے؟" اندر سے ہرنامے کی تیز غصیلی آواز آئی' جبرو خاموش رہا' وہ اونچی آواز میں اپنا نام نہیں بتاسکتا تھا۔ اس نے ایک بار پھر آہستہ سے بند دروازے پر ہاتھ مارا' ہرنام سنگھ گالیاں بکتا دروازے کی طرف بڑھا' پھر اس نے دروازہ کھول دیا' "کون ہے اوئے توں سویرے سویرے——" اپنے سامنے جبرو کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اسے پہچانتے ہی وہ اس سے لپٹ گیا اور ایسے ہی اسے اندر لے

گیا۔ "توں کہاں جبرو بھائی۔ آجا۔ اندر آجا۔

ہرنام سنگھ نے کوارٹر کا دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی' اور کوٹھری کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "اوئے اندر آجا یارا۔ یہاں کوئی دیکھ لے گا۔"

جبرو نے کوٹھری میں آکر پوچھا۔ "جوبنڈی کہاں ہے؟"

ہرنام سنگھ نے اسے موٹی سی گالی دیتے ہوئے کہا۔ "اپنے پیو کے پاس چلی گئی ہے۔ اس کو گولی مار۔ تو بتا کہاں سے آیا ہے؟ ارے یہاں تو پولیس نے تمہاری کھوج میں لوگوں کے دروازے توڑ ڈالے۔ تم میرے ڈیرے پر خون کر کے بھاگے تو پولیس میرے پاس آئی۔ واہگو رو کی سوں' پولیس نے مجھے بڑا پیٹا پر میں نے انہیں نہیں بتایا کہ تو کہاں ہے۔" ہرنام سنگھ نے سکھوں والی بات کی تھی۔

جبرو بولا۔ "تمہیں تو معلوم بھی نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔"

"اوئے یارا' پتا بھی ہوتا تو گورو کی سوں پولیس کو کبھی نہ بتاتا ہم یاروں کے یار ہیں جبرو اپنے کالے پہلوان ہی کو دیکھ لو' کمالے نے زکریا اسٹریٹ کے ہندو فوٹو گرافر کو قتل کیا تو کالے نے اس کے لئے وکیل تک نہیں کیا اوئے اندر سے وہ بھی پولیس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔"

جبرو نے پوچھا۔ "کمالا کہاں ہے؟" وہ ڈر رہا تھا کہ ہرنام سنگھ کہیں اسے کوئی دردناک خبر نہ سنا دے۔

"سیشن میں کیس چل رہا ہے ایک دو پیشیوں میں فیصلہ ہوجائے گا' سارے بازار کی عینی شہادتیں ہیں' اس کا بچنا مجھے مشکل لگتا ہے جبرو' اسے پھانسی ہو جائے گی۔"

جبرو کے حلق میں جیسے کوئی کانٹا سا اٹک کر رہ گیا۔ وہ اپنے محسن کو پھانسی کے تختے پر لٹکتے نہیں دیکھ سکتا تھا ہرنام سنگھ کہہ رہا تھا۔ "اس نے بھی تو بڑی بے وقوفی کی' دن دہاڑے سب کے سامنے بندے کو مار ڈالا' بازار کے سبھی آدمیوں نے کہا کہ ہمارے سامنے کمالے نے قتل کیا ہے۔ اب وہ کہاں بچ سکتا ہے' پھر کمالے کا نہ کوئی آگے ہے نہ پیچھے' ایک تم اس کے دوست تھے' تم خود پولیس سے بھاگتے پھر رہے تھے'

باقی کالا پہلوان رہ گیا تھا اسے اس وقت کمالے کی بانہہ پکڑنی چاہئے تھی مگر اس نے بھی کمالے کا ساتھ نہ دیا۔ اچھا تم بیٹھو میں تمہارے لئے چائے بناتا ہوں۔"

جبرو نے ہرنام سنگھ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "نہیں ہرنامے چائے کی طلب نہیں ہے"۔

"اوئے مجھے تو ہے' تم آرام سے بیٹھو' یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ تم کالے پہلوان پر نہیں لیکن مجھ پر بھروسا کرسکتے ہو۔"

ہرنام سنگھ صحن میں چلاگیا' جبرو سوچنے لگا کہ کالے پہلوان کو کمالے کا ساتھ دینا چاہئے تھا' وہ کوشش کرتا تو بازار کی عینی گواہیوں کو توڑ سکتا تھا' کمالے نے کالے پہلوان کے لئے بہت کچھ کیا تھا' جو کچھ ہرنام سنگھ نے بتایا تھا اس کے بموجب کمالا پھانسی کے پھندے کی طرف جارہا تھا۔ جبرو یہ سوچ کر پریشان ہوگیا۔ کالا پہلوان یہاں اثرو رسوخ رکھتا ہے اگر اب بھی وہ چاہے تو گواہوں کو توڑ کر کیس کسی دوسری عدالت میں شروع کرانے کی درخواست دائر کرسکتا ہے۔

ہرنام سنگھ نہ صرف کیتلی میں چائے بنا کر لے آیا' بلکہ پوری کی پوری ڈبل روٹی بھی اٹھا لایا تھا جبرو ناشتا کرنے لگا' ناشتے سے فارغ ہو کر ہرنام نے پوچھا۔ "تم کہاں رہے' اب کدھر سے آرہے ہو اور آگے کیا ارادہ ہے؟ بھاپے میں تو کہتا ہوں کہ چپکے سے کوشش کر کے آزاد علاقے کی طرف نکل جاؤ"۔ پھر چٹکی بجا کر بولا۔ "ارے ہاں یاد آیا میرا ایک کابلی پٹھان یار ہے اس سے بات کرتا ہوں۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ بھیس بدلوا کر کابل لے جائے گا۔ جبرو! یہ پولیس تمہیں نہیں چھوڑے گی' دنیا بڑی بری ہے' کوئی نہ کوئی تمہاری مخبری کر دے گا' کب تک بھاگتے رہو گے' میری مانو ہندوستان کو ہی چھوڑ دو' کابل چلے جاؤ' وہاں تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا میں آج ہی اپنے کابلی یار سے بات کرتا ہوں فکر نہ کرو میں تمہارا نام نہیں لوں گا ویسے ہی کہوں گا کہ میرا ایک بھائی کابل جانا چاہتا ہے' اوئے یار میں بات کر لوں گا' تم بتاؤ کیا تم راضی ہو؟"

جبرو اس وقت صرف کمالے کے بارے میں سوچ رہا تھا' ویسے اس نے ہرنام

سنگھ کی تجویز بھی سن لی تھی جو اسے پسند بھی آئی تھی۔ وہ ہرنام سنگھ کی دوستی پر اعتبار کر سکتا تھا مگر اس کی عقل پر اعتبار نہیں تھا' جانے اس کا کابلی دوست کس قسم کا آدمی تھا' اس زمانے میں پولیس کی مخبر بھی کابلی پٹھانوں کا بھیس بدل کر شہروں میں پھرا کرتے تھے' اس نے کہا۔ "ہرنامے یار میں سب سے پہلے کالے پہلوان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ہرنام سنگھ نے مونچھوں کو مروڑتے ہوئے کہا۔ "کیوں؟ اس سے کیوں ملنا چاہتا ہوں۔"

جبرو نے بتایا کہ وہ کالے پہلوان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہے کہ وہ اپنے ڈیرے کے سب سے اہم آدمی کا ساتھ دے اور اسے پھانسی سے بچانے کی کوشش کرے' یہ اس کا فرض بھی بنتا ہے' ہرنام سنگھ نے سرہلا کر کہا۔ "واہگو رو کا نام لے جبرو' کالے پہلوان کے پاس مت جانا اس نے کمالے کو پھنسایا ہے تمہیں بھی پھنسا دے گا۔"

مگر جبرو کالے کے پاس جاکر اسے کمالے کی مدد پر آمادہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا' شاید وہ اسے اپنا اخلاقی فرض خیال کرتا تھا اس نے ہرنام سنگھ سے کہا۔ "تو فکر نہ کر ہرنامے۔ کالا پہلوان ایسا آدمی نہیں ہے کہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھائے' مجھے اس پر بھروسا ہے ٹھیک ہے کسی وجہ سے اس نے کمالے کی مدد نہیں کی۔ اس میں کالے پہلوان کی مجبوری بھی ہو سکتی ہے۔ وہ پولیس کے ساتھ بگاڑ کر نہیں رکھ سکتا۔"

ہرنام سنگھ بولا۔ "تو اب وہ کیوں بگاڑنے لگا پولیس کے ساتھ اب تو کمالے کے کیس کا فیصلہ ہونے والا ہے۔"

جبرو نے کہا۔ "میں کالے پہلوان سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ چاہے تو ہائی کورٹ میں کیس دوبارہ کھلوا سکتا ہے۔ کم از کم فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں کسی اعلیٰ وکیل سے مل کر اپیل ہی دائر کروائی جا سکتی ہے۔"

ہرنام سنگھ اپنی داڑھی میں انگلیاں پھیر رہا تھا کاندھے سیکڑ کر بولا۔ "میں تمہیں

مشورہ نہیں دوں گا جبرو۔ آگے تمہاری جو مرضی"۔

جبرو نے ہرنام سنگھ کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم میری مدد کرو' آج رات مجھے کسی طریقے سے کالے پہلوان کے ڈیرے پر پہنچا دو۔ آگے میں سنبھال لوں گا۔"

ہرنام سنگھ نے گہری سانس لی۔ "جبرو ایک بار پھر سوچ لو۔ تم بڑا خطرناک قدم اٹھانے والے ہو۔"

جبرو نے قمیض ذرا سی اٹھا کر ہرنام سنگھ کو ریوالور کی ایک جھلک دکھائی اور بولا۔ "ہتھیار میرے پاس ہے' اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو کالا پہلوان بھی مجھ سے نہ بچ سکے گا۔"

ہرنام سنگھ چپ ہو گیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ نہیں چاہتا کہ جبرو کالے پہلوان کے ڈیرے پر جائے لیکن وہ جبرو کے بے حد اصرار پر مجبور ہو گیا۔ اس نے حامی بھرلی۔ "ٹھیک ہے' پہلے میں جاکر پتا کرتا ہوں کہ کالا کلکتے میں ہی ہے' اس کے بعد رات کو تمہیں وہاں تک لے جانے کا کوئی طریقہ سوچوں گا۔"

ہرنام سنگھ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جبرو کے دل میں طرح طرح کے وسوسے اٹھنے لگے' کہیں یہ پولیس کو جاکر مخبری تو نہیں کر دے گا؟ مگر نہیں ہرنام سنگھ ایسا آدمی نہیں تھا وہ ایک بااعتماد اور باکردار آدمی تھا' انعام کی رقم یا پولیس کا لالچ اس کے پاؤں نہیں ڈگمگا سکتا۔ پھر بھی انسان کا کچھ پتا نہیں کب اس کا ذہن بدل جائے' یہی سوچتے سوچتے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا پھر باہر سے کسی کے تالا کھولنے کی آواز آئی' جبرو ہوشیار ہو گیا' یہ ہرنام سنگھ ہی تھا' وہ اکیلا تھا' دروازے کو بند کر کے وہ کوٹھری کی طرف بڑھا' جبرو اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کالا پہلوان کلکتے میں ہی ہے میں اس سے ملا نہیں اس کے ڈیرے کے ایک آدمی سے معلوم کیا ہے' اب بولو تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

جبرو کی نگاہیں ہرنام سنگھ کے چہرے پر گڑی تھیں۔ اس کا چہرہ ویسے ہی صاف اور

سپاٹ تھا جیسا کہ جانتے سے تھا۔ اگر وہ پولیس کو مخبری کر کے آیا ہوتا تو اس کے چہرے کے تاثرات کو جبرو بڑی آسانی سے پڑھ سکتا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ آج رات کالے پہلوان سے ملاقات کروں میرا حلیہ ایسا ہے کہ یہاں مجھے کوئی نہیں پہچانے گا۔"

ہرنام سنگھ بولا۔ "یہ نہ کہو جبرو۔ "پولیس کی نگاہیں بڑی تیز ہوتی ہیں' میں چاہتا ہوں کہ تم برقعہ اوڑھ کر جاؤ۔"

جبرو نے کہا۔ "یہ بات خطرناک ہوگی ہرنامے میری چال لوگوں کو شک میں ڈال دیگی۔ میں سر پر چادر لپیٹ لوں گا یہی کافی ہوگا۔"

ہرنام سنگھ نے اپنی پگڑی کو ٹھیک سے جماتے ہوئے کہا۔ "جیسے تمہاری مرضی بھاپے۔ واہگورو تجھے اپنے شرن میں رکھے گا۔"

ہرنام سنگھ کی محبت اور خلوص نے جبرو کو بہت متاثر کیا اس نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ یار ہے' یار مار نہیں ہے سارا دن جبرو نے ہرنام سنگھ کے کوارٹر کی کوٹھری میں ہی گزار دیا' شام کو دونوں نے مل کر چاول مچھلی کھائی' جب رات کافی گہری ہوگئی تو جبرو نے ہرنام سنگھ سے کہا۔

"میرا خیال ہے اب مجھے کالے پہلوان کی طرف چلنا چاہئے۔"

ہرنام سنگھ نے کلائی پر بندھی گھڑی کو روشنی میں لے جا کر دیکھا اور بولا۔" بھاپے ابھی تو رات کے گیارہ ہی بجے ہیں' میں چاہتا ہوں کہ تم بارہ بجے کے بعد جاؤ میں رکشہ یا ٹیکسی گلی میں لے آؤں گا ٹیکسی لیکر کالے کے اڈے پر ہی سیدھے جانا راستے میں کہیں نہ اترنا رات کو پولیس کی گارڈ راؤنڈ پر ہوتی ہے۔"

جبرو خاموش رہا' جب رات آدھی گزر گئی تو ہرنام سنگھ پگڑی باندھتے ہوئے اٹھا اور بولا۔ "میں تمہارے لئے کوئی رکشہ ٹیکسی دیکھ کر لاتا ہوں۔ تم کوٹھری سے باہر نہ نکلنا۔"

جبرو چپ چاپ بیٹھا رہا۔ ہرنام سنگھ چلا گیا' باہر سے وہ تالا لگا گیا تھا' پندرہ منٹ

بعد گلی میں ٹیکسی کی آواز آئی۔ جبرو اٹھ کر دروازے کے پاس آگیا صحن میں روشنی ہو رہی تھی' ہرنام سنگھ تالا کھول کر اس کے پاس آگیا۔ "ٹیکسی لے آیا ہوں جبرو ٹیکسی والا بوڑھا بہاری ہے' اس سے کوئی بات نہ کرنا میں نے اسے بتا دیا ہے' کہ مون لائٹ سینما جانا ہے جاؤ' واہگورو تمہاری رکھشا کرے۔"

جبرو نے چادر سر کے گرد لپیٹی اور تیز تیز قدم اٹھاتا گلی میں کھڑی ٹیکسی میں بیٹھ گیا' ڈرائیور بوڑھا آدمی تھا جس کی چھوٹی سی سفید داڑھی تھی' اس نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔ ٹیکسی مال گودام کے کوارٹروں کے علاقے سے نکل کر شہر کو جانے والی کشادہ سڑک پر آگئی' کوئی خاص ٹریفک نہیں تھی' دریائے ہگلی پر بنے ہوئے کشتیوں کے پل پر سے گزر کر ٹیکسی مون لائٹ سینما کے علاقے کی طرف بڑھ گئی۔

کالے کی بیٹھک اڈے کی عقبی گلی میں تھی۔ جبرو نے اس گلی کے نکڑ پر ٹیکسی رکوائی۔ باہر نکل کر ڈرائیور سے کہا۔ "تھوڑا ٹھہرو ادھر میں ابھی واپس آتا ہوں"۔ ڈرائیور نے تھوڑی سی پس و پیش کے بعد حامی بھری تو جبرو گلی میں داخل ہوگیا کالے پہلوان کی بیٹھک میں اندھیرا تھا' جبرو نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا' دو تین بار دستک دینے کے بعد اندر سے کالے پہلوان کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کون ہے اوئے اس وقت؟"

جبرو نے دروازے کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔ "میں جبرو ہوں پہلوان جی۔"

کوئی دو سیکنڈ بعد دروازہ کھل گیا۔ "اندر آجاؤ جبرو' تم کیسے آگئے؟ تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔" پہلوان ایک ہی سانس میں کہہ گیا اس نے لیمپ کی لو اونچی کردی' جبرو چارپائی پر بیٹھ گیا اور سر سے چادر اتار کر گود میں رکھ لی' کالے پہلوان نے حیرت سے جبرو کو دیکھا۔

"تم نے داڑھی رکھ لی' اچھا کیا کہاں سے آرہے ہو؟ کہاں مفرور ہو؟ پولیس نے تمہیں بہت تنگ کیا مگر میں نے کہا کہ یہاں تو جبرو آیا ہی نہیں۔ اتنی رات گئے کہاں سے آرہے ہو؟"

جبرو نے کہا۔ "پہلوان جی! میں آپ سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"
کالے پہلوان نے سرہانے کے نیچے سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔ ایک سگریٹ جبرو کو دیا اور دوسرا خود سلگاتے ہوئے کہا۔ "جبرو تم میرے اڈے کے آدمی ضرور تھے لیکن میں مجبور ہوں اگر تم میرے پاس اس لئے آئے ہو کہ میں تمہیں کسی جگہ چھپا دوں گا"۔

جبرو نے کالے پہلوان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ایسی بات نہیں ہے پہلوان جی میں جہاں بھی ہوں ٹھیک ہوں۔ میرا اللہ مالک ہے۔ میں آپ سے صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ کمالے نے میری خاطر خون کیا تھا' میں سامنے آکر اس کی مدد نہیں کرسکتا لیکن آپ سے منت کرتا ہوں کہ آپ کمالے کے کیس کی پیروی کریں' جتنا پیسہ لگے گا میں دوں گا۔"

کالے پہلوان نے غور سے جبرو کی طرف دیکھا۔ "مگر اب کیا ہو سکتا ہے جبرو پترا اگلی پیشی میں کمالے کو سزا ہو جائے گی۔ ساری گواہیاں اس کے خلاف گئی ہیں' میرا خیال ہے وہ پھاہے لگ جائے گا۔"

جبرو نے جلدی سے کہا۔ "میں موت کی سزا کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کرنا چاہتا ہوں' آپ کوئی اچھا سا وکیل دیکھ رکھیں' میں سارا خرچہ اٹھاؤں گا' روپے پیسے کی آپ فکر نہ کریں بس کسی طرح کمالے کو پھانسی کے تختے سے بچانے میں میری مدد کریں۔"

کالا پہلوان کئی بار اس دوران ان سیڑھیوں کی طرف دیکھ چکا تھا جو اوپر چوبارے کو جاتی تھیں' کہنے لگا۔ "ٹھیک ہے میں وعدہ تو نہیں کرتا لیکن اگر کمالے کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو ہائیکورٹ میں اپیل کروں گا' مگر تم کہاں چھپے ہوئے ہو؟"

جبرو کے منہ سے نکل گیا۔ ہرنامے کے کوارٹر میں ہوں کل وہاں سے چلا جاؤں گا مگر میں آپ سے ملنے دوبارہ آؤں گا' اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

جبرو نے سلام کیا اور بیٹھک سے نکل کر گلی میں آگیا' اس نے سوچا تھا کہ وہ

کل ہی بھورے کے اڈے کی طرف روانہ ہو جائے گا اور علاقے میں کسی دولت مند زمیندار کے ہاں ڈاکہ ڈال کر کافی ساری رقم حاصل کرکے کالے پہلوان کو پہنچا دے گا تاکہ وہ کمالے کے کیس کی پیروی کرسکے یہی سوچتا ہوا وہ ٹیکسی میں آکر بیٹھ گیا' اور ٹیکسی واپس روانہ ہوگئی۔

کوارٹر میں ہرنام سنگھ جبرو کا انتظار کر رہا تھا وہ اسے اپنے ساتھ کوٹھری میں لے گیا' "تمہیں راستے میں کسی سپاہی نے چیک تو نہیں کیا؟"

"نہیں۔" جبرو نے کہا اور چارپائی پر بیٹھ گیا۔ "میں نے کالے پہلوان سے وعدہ لیا ہے کہ اگر کمالے کو سزا ہوگئی تو وہ ہائیکورٹ میں اپیل کرے گا' جتنا پیسہ لگے گا میں لگاؤں گا۔"

ہرنام سنگھ اپنی چارپائی پر لیٹتے ہوئے بولا۔ "تو روپیہ پیسہ کہاں سے لائے گا جبرو؟"

"کمالا میرا یار ہے' اس نے میری وجہ سے خون کیا تھا' چاہے مجھے کہیں ڈاکہ ڈالنا پڑے' میں اس کی خاطر سب کچھ کروں گا۔"

ہرنام سنگھ اپنی داڑھی کو کھجاتے ہوئے بولا۔ "مجھے کالے پہلوان پر زیادہ بھروسا نہیں ہے اسے اس بک بک میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔ اگر وہ راضی ہوگیا ہے تو تم دیکھ لینا وہ تیرا مال کھا جائے گا اور کسی ٹٹ پونجئے وکیل سے ہائیکورٹ میں اپیل دائر کرا دے گا۔"

جبرو سانس بھر کر کہنے لگا۔ "میں کیا کرسکتا ہوں مجھے کالے پہلوان پر اعتبار کرنا ہی پڑے گا۔"

ہرنام سنگھ نے بتی بجھا دی "میرا خیال ہے اب سو جائیں۔"

کمرے میں اندھیرا ہوگیا' جبرو بھی لیٹ گیا لیکن اسے نیند نہیں آرہی تھی اس نے ہرنام سنگھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کالا پہلوان ایسا نہیں ہے اس کے لئے میں نے اور کمالے نے بڑے بڑے خطرناک کام کئے ہیں' اس وقت اسے ہمارے کام آنا چاہئے"۔

ہرنام سنگھ بولا۔ "بھاپے تو ان لوگوں کو شاید اتنا نہیں جانتا یہ لوگ اپنی غرض کے
بندے ہوتے ہیں۔"

باتیں کرتے کرتے کافی وقت گزر گیا تھا ہرنام سنگھ نیند بھری آواز میں بولا۔
"بھاپے میں سو رہا ہوں اب۔"

جبرو نے بھی آنکھیں بند کرلیں باہر رات خاموش تھی' ریلوے اسٹیشن کے یارڈ
کی طرف سے کسی وقت انجن کے شنٹ کرنے کی آواز آجاتی تھی' اچانک جبرو چار
پائی پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "ہرنامے"۔

اس نے ہرنام سنگھ کو آہستہ سے آواز دی۔

ہرنام سنگھ نیند بھری آواز میں بولا۔ "کیا ہے یار؟"

جبرو نے کہا۔ "مجھے کچھ خطرہ لگ رہا ہے۔"

ہرنام سنگھ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا کوٹھری میں اندھیرا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا
مطلب ہے تمہارا؟"

جبرو نے سرگوشی میں کہا۔ "گلی میں مجھے کئی آدمیوں کے قدموں کی آواز سنائی دی
ہے۔"

ہرنام سنگھ فوراً بولا۔ "تم نے کالے پہلوان کو یہ تو نہیں بتایا تھا کہ تم میرے
کوارٹر میں چھپے ہوئے ہو؟"

جبرو نے کہا۔ "میں نے بتا دیا تھا۔"

ہرنام سنگھ چارپائی سے اچھل کر نیچے اتر آیا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ "جبرو اب
بولنا بالکل نہیں۔" ابھی وہ دروازہ کھول ہی رہا تھا کہ گلی میں ایک آدمی کی آواز گونجی۔
"جبرو تم پولیس کے گھیرے میں ہو' اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو بھاگنے کی
کوشش کی تو ہماری گولیوں کا نشانہ بن جاؤ گے۔ میں چھ تک گنوں گا۔"

○☆○

جبرو نے بجلی کی پھرتی سے ریوالور نکال لیا۔ ہرنام سنگھ سر پکڑ کر وہیں زمین بیٹھ
یا "جبرو۔ کالے پہلوان نے مخبری کر دی ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

تھانیدار نے بڑی جلدی چھ تک گنتی مکمل کر دی اور اس کے ساتھ ہی باہر
لیوں کے دھماکے گونجنے لگے۔ تھانے دار اپنے ساتھ پولیس کی بھاری نفری لے کر
یا تھا۔ کالے پہلوان نے پولیس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جبرو کی مخبری کر
ی تھی۔ چاروں طرف تڑاتڑ فائرنگ ہو رہی تھی۔ پھر دھڑام دھڑام کوارٹر کی چھت پر
ے سپاہی نیچے اتر آئے۔ صحن کا دروازہ کھول دیا گیا باہر سے بھی پولیس کے سپاہی
ں فائر کرتے اندر گھس آئے۔ جبرو نے کوٹھری کا دروازہ اندر ذرا سا کھول کر
الور کے یکے بعد دیگرے چار فائر جھونک دیئے اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہیں
ا تھا۔ دروازے پر گولیوں کی بوچھاڑ پڑی۔ تھانے دار نے ایک بار پھر بلند آواز میں
ا

"پولیس مقابلہ بیکار ہے جبرو ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ۔ ہرنام سنگھ تم بھی باہر
جاؤ۔"

ہرنام سنگھ ہاتھ کھڑے کرکے کوٹھری سے باہر آگیا۔ اس کے ساتھ ہی چھ سات
ہی کوٹھری میں گھس آئے اور انہوں نے جبرو کو قابو میں کر لیا۔ ہریانے کے رہنے
لے اونچے سے تھانیدار نے فوراً ہی جبرو کو ہتھکڑی لگا دی۔ اور ریوالور اپنے قبضے
لے لیا' جبرو بے بس ہو چکا تھا۔ اب وہ کچھ نہیں کرسکتا تھا پولیس نے ہرنام سنگھ کو
تار کر لیا۔ گلی کے باہر پولیس کی ویگن کھڑی تھی۔ بھرا ہوا پستول تھانے دار

کے ہاتھ میں ہی رہا تھا' اگرچہ جبرو کو ہتھکڑی لگا دی گئی تھی مگر تھانے دار جبرو جیسے خطرناک
اور دلیر بدمعاش کے بارے میں کوئی خطرہ نہیں مول لے سکتا تھا۔ جبرو ویگن میں مسلح
سپاہیوں کے درمیان ہرنام سنگھ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا وہ گہری سوچ
میں تھا' کالے پہلوان نے اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی' اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے
تھا۔ گاڑی شہر کی سنسان سڑکوں پر دوڑتی ہوئی پولیس اسٹیشن کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اگلے دن سے اس پر اذیت اور تشدد کا باب کھل گیا۔ پولیس نے کلکتے کی
عدالت میں چالان پیش کرکے پندرہ دن کا ریمانڈ حاصل کرلیا۔ بنگال پولیس جبرو پر کچھ
اور قتل بھی ڈالنا چاہتی تھی جو اس نے نہیں کئے تھے۔ جبرو نے دیانت داری سے
اپنے جرائم کا اعتراف کر لیا۔ مگر پولیس اس سے ناکردہ جرائم کا اعتراف بھی کرانا
چاہتی تھی' جبرو کو بے پناہ اذیت دی گئی لیکن اس نے ان ناکردہ گناہوں کا اعتراف نہ
کیا۔

پولیس نے مزید ریمانڈ لے لیا' لیکن کیس کی نوعیت پیچیدہ تھی' پنجاب پولیس کو
جبرو قتل کی مختلف وارداتوں میں مطلوب تھا' دوسری طرف پولیس اس پر الگ مقدمہ
چلانا چاہتی تھی' مگر چونکہ جبرو کی گرفتاری کلکتے میں اس تازہ واردات کے ضمن میں
عمل میں آئی تھی اس لئے کیس کلکتے کی عدالت میں ہی پیش ہوا پنجاب پولیس نے
بھی اپنا چالان وہاں روانہ کر دیا۔

جبرو کا ساتھی ہرنام سنگھ جس کے کوارٹر پر سے کالے پہلوان کی مخبری کے بعد جبرو
گرفتار ہوا تھا بری کر دیا گیا' جبرو پر مقدمہ شروع ہوگیا' وہ کلکتے کی جوڈیشل جیل میں
بند تھا۔ اسے اس بات کا بڑا رنج تھا کہ کالے پہلوان نے مخبری کرکے اسے پھنسایا ہے
کالے پہلوان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ وہ اس کی دف کا آدمی تھا' اور اس نے کالے
پہلوان سے ہمیشہ وفاداری کا ثبوت دیا تھا' وہ اگر جبرو کو پناہ نہیں دے سکتا تھا تو اسے
مخبری کرکے اسے گرفتار بھی نہیں کروانا چاہئے تھا۔ جبرو کے خون میں بار بار ابال سا
اٹھتا۔ مگر وہ جیل کی چار دیواری میں بے بس تھا اس کے برعکس ہرنام سنگھ نے کمالا

کر دکھایا تھا' اس سے جبرو کی زیادہ دیر کی ملاقات نہیں تھی مگر اس سنگھ نے مرد بن کر
دکھایا اور اپنی استطاعت کے مطابق جبرو کے لئے ایک وکیل کرلیا تھا' ہرنام سنگھ خود بھی
ہفتے میں دو تین بار اس سے ملاقات کے لئے آتا تھا' وہ اس کوشش میں لگا تھا کہ کسی
طرح جبرو کی ضمانت ہو جائے مگر یہ ضمانت کا کیس نہیں تھا۔

اس دوران ہرنام سنگھ نے جبرو کو یہ بھی بتایا کہ کمالے کا فیصلہ اگلی پیشی پر پڑ گیا
ہے' جبرو کو کمالے کے بارے میں بھی بڑی پریشانی تھی' پھانسی کے پھندے دونوں
دوستوں کے قریب آ رہے تھے جبرو کو اپنی موت کا اتنا غم نہیں جتنا افسوس اور قلق
اس بات کا تھا کہ کمالا اس کی عزت کی خاطر موت کے پھندے کو گلے میں ڈال رہا
ہے۔ ایک روز ہرنام سنگھ ملاقات کے لئے آیا تو جبرو نے اپنی آنکھیں سکیڑتے ہوئے
کہا۔ "ہرنام سنگھ تو مرد کا بچہ ہے' مگر کالے پہلوان نے کمینہ پن کیا ہے' میں اگر باہر
آگیا تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" پھر ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔ "کمالے سے ملاقات
کرنے جاؤ تو اسے کہنا کہ مجھے معاف کردے۔"

ہرنام سنگھ کہنے لگا۔ "جبرو تو واگورو پر بھروسا رکھ جنگل والے قتل میں کوئی عینی
گواہ نہیں ہے' میرا وکیل تجھے بچالے گا' اور تو کالے پہلوان کا خیال دل سے نکال
دے' وہ اپنے کرم کا پھل خود ہی بھگتے گا۔"

عدالت میں دوسری پیشی پر ہی جبرو کو یقین ہوگیا کہ اسے پھانسی کی سزا ہو جائے
گی۔ جنگل والے قتل کے کیس میں اگرچہ ہرنام سنگھ نے دو گواہوں کو منحرف کر لیا تھا
مگر اینٹوں کے بھٹے والے بدمعاش نے عدالت میں جبرو کو پہچان لیا اور اس کے خلاف
بیان دے کر گواہی دی کہ اس نے میرے سامنے میرے تین ساتھیوں کو قتل کیا تھا۔

اب جبرو کو ایک مسلسل بے چینی سی لگ گئی۔ وہ کسی حالت میں بھی پھانسی کی
رسی پر لٹک مرنے کو تیار نہیں تھا' چنانچہ اس نے جیل سے فرار ہونے کا فیصلہ کرلیا' لیکن
جبرو جیسے لاتعداد سنگین وارداتوں کے مجرم کا جیل سے فرار ہونا کوئی آسان کام نہیں تھا۔
اس کے باوجود دل میں طے کر لیا تھا کہ وہ فرار کی کوشش کرتے ہوئے پولیس کی

گولیوں سے ہلاک ہونا پسند کرے گا لیکن اپنے ہاتھ پیر بندھوا کر بے بسی کے عالم میں پھانسی کا پھندا گردن میں نہیں ڈلوائے گا۔

جبرو نے اس کوٹھری کا ایک نئی نظر سے جائزہ لینا شروع کردیا جس میں وہ قید تھا' یہ کال کوٹھری یعنی پھانسی کی کوٹھری نہیں بلکہ ایک عام جوڈیشل جیل تھی' جس میں جبرو کو اس کے کیس کی نوعیت کے پیش نظر دوسرے قیدیوں سے الگ کرکے ایک کوٹھری میں بند کیا گیا تھا۔ کوٹھری میں کوئی روشن دان نہیں تھا' سامنے کے رخ پر ایک سلاخوں والا دروازہ تھا' جس کے باہر کی جانب تالا لگا رہتا تھا اور برآمدے میں ایک مسلح سپاہی ہر وقت پہرے پر موجود ہوتا تھا' رات کو برآمدے کا جنگلا بھی بند کرکے وہاں پر پہرہ لگا دیا جاتا تھا' اور پہرے دار جنگلے کے باہر پہرے پر کھڑا ہوجاتا تھا' اس نے کوٹھری کی دیواروں کا بھی جائزہ لیا' دیواریں سیمنٹ اور اینٹوں کی مدد سے بنائی گئی تھیں اور کہیں کہیں سے ان کا سیمنٹ پھول کر جھڑنے لگا تھا۔ جبرو کے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اس دیوار میں کسی طریقے سے سیندھ لگائے۔ اس کام کے لئے کم از کم ایک چاقو کی ضرورت تھی' لیکن جبرو کے پاس تو سوئی تک نہیں تھی' حوالات کی دیوار کے پار کوئی ریلوے لائن تھی' جہاں دن میں اکثر گاڑیاں گزرتی رہتی تھیں' ان کی آواز جبرو کو کوٹھری میں صاف سنائی دیتی تھی۔

سب سے پہلا مرحلہ کوئی ایسا چھوٹا سا لوہے کا اوزار حاصل کرنا تھا' جس کی مدد سے وہ دیوار میں سیندھ لگانے کی کوشش کرسکے' جبرو کو اس آپریشن میں کامیابی کی امید صرف ایک فیصد تھی لیکن وہ سر دھڑ کی بازی لگانے پر تل گیا تھا' اس ضمن میں ہرنام سنگھ ہی اس کی مدد کرسکتا تھا۔ چنانچہ ایک دن جب وہ اس سے ملاقات کرنے آیا تو موقع دیکھ کر جبرو نے اسے اپنے فرار کے فیصلے کے بارے میں بتادیا۔ ہرنام سنگھ پہلے تو جبرو کا منہ تکتا رہا اس نے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے بظاہر بڑے ٹھنڈے دل سے کہا۔ "یہ کام بڑا مشکل ہے۔"

جبرو نے انگلی سے فرش کے چونے کو کریدتے ہوئے کہا "ہرنام سنگھ۔ اگر میرے

یار ہو تو مجھے کوئی ایسا چھوٹا سا اوزار لا دو جس سے میں دیوار کا پتھر اکھاڑ سکوں۔"

ہرنام سنگھ نے کوئی جواب نہ دیا' وہ کچھ فاصلے پر کھڑے بنگالی سپاہی کو دیکھنے لگا جو اسٹول پر بیٹھا اپنی بندوق گھٹنوں پر رکھے بیڑی پی رہا تھا' پھر اپنی پگڑی کو سر پر جماتے ہوئے آہستہ سے بولا۔ "فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو' اب مجھے بھی تمہارا کیس کمزور لگ رہا ہے' وکیل بتاتا نہیں مگر اندر سے پریشان ہے۔"

جبرو نے کہا۔ "جیل کے پیچھے جو ریل گاڑی چلتی ہے یہ کہاں جاتی ہے؟"

"جو چھوٹی لائن کی ریل ہے' ہاوڑہ سے رانچی کو جاتی ہے"۔

جبرو خاموش رہا تو ہرنام سنگھ دوبارہ بولا۔ "ایک بات ہے جبرو۔ اگر تم کسی طرح چنڈیل پہنچ جاؤ تو وہاں سے میں تمہیں سنتھال لیکر چھپا سکتا ہوں' وہاں کے آدی باسیوں سے میرے تعلقات ہیں۔"

ملاقات کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ سپاہی اسٹول سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا تھا' ہرنام سنگھ چلا گیا' جبرو تفکرات کے ہیجان خیز سمندر میں ہچکولے کھا رہا تھا' منزل دور تھی' راستہ دشوار گزار تھا' قدم قدم پر آہنی چٹانیں اس کا راستہ روکے کھڑی تھیں مگر وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھا' اسے فرار کی کوشش میں موت بھی قبول تھی' لیکن وہ پھانسی نہیں چڑھنا چاہتا تھا۔

اگلی سوموار کا وقت اس نے بڑی بے چینی میں گزارا۔ ہرنام سنگھ چونکہ اس کے وکیل کی جانب سے جبرو سے قانونی بات چیت کا مجاز تھا اس لئے اسے ہفتے میں دوبار ملاقات کی اجازت تھی' آخر سوموار کا دن آگیا' جبرو کو ملاقات والے برآمدے میں سلاخوں کے پاس لاکر بٹھا دیا گیا۔

ہرنام سنگھ اس روز جبرو کے لئے کلکتے کا سوہن حلوہ لایا تھا۔ یہ حلوہ ایک چھوٹی گول روٹی کی شکل میں تھا' ہرنام سنگھ نے جیل کے عملے سے بنا کر رکھی تھی اور انہیں کھلاتا پلاتا رہتا تھا' اس لئے کوئی بھی اس کے کھانے پینے کی چیزیں لانے پر اعتراض نہیں کرتا تھا' سوہن حلوے کا لفافہ جبرو کو تھماتے ہوئے ہرنامے نے آہستہ سے کہا۔

"اس میں اوزار ہے۔"

پھر اس سے وکیل کے بارے میں باتیں شروع کردیں' جب سپاہی ٹہلتا ہوا پرے چلا گیا تو وہ آہستہ سے بولا۔ "آخری ریل گاڑی رات کے دو بجے گزرتی ہے' یہ مال گاڑی ہے اس کی رفتار تیز نہیں ہوتی' پھر بھی آدمی اس پر چڑھ نہیں سکتا۔"

ہرنام سنگھ چپ ہوگیا۔ سپاہی ٹہلتا ہوا اور ان کے قرب سے گزر گیا۔ جب وہ دور چلا گیا تو ہرنام سنگھ نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے کہا' "جبو۔ اگر تم کسی طریقے سے جیل کی پچھلی دیوار سے باہر آجاؤ تو وہاں سے تمہیں ٹیکسی میں اٹھا سکتا ہوں' میرے ایک یار مکھن سنگھ کی ٹیکسی ہے میں اس سے موٹر لے لوں گا۔"

جبو کو اندھیرے میں امید کی پہلی کرن روشن ہوتی دکھائی دی۔ اس نے گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دور کھڑے سپاہی کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "اگلی ملاقات پر تمہیں بتاؤں گا۔"

ملاقات کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ ہرنام سنگھ چلا گیا' جبو نے سوہن حلوے کا لفافہ بغل میں دبایا اور اپنی کوٹھری میں واپس آگیا اس نے لفافہ کونے میں یوں ہی ڈال دیا' اس خیال سے کہ باہر ٹہلتے پہرے دار کو شک نہ ہو جبو نے لفافے کی طرف کوئی توجہ نہ دی جب رات ہوگئی اور پہرے دار راہ داری کا سلاخوں والا دروازہ بند کرکے دوسری طرف جاکر اسٹول پر بیٹھ گیا تو جبو اپنی جگہ سے اٹھا' کوٹھری میں ٹہلتا دروازے کی سلاخوں تک آیا' سامنے والی راہ داری خالی تھی' کچھ فاصلے پر ایک بلب جل رہا تھا' جس کی روشنی کوٹھری کی سلاخوں تک ہی آرہی تھی۔

جبو نے لفافے میں سے سوہن حلوے کو نکالا' یہ ایک چھوٹی سی گول ٹکیہ تھی' جو نرم تھی جبو نے اسے توڑا تو اندر ایک چھوٹا سا چاقو تھا جس کا دستہ بھاری اور پھل آدھا کٹا ہوا تھا' یوں چاقو پر پورا دبا ڈالا جاسکتا تھا' جبو نے دیوار میں ایک پتھر کو چن لیا جس کا سیمنٹ جوڑوں پر اکھڑا ہوا تھا' یہ پتھر فرش کے سات ہی دیوار پر تھا' جبو نے وہاں اپنا بوسیدہ کمبل گول کرکے ڈال رکھا تھا۔

وہ دیوار کی طرف منہ کرکے لیٹ گیا اور اللہ کا نام لیکر پتھر کے اکھڑے ہوئے جوڑوں کو چاقو سے آہستہ آہستہ کھرچنا شروع کر دیا' کچھ دیر تک کھرچنے کے بعد اس کا ہاتھ درد کرنے لگا۔ وہ رک گیا' اٹھا اور ٹہلتا ہوا سلاخوں تک آیا' باہر دیکھا راہ داری سنسان تھی' واپس آکر پھر لیٹ گیا اور پتھر کی اینٹ کے جوڑوں کو کریدنا شروع کردیا۔

فرش پر چونا جمع ہوگیا جو اس نے کمبل کے نیچے چھپا دیا کونے میں پانی کی ایک مٹی کی صراحی پڑی تھی۔ جبو نے وہ صراحی اٹھا کر اس جگہ رکھ دی جہاں سے وہ دیوار کا پتھر کھرچ رہا تھا پھر وہ خاموشی سے لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

دوسری رات جبو نے پھر اپنا کام شروع کردیا' اسے ایک خطرہ یہ بھی تھا کہ اگر وارڈن یا کسی سپاہی نے اندر آکر معائنہ کیا تو اس کا راز فاش ہوسکتا تھا' تین راتوں کی مسلسل محنت کے بعد پتھر کی اینٹ اپنی جگہ سے ہل گئی' چوتھی رات جبو نے اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ آگے کو کھسک آئی' جبو کو یوں محسوس ہوا جیسے جیل کا آدھا دروازہ کھل گیا ہو' دیوار میں اتنا سوراخ نہیں ہوا تھا کہ وہ اس میں سے گزر سکتا' اس کے لئے اس نے ایک اور پتھر کو اپنی جگہ سے اس قدر ہلا دیا کہ وہ جب چاہے اسے باہر نکال سکتا تھا۔

ساتویں روز اس کی ملاقات آگئی ہرنام سنگھ کے ساتھ اس کا بنگالی وکیل بھی آیا تھا' دبلا پتلا گہرے سانولے رنگ کا بنگالی وکیل تھا' اس نے جبو کو بتایا کہ پندرہ دن بعد اس کی پیشی ہے اور اسے یقین ہے کہ اس پیشی پر کیس اس کے حق میں مضبوط ہو جائے گا' جبو جانتا تھا کہ یہ محض اس کا دل رکھنے کے لئے کہا جارہا ہے' ہرنام سنگھ خاموش بیٹھا غور سے جبو کو تک رہا تھا' وہ جبو کے لئے سگریٹ کے چار پیکٹ ایک ماچس اور دو ناریل لایا تھا' چند منٹ باتیں کرنے کے بعد بنگالی وکیل چلا گیا تو ہرنام سنگھ اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

نے اس کی طرف دیکھے بغیر آہستہ سے کہا۔ "میں نے دیوار میں سیندھ لگالی

ہے' تم آج رات جیل کے باہر آسکتے ہو؟"

ہرنام سنگھ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا' اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جبرو جیل کی دیوار میں اتنی جلدی سیندھ لگا سکتا ہے' وہ سلاخوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "تم جیل کی دیوار کیسے پھاندو گے؟"

"جمعدار مجھے ٹہلوانے لے گیا تھا تو میں نے دیکھا ہے کہ ایک جگہ دیوار کے پاس اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے میں وہاں سے دیوار پھاندنے کی کوشش کروں گا۔"

"جبرو۔ تم کہیں مارے نہ جانا' پھر سوچ لو۔"

جبرو نے کہا۔ "موت تو میری قسمت میں ویسے بھی لکھی ہے۔ پھر زندگی کے لئے کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے' تم بتاؤ جیل کی دیوار کے دوسری طرف کیا ہے؟"

ہرنام سنگھ بولا۔ "کھائی ہے۔"

جبرو نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "تم آج رات دو بجے جیل کی دیوار کے پیچھے گاڑی لے کر آنا۔"

ہرنام سنگھ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا' پھر وہ چلا گیا جبرو کے لئے زندگی کی شاید سب سے بڑی آزمائش کی گھڑی آن پہنچی تھی' لیکن یہ ایک عام سی بات ہے کہ جب انسان کے سامنے موت اپنا منہ کھولے کھڑی ہو تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور اس کے اندر بے پناہ طاقت ہمت اور حوصلہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

شام کو جب معمول کے مطابق ایک جمعدار اور دو سپاہی جبرو کو ٹہلوانے کے لئے کوٹھری سے باہر کھلی جگہ لائے تو جبرو نے کوٹھری کے عقبی حصے کا بغور جائزہ لیا۔ جس دیوار کے سوراخ میں سے جبرو کو نکل کر جیل کی دیوار کے ساتھ لگے اینٹوں کے ڈھیر کے پاس جانا تھا وہ پچاس قدموں کا فاصلہ تھا' اینٹوں کے ڈھیر کے اوپر جیل کی دیوار ڈیڑھ مرد اونچی تھی' یہاں سے دیوار پھاندنا اتنا آسان نہیں تھا' لیکن اس کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں تھا' جبرو کو جان کی بازی لگا کر اس جگہ سے دیوار پھاندنی تھی' وہاں سے دیوار پر بنی ہوئی چوکی کی مچان کافی دور تھی' جہاں رات کو ایک بلب روشن

رہتا تھا۔

جبرو اپنے اندر ایک نئی طاقت محسوس کر رہا تھا۔ اسے ایک لمحے کے لئے محسوس ہوا کہ وہ ایک ہی چھلانگ سے جیل کی دیوار پار کر سکتا ہے' واپس اپنی کوٹھری میں آ کر وہ کمبل پر لیٹ گیا' چاقو کمبل کے نیچے چھپایا ہوا تھا' پانی کی بڑی صراحی دیوار کے ساتھ اس جگہ لگا کر رکھی ہوئی تھی' جہاں ایک پتھر اپنی جگہ سے ہل چکا تھا

وہ بڑی بے صبری اور بے چینی سے رات کے ایک بجے کا انتظار کر رہا تھا' نیند بالکل غائب تھی' آخر جیل کے گھنٹے نے ایک بجنے کا اعلان کیا اس نے پانی کی صراحی کو اپنی جگہ سے پرے ہٹا دیا' کوٹھری میں باہر سے بلب کی ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی' اس نے آہستہ سے دیوار کی پتھریلی اینٹ کو اندر کی طرف کھینچ لیا' باہر سے تازہ ٹھنڈی ہوا آنے لگی' جبرو نے گردن پھیر کر کوٹھری کے دروازے کو دیکھا' پہرے دار وہاں نہیں تھا' یہی موقع تھا کہ وہ کوٹھری سے باہر نکل جائے اس نے دونوں ہاتھوں سے دیوار کے دوسرے پتھر کو اچھی طرح سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا' پتھر اپنی جگہ سے پہلے ہی اکھڑ چکا تھا' جبرو کے زور لگانے سے وہ مزید آگے کھسک آیا' اب وہاں اتنا شگاف پیدا ہو گیا تھا کہ جبرو اس میں سے سمٹ کر گزر سکتا تھا۔

اس نے سب سے پہلے اپنا سر باہر نکال کر دیکھا سامنے اندھیرا تھا' پچاس قدم کے فاصلے پر اسے اندھیرے میں اینٹوں کا ڈھیر ایسے دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے کوئی ہاتھی بیٹھا ہوا ہو' دور جیل کی نگران پوسٹ کا بلب جل رہا تھا مگر اس کی روشنی وہاں تک پوری طرح سے نہیں آرہی تھی' جبرو رینگتا ہوا کوٹھری سے باہر آگیا' آدھے پھل والا چاقو اس کے ہاتھ میں تھا' وہ کھلی جگہ زمین پر رینگنے لگا' اس کا رخ اینٹوں کے ڈھیر کی جانب تھا' پچاس قدموں کا فاصلہ ہے اسے ایک ہزار میل کا فاصلہ لگ رہا تھا' لیکن اس کے اندر زندگی اور آزادی کے احساس کی وجہ سے جو برقی طاقت پیدا ہو چکی تھی وہ اسے آگے ہی آگے لئے جا رہی تھی۔

بالآخر وہ اینٹوں کے ڈھیر کے پاس پہنچ گیا' اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا' کوئی

نہیں تھا' اب اس مشن کا سب سے خطرناک مرحلہ اس کے سامنے تھا' اسے اینٹوں
کے ڈھیر پر چڑھ کر جیل کی دیوار کو پھاندنا تھا جو اس کے راستے کی آخری دیوار تھی'
وقت اس کے پاس نہیں تھا کسی بھی وقت اسے دیکھا جا سکتا تھا وہ آہستہ سے سر
کر اٹھا اور اینٹوں کے ڈھیر پر چڑھ گیا' اس نے ڈھیر پر آتے ہی اوپر دیکھا' وہ اچھل کر
دیوار کے کنارے کو نہیں پکڑ سکتا تھا' جبو وہیں بیٹھ گیا' اینٹیں درمیان میں ایک
دوسرے کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں جبو کو اچانک خیال آیا' اور اس نے بڑی احتیاط
سے ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر دیوار کے ساتھ رکھنا شروع کر دیا' چند سیکنڈ بعد وہاں
ایک چھوٹی سی منڈیر بن گئی جبو انتہائی احتیاط سے اس پر قدم رکھ کر کھڑا ہو گیا' یہ اس
کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا ہاتھ اوپر دیوار کے کنارے پر پڑ گیا' اس نے پوری طاقت
سے اپنے آپ کو اوپر اٹھایا اگلے ہی لمحے وہ دیوار کے اوپر اوندھے منہ لیٹا تھا۔

اس نے دوسری طرف جھانک کر دیکھا نیچے اسے اندھیرے میں کھائی اور
جھاڑیاں نظر آئیں اس نے کچھ سوچے سمجھے اور اونچائی کا اندازہ کئے بغیر نیچے چھلانگ
لگا دی وہ جھاڑیوں پر ایک گیند کی طرح جا گرا اور لڑھکتا ہوا نیچے گیلی مٹی میں لت پت
ہو گیا' گرتے ہی وہ اٹھا اور کھائی کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے لگا' جھاڑیوں اور
گیلی زمین کی وجہ سے اسے کوئی چوٹ نہیں لگی تھی' کھائی سے باہر آ کر اس نے سر
اٹھا کر دیکھا۔ سامنے اونچی زمین تھی۔ جہاں سے ریلوے لائن گزرتی تھی۔ اس کی
دوسری جانب ہرنام سنگھ ٹیکسی لئے کسی جگہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جبو نے زمین کے
ساتھ لگے' رینگتے ہوئے چھوٹی ریلوے لائن عبور کی اور دوسری طرف ڈھلان پر لڑھک
گیا۔

سامنے کچی سڑک تھی جو ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ جاتی تھی۔ ہرنام سنگھ کو
اس جگہ ضرور موجود ہونا چاہئے۔ جبو کا ذہن صرف یہی ایک بات سوچ رہا تھا۔ چاقو
جس کا پھل آدھا ٹوٹا ہوا تھا۔ ابھی اس کے سیدھے ہاتھ میں تھا اس کی سانس تیز تیز
چل رہی تھی اور اس کے جیل والے کپڑے مٹی میں لت پت ہو گئے تھے' اندھیرے

میں اس کی آنکھیں چیتے کی طرح کچی سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔ ریلوے لائن کے پاس
سگنل کی سرخ بتی چمک رہی تھی۔ اور دور کلکتہ شہر کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔ جبو
زمین پر رینگتا ہوا کچی سڑک پر آ گیا۔ اچانک اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔
جبو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تکنے لگا۔ اندھیرے میں اسے دھیمی سی آواز
سنائی دی۔ "جبو میں ہوں ہرنام"۔

جبو کی جان میں جان آئی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا تاریکی میں سے نکل کر ہرنام سنگھ اس
کے قریب آ گیا۔ "جلدی سے میرے پیچھے آؤ۔"

کچی سڑک کے کنارے ایک درخت کے نیچے ہرنام سنگھ نے ٹیکسی کھڑی کر رکھی
تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں دونوں دوست ٹیکسی میں بیٹھے تھے۔ اور ٹیکسی پوری رفتار
سے چندیل نامی ریلوے اسٹیشن کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔

خدا جانے ہرنام سنگھ کن میدانوں ویرانوں اور کچے راستوں پر ٹیکسی گزارتا آخر
ایک ایسی جگہ آ گیا جہاں دو چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ ان کے بیچ ایک جنگلی راستہ گہرے
کھڈ کی شکل میں جا رہا تھا۔ ہرنام سنگھ وہاں ٹیکسی سے نکل آیا۔ "جبو۔ اب آگے
ہمیں اس کھڈ میں سے پیدل گزر کر جانا ہو گا۔"

کھڈ کا راستہ دشوار گزار اور جنگلی جھاڑ جھنکار سے بھرا ہوا تھا۔ کھڈ ایک جگہ سے
مڑ گئی۔ آگے اس قدر گہرا اندھیرا تھا کہ جبو کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہرنام سنگھ آگے
آگے تھا۔ وہ رک گیا بولا۔ "یہاں ٹھہر جاؤ۔"

جیب سے ماچس نکالی۔ پھر موم بتی نکال کر جلائی موم بتی کی روشنی میں جبو نے
دیکھا کہ وہ قد آدم جنگلی جھاڑیوں میں کھڑا ہے اس کے سامنے چٹان میں ایک قدرتی
غار سا بنا ہوا تھا۔ ہرنام سنگھ نے کہا۔ "میرے ساتھ ساتھ آؤ۔"

دونوں غار میں داخل ہو گئے۔ یہ چھوٹا سا غار تھا جو چند قدم چلنے کے بعد آگے
جا کر بند ہو گیا۔ ہرنام سنگھ نے موم بتی زمین پر لگا دی۔ "جب تک میں واپس نہیں آتا
تمہیں اسی جگہ ٹھہرنا ہو گا منہ اندھیرے جیل والوں کو تیرے فرار کا علم ہو جائے گا۔

دن نکلتے ہی پولیس میرے ٹھکانے پر پہنچ جائے گی۔ میرا وہاں ہونا ضروری ہے تاکہ پولیس کو مجھ پر شک نہ ہو۔ میں موقع ملتے ہی تیرے پاس یہاں پہنچ جاؤں گا' اس غار کے باہر دائیں جانب ایک پہاڑی نالہ بہتا ہے وہاں ناریل کے درخت بھی ہیں اگر مجھے دیر بھی ہوگئی تو وہاں کچھ کھا پی لینا ویسے میں تمہارے لئے کھانے کا سامان لیتا آؤں گا۔ اب میں چلتا ہوں۔ مجھے صبح ہونے سے پہلے پہلے شہر پہنچ جانا چاہئے۔"

ہرنام سنگھ واپس چلا گیا۔ اندھیری رات کے سناٹے میں جبرو کو کچھ دیر بعد ٹیکسی کے انجن کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ جبرو موم بتی کی مدھم روشنی میں سنسان غار میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا لیکن نیند کوسوں دور تھی۔

جبرو کا دھیان جیل کی طرف لگا تھا۔ جب وہاں اس کے فرار کا علم ہوگا تو ایک شور مچ جائے گا پولیس اس کی تلاش میں نکل کھڑی ہوگی کیامعلوم وہ اس غار تک بھی پہنچ جائے' اسی ادھیڑبن میں رات گزر گئی غار کے باہر دن کا اجالا ابھرنے لگا تو جبرو کی آنکھیں بھی بھاری ہونے لگیں۔ اس نے جاگتے رہنے کی پوری کوشش کی لیکن نیند ایک ایسی چیز ہے جو پھانسی کے تختے پر بھی آجاتی ہے چنانچہ وہ بھی کوشش کے باوجود جاگ نہ سکا اور تھوڑی ہی دیر میں بے خبر ہوگیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی اس وقت دھوپ غار کے اندر تک آرہی تھی جبرو کو پہلے یوں لگا جیسے ابھی تک جیل کی کوٹھری میں ہی ہے' مگر درختوں اور جھاڑیوں پر کھلی ہوئی دھوپ نے اس کے ڈراؤنے خواب کو بہت جلد زائل کردیا' وہ اٹھا اور باہر آکر بیٹھ گیا' اب اسے ہرنام سنگھ کا بے چینی سے انتظار تھا۔ دن کافی نکل آیا تھا اس کے اندازے کے مطابق دس گیارہ کا وقت ہوگا۔ اسے بھوک محسوس ہوئی وہ قریبی نالے پر گیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ زمین پر گرے ہوئے ناریل توڑ کر کھائے اور واپس غار میں آکر بیٹھ گیا۔

اچانک جبرو کو ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی جھاڑیوں کو ہٹاتا غار کی طرف بڑھ رہا

ہے جبرو تیزی سے ایک جھاڑی کے پیچھے ہوگیا۔ اتنے میں جھاڑیوں کی گھنی شاخیں ایک طرف ہٹیں اور ہرنام سنگھ نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا اور وہ غار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا "جبرو۔"

جبرو تیزی سے سامنے آگیا۔ "تم نے بڑی دیر کردی ہرنام۔"

ہرنام سنگھ غار میں آکر بیٹھ گیا اور کرتے کے دامن سے منہ پر آیا ہوا پسینہ پونچھنے لگا۔ "بڑا لمبا چکر کاٹ کر پیدل آرہا ہوں۔" اس نے جبرو کو بتایا کہ پولیس اسی کی کھوج میں جگہ جگہ چھاپے مار رہی ہے وہ اس کے کوارٹر پر بھی آئی تھی۔ مگر اس نے کہا کہ جبرو اس کے پاس نہیں آیا۔ "پھر بھی پولیس مجھے تھانے لے گئی۔ میرا وکیل بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے پولیس کے سامنے یہی بیان دیا کہ جبرو جیل سے فرار ہو کر میرے پاس نہیں آیا۔ وہ ضرور پنجاب کی طرف نکل گیا ہوگا میں پولیس کو گمراہ کرنا چاہتا تھا۔ میرا ابھی کچھ دنوں تک کلکتے میں رہنا بہت ضروری ہے۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ یہاں تک کس طرح پہنچا ہوں' یہ لو میں تمہارے لئے روٹی اور کچھ کپڑے لایا ہوں۔"

وہ روٹی اور مچھلی لایا تھا۔ سگریٹ کے چار پیکٹ بھی تھے ایک خاکی رنگ کی پرانی پتلون اسی رنگ کی آدھی آستین کی قمیض اور خاکی رنگ کا جوتا تھا۔ "میرا خیال ہے یہ تمہیں پورے آئیں گے۔ ایک دوست کے گھر سے اڑا لایا ہوں۔ ان کپڑوں میں تم شکاری لگو گے۔ تمہارے لئے شیو کا سامان اور نیا چاقو بھی لے آیا ہوں۔"

جبرو نے جیل میں داڑھی رکھ لی تھی۔ ہرنام سنگھ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ داڑھی مونچھ صاف کرلے۔ روٹی کھانے کے بعد جبرو نے نالے پر جاکر منہ پر صابن ملا۔ پھر سیفٹی ریزر سے داڑھی مونچھیں مونڈھ ڈالیں۔ خاکی پتلون قمیض اور خاکی بوٹ پہن لئے اور ٹوٹا ہوا چاقو کھڈ میں پھینک کر دوسرا چاقو جیب میں رکھ لیا۔

"تم چلے گئے تو میں یہاں سے کدھر جاؤں گا۔" فارغ ہونے کے بعد اس نے ہرنام سنگھ سے پوچھا۔

"میں نے سارا بندوبست کرلیا ہے میرے تاڑی والے اڈے کا ایک بھیل ملازم تمہیں اپنی حفاظت میں سنتھال کے آدی باسی قبیلے تک پہنچا دے گا۔ ان لوگوں تک میں نے تمہارے بارے میں پیغام پہنچا دیا ہے۔ آدی باسی قبیلے کے سردار کا نام پھلوا ہے۔ وہ میرا پرانا اور قابل اعتماد دوست ہے تم اس کے پاس رہنا۔ میں ہفتے دس دن میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔ پھر تم جیسے کہو گے ویسے کریں گے۔"

جبو روٹی کھا کر اٹھ کھڑا ہوا تو ہرنام سنگھ نے اسے ساتھ لیا اور کھڈ کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ اس کا رخ کالی ٹیکری کی طرف تھا جو وہاں سے دو کوس دور تھی۔ ہرنام سنگھ جنگل کے راستے سے واقف تھا۔ کالی ٹیکری تک پہنچتے پہنچتے اندھیرا چھا گیا۔ ہرنام نے ٹیکری کی طرف کھڑے ہو کر منہ سے سیٹی کی آواز نکالی اور اندھیرے میں سے ایک دبلا پتلا آدمی جس نے گھٹنوں تک دھوتی پہن رکھی تھی۔ نکل کر سامنے آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اور تیروں کا بنڈل کاندھے سے لٹک رہا تھا۔ ہرنام سنگھ نے اسے اڑیا زبان میں کچھ کہا جس پر وہ آدمی سر جھکا کر اپنی زبان میں کچھ بولا۔

ہرنام جبو سے مخاطب ہوا۔ "اب تم بے فکر ہو کر اس آدمی کے ساتھ جاؤ۔ گھبرانا بالکل نہیں میں ہفتے کے اندر اندر تمہارے پاس آجاؤں گا۔ اب کلکتے سے ایک دم غائب نہیں ہو سکتا۔"

جبو نے ہرنام سنگھ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "ہرنامے! تم یاری کا حق نبھا رہے ہو۔"

ہرنام سنگھ نے جبو کے کاندھے پر تھپکی دی اور بولا۔ "یار کے لئے تو جان بھی حاضر ہے جبو۔"

جبو نے ہرنام سنگھ کو تاکید کی کہ وہ کمالے کے بارے میں ضرور پتا کر کے آئے کہ اسے کیا سزا ہوئی ہے۔ ہرنام سنگھ اثبات میں سرہلاتے ہوئے واپس روانہ ہو گیا۔

جبو اور ہرنام سنگھ کا آدمی راتوں رات سنتھال قبیلے میں پہنچ گئے۔ بانس اور ناریل کے درختوں کے درمیان ایک کھلی جگہ پر کھپریل کی جھونپڑیاں بنی تھیں بیچ میں الاؤ

روشن تھا۔ قبیلے کے سردار پھلوا نے جبو کو آگے بڑھ کر گلے لگایا اور بنگلہ میں کہا کہ تم میری حفاظت میں ہو۔ ہرنام سنگھ کا آدمی اسی وقت واپس چلا گیا جبو کو پھلوا ایک جھونپڑی میں لے گیا اور کہنے لگا۔ "تم میرے دوست کے دوست ہو۔ اس لئے میرے بھی دوست ہو۔ جب تک ہرنام سنگھ نہیں آتا تم یہاں اطمینان سے رہو۔ پولیس کا کوئی آدمی ادھر آنے کی جرات نہیں کر سکتا۔"

جبو پہاڑی راستوں پر چل چل کر بے حد تھک گیا تھا۔ سردار کے جاتے ہی وہ چٹائی پر لیٹ کر گہری نیند سو گیا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد وہ اٹھا۔ جھونپڑی سے نکل کر باہر آیا تو سنتھال قبیلے کے نیم وحشی لوگوں کو اپنے اپنے کام میں مصروف پایا۔ پھلوا نے جبو کی بڑی خاطر داری کی۔ اسے ہرن کا گوشت اور چاول کھلائے۔

یہاں جبو نے ایک ہفتہ کافی حد تک اطمینان اور سکون کے ساتھ گزارا۔ آٹھویں روز ہرنام سنگھ آگیا۔ وہ کچھ پریشان لگتا تھا آتے ہی جبو کو ایک طرف لے گیا اور کہنے لگا۔ "کمالا بھی فرار ہو گیا ہے۔"

جبو کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے سینے پر سے پتھر کی بھاری سل اٹھا دی ہو اس نے ہرنام سنگھ کا ہاتھ پرجوش انداز میں تھام لیا اور بولا۔ "یہ تم نے مجھے بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے ہرنامے۔"

ہرنام سنگھ متفکر تھا کہنے لگا۔ "کمالے نے پیشی پر جانے سے پہلے کہیں سے پستول حاصل کر لیا تھا۔ سیشن کورٹ والے چوک میں کمالے نے پستول نکال کر فائرنگ شروع کر دی اور پولیس والوں کو شدید زخمی کر کے بھاگ گیا۔ عدالت نے اس کی عدم موجودگی میں اسے پھانسی کی سزا سنا دی ہے۔"

جبو نے سر کو ایک طرف جھٹک کر کہا۔ "میرا یار پھانسی کے پھندے سے بچ گیا ہے خدا کا شکر ہے۔ مجھے اس کا بڑا غم تھا ہرنامے۔"

ہرنام سنگھ بولا۔ "ایک ہفتے میں دو پھانسی کے مجرم فرار ہوئے ہیں۔ پولیس میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ چار انگریز ڈی ایس پی اپنی نگرانی میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے

ہیں انہوں نے سارے شہر کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔"

جبرو کو پولیس کی کارروائی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ کمالے کے فرار ہو جانے کی خبر سن کر بہت خوش ہوا تھا۔ اس نے ہرنام سنگھ سے پوچھا کہ اب اس کا کیا پروگرام ہے؟ ہرنام سنگھ نے کہا "جبرو میں اب کلکتہ نہیں چھوڑ سکتا۔ ورنہ پولیس میری تلاش میں بھی نکل کھڑی ہوگی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاسکتا لیکن تم بتاؤ کہ اب تمہارا کیا منصوبہ ہے؟"

جبرو شکاری چاقو سے ایک درخت کی چھال کھرچ رہا تھا بولا۔ "میرا کیا ہے ہرنام اب تو جدھر منہ اٹھے گا نکل جاؤں گا...... تمہارے ساتھ رہنا مناسب بھی نہیں ہے۔ میرا کچھ پتہ نہیں ہے کہ دن کہاں آئے رات کہاں گزرے۔ تم نے میری بڑی مدد کی ہے۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

ہرنام سنگھ نے جبرو کو گلے سے لگا لیا اور جذباتی سا ہو گیا تھا۔ "جبرو۔ ہم تو یاروں کے یار ہیں۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا پھر کبھی ایسی بات نہ کرنا۔"

دونوں دوست درخت کے نیچے بیٹھ گئے' جبرو نے ہرنامے سے پوچھا کہ اس کے خیال میں کمالا کس طرف نکل گیا ہوگا؟ "کچھ کہہ نہیں سکتا" ہرنام سنگھ نے جواب دیا۔ ویسے کمالا ایک مدت سے بنگال میں رہ رہا ہے' وہ اس سارے علاقے کے چپے چپے سے واقف ہے دلیر بھی ہے۔ مجھے یاد ہے کبھی کبھی وہ اپنے سوچیت گڑھ والے دوست گامی کا ذکر کیا کرتا تھا۔ گامی وہاں کا بڑا نامی گرامی بدمعاش ہے۔ میرا خیال ہے کہ کمالا اسی کے پاس جانے کی کوشش کرے گا۔"

جبرو نے پوچھا۔ "یہ سوچیت گڑھ کہاں پر ہے؟"

"سوچیت گڑھ سیالکوٹ سے آٹھ کوس اوپر کی طرف جموں کے علاقے میں واقع ہے۔ کافی بڑا قصبہ ہے۔ مگر کیا تم وہاں جاؤ گے؟"

"ہرنامے! تمہارے بعد ایک ہی تو میرا جگری یار رہ جاتا ہے کمالا۔ اب اسی کی تلاش میں نکلوں گا۔ اگر مل گیا تو اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

ہرنام سنگھ کہنے لگا۔ "مگر سیالکوٹ تک تو بڑا لمبا راستہ ہے۔ پنجاب میں پہلے ہی پولیس تمہاری کھوج میں لگی ہوئی ہے۔"

"لگی ہوئی ہے تو لگی رہے۔" جبرو بے نیازی سے بولا۔ "میں تو ہر حالت میں کمالے کو ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا جو قسمت میں ہے دیکھا جائے گا۔ مرنا تو ایک دن سب ہی کو ہے۔"

ہرنام سنگھ نے وہ سارا دن جبرو کے ساتھ گزارا اور سب کچھ اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ اسے کہاں کہاں سے ہو کر کس طرف جانا ہوگا۔ طے یہ پایا کہ جبرو فقیروں کا سا حلیہ بنا کر یہ خطرناک سفر طے کرے گا۔

رات کو ہرنام سنگھ واپس چلا گیا۔ اگلے روز دوپہر کے بعد آیا تو اپنے ساتھ جبرو کے لئے کھدر کا لمبا کرتہ' تہہ بند' کالے رنگ کی پرانی سوتی چادر گلے میں ڈالنے کے لئے فقیروں والی منکوں کی مالا اور ہاتھ میں ڈالنے کے لئے کانچ کے دو سبز کڑے لایا تھا۔ جبرو نے یہ سب کچھ پہنا تو وہ کوئی درویش لگنے لگا۔ فرق صرف اتنا سا تھا کہ جبرو کی لمبی داڑھی نہیں تھی۔

وہ رات انہوں نے سنتھال قبیلے میں بسر کی دوسرے دن منہ اندھیرے جبرو اور ہرنام سنگھ نے قبیلے کے سردار اور اپنے دوست پھلوا کا شکریہ ادا کیا۔ پھلوا نے ان کے لئے دو گھوڑوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ یہ لوگ قبیلے کی جھونپڑیوں سے نکل کر تری پورہ کی طرف جانے والے پہاڑی راستے پر روانہ ہو گئے۔ شام کو وہ پہاڑی علاقوں میں سفر کرتے تری پورہ سے دو کوس اس طرف جا پہنچے۔ یہاں سے آگے جبرو کا تنہا سفر شروع ہونے والا تھا۔ ہرنام سنگھ کو تری پورہ سے کلکتے کی طرف چلے جانا تھا۔ جبکہ جبرو کو پہلے ڈھاکہ اور وہاں سے صوبہ بہار میں داخل ہو کر پٹنہ سے ہوتے ہوئے گورکھپور کی طرف اپنا سفر کرنا تھا۔ دونوں ساتھی آخری بار بغل گیر ہوئے اور ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

جبرو اب گھوڑے پر سوار نہیں تھا۔ وہ فقیرانہ لباس میں تھا اور پیدل ہی سفر کر رہا

تھا۔ بنگال کے جنگل آبادی کے آس پاس اتنے گھنے نہیں تھے۔ کبھی چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں والا میدان آ جاتا اور کبھی کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ فقیروں ایسے حلیے میں ہونے کی وجہ سے جبو کی طرف کوئی بھی خاص نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا۔ وہ چھکڑا نما لاریوں میں سفر کرتا ہوا تین دنوں میں پٹنہ شہر کے قرب وجوار میں آگیا۔ یہاں سے ایک لاری میں بیٹھا اور شمالی شہر گورکھپور کی طرف چل پڑا وہاں سے گونڈہ، کاٹھ گودام ہوتا ہوا ہردوار پہنچا۔ یہاں اس نے شہر کے باہر ایک پرانی مسجد کے احاطے میں دو دن آرام کیا اور آگے چل پڑا۔ یونہی سفر کرتا وہ شملہ، پٹھان کوٹ اور آخرکار سیالکوٹ پہنچ گیا۔

جبو سیالکوٹ شہر سے باہر ایک درگاہ پر آکر بیٹھ گیا۔ اور حالات کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں اس جیسے کئی فقیر تھے۔ ان کے چہرے اور انداز جبو کے لئے نئے نہیں تھے۔ جبو نے ایک فقیر سے باتوں ہی باتوں میں معلوم کرلیا کہ سوچیت گڑھ کو یکے کس اڈے سے جاتے ہیں۔ اس نے سارا دن وہیں درگاہ پر بسر کیا۔ جب شام کا اندھیرا پھیلا تو وہ اٹھ کر تانگوں کے اڈے پر آگیا۔ سواریوں سے لدا ہوا ایک یکہ سوچیت گڑھ جانے کو تیار تھا۔ جبو بھی اس میں بیٹھ گیا۔

سوچیت گڑھ پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی۔ دیہاتی سواریاں اتر کر قصبے کی طرف چل دیں۔ سوچیت گڑھ خاصا بڑا قصبہ تھا مگر اس کے کچے پکے مکان اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں، اکا دکا روشنی ہو رہی تھی۔ جبو لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ اگرچہ وہاں پولیس کا کوئی سپاہی نظر نہیں آرہا تھا مگر سی آئی ڈی والوں کا خطرہ تھا۔ جبو اڈے سے نکل کر قصبے کی آبادی سے بچتا ہوا ایک طرف چل پڑا۔ ایک جگہ کھال کے پاس پیپل کا بہت بڑا درخت تھا۔ یہاں ایک تکیہ تھا۔ جہاں اکھاڑا تھا اور کچی کوٹھری کے باہر تخت بچھا تھا۔ ایک لالٹین جل رہی تھی اور دو آدمی کمبل اوڑھے آگ روشن کئے بیٹھے تھے۔

جبو سلام کرکے ان کے پاس آگیا۔ دونوں آدمی شکل و صورت اور لباس سے

یثی نظر آرہے تھے۔ انہوں نے جبو کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ سلام کا رسمی طور پر جواب دیا۔ جبو ان کے قریب ہی بیٹھ کر آگ تاپنے لگا جبو کو معلوم تھا کہ پنجاب کے تکیوں پر منشیات کا ناجائز کام بھی ہوتا ہے اور اسی جگہ سے اسے گامی بدمعاش کے بارے میں معلومات حاصل ہوسکیں گی۔ جبو نے انہیں بتایا کہ وہ سیالکوٹ سے چکر لگاتا ہوا آیا ہے اور جموں کسی پیر صاحب کے درگاہ پر جارہا ہے۔ دونوں فقیر زیادہ تر خاموش ہی رہے۔ شاید انہوں نے کوئی نشہ کر رکھا تھا۔

ایک فقیر نے جب تھیلے میں سے مڑا تڑا سگریٹ نکال کر جلایا تو جبو کو چرس کی ناگوار بو آئی۔ اس نے جبو کو بھی سگریٹ پیش کی لیکن جبو معذرت کرتے ہوئے بولا کہ میں نشہ نہیں کرتا۔ اس پر دونوں فقیر ہنسنے لگے۔ وہ خاموش رہا۔ اسے وہاں صرف رات بسر کرنی تھی۔ چنانچہ وہ کوئی جواب دیئے بغیر آگ کے الاؤ کے پاس ایک طرف کمبل اوڑھ کر پڑ گیا۔ تھکا ہوا تھا۔ اس لئے جلد ہی نیند آگئی؟

ہرنام سنگھ نے جبو کو بتایا تھا کہ سوچیت گڑھ سے باہر دو مربع اراضی پر پھیلا ہوا آموں کا ایک اجڑا ہوا باغ ہے جو ایک جنگل کی طرح کا ہے۔ گامی بدمعاش کا اڈا اسی باغ میں ہے۔ چنانچہ جبو صبح وہاں جانا چاہتا تھا۔

صبح اس نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور قصبے کے شمال کی جانب چل پڑا ایک کسان ہل کاندھے پر رکھے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا جبو نے اس سے آم کے باغ کے بارے میں پوچھا تو وہ کسی قدر حیران ہو کر بولا۔ "تم راجہ پرتاب سنگھ کے باغ کا پوچھ رہے ہو؟"

جبو نے یونہی کہہ دیا۔ "پوچھا ہاں بھائی۔"

کسان نے دور درختوں کے جھنڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "باغ تو وہ سامنے ہے مگر ہوشیار رہنا وہاں سانپ بچھو بہت ہوتے ہیں۔"

اب جبو نے اس سے پوچھ ہی لیا کہ میں گامی کے ڈیرے پر جانا چاہتا ہوں کیا اس کا ڈیرہ اسی باغ میں ہے؟ کسان بولا "اس کا ڈیرہ باغ کی پرلی جانب ہے۔ تم باغ

کے کنارے کنارے ہو کر جانا۔ اندر سے ہو کر مت گزرنا۔"

جبو باغ کی طرف بڑھا۔ اب دن کا اجالا چاروں طرف کھیت کھلیانوں پر پھیلا چکا تھا۔ آموں کے اس باغ کو جموں کے راجہ پرتاب سنگھ نے آج سے پچاس برس پہلے لگوایا تھا۔ جس کی نگہداشت کا اس کی وفات کے بعد بند ہو گیا تھا اور اب یہ باغ ایک اجاڑ جنگل کا روپ دھار چکا تھا۔ جبو باغ کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ درختوں کے نیچے جگہ جگہ دیمک نے مٹی کی بڑی بڑی ڈھیریاں کھڑی کر رکھی تھیں۔ کئی درختوں کو بھی دیمک لگی ہوئی تھی۔ کئی درختوں کو جنگلی بیلوں نے ڈھانپ دیا تھا۔ جرائم پیشہ لوگوں کے لئے یہ ایک مثالی جگہ تھی۔ باغ بہت وسیع تھا اور یہاں ایک عجیب سا سناٹا چھایا تھا۔

جبو کو کچھ فاصلے پر ایک کوٹھری دکھائی دی جس کے سامنے ایک بہت بڑی چارپائی بچھی تھی اس کے قریب ہی ایک نوجوان بدن پر تیل کی مالش کر رہا تھا۔ ابھی جبو ادھر بڑھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے کسی نے جبو کی گردن کو دبوچ لیا۔ جبو نے ایک جھٹکے سے گردن چھڑا کر پیچھے دیکھا۔ دو غنڈہ ٹائپ ہٹے کٹے آدمی اسے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اوئے یہ فقیر تو کوئی بدمعاش لگتا ہے۔"

دوسرے نے لپک کر جبو کے لمبے کرتے کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور چاقو نکال لیا۔

"یہ تو واقعی کوئی بدمعاش ہے۔ اوئے تم نے فقیر ہو کر یہ بدمعاشوں والا کمانی دار چاقو کس لئے رکھا ہوا ہے۔ کون ہو تم؟"

دوسرا بولا۔ "اسے استاد کے پاس لے چلو۔ چل اوئے۔"

جبو نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ دونوں غنڈے اسے آگے لگا کر اس کوٹھری کے پاس لے آئے جس کے باہر مضبوط جسم والا کھلے رنگ کا خوش شکل جوان چوکی پر بیٹھا تیل مالش کر رہا تھا۔ دونوں غنڈے جبو کو لیکر اس کے پاس آ گئے۔

"استاد یہ فقیر مشتبہ انداز میں باہر پھر رہا تھا۔ اسکی جیب سے کمانی والا چاقو نکلا

ہے۔"

جبو کو یقین ہو گیا کہ یہی جوان گامی بدمعاش ہے اس جوان نے اپنے بازوؤں پر تیل کی مالش کرتے ہوئے جبو کو گھور کر دیکھا اور پوچھا۔ "کون ہو اوئے تم؟"

جبو نے معذرت کے لہجے میں کہا۔ "فقیر آدمی ہوں۔ ادھر سے گزر رہا تھا کہ یہ آدمی مجھے پکڑ کر لے آئے۔"

"تو پھر یہ چاقو تم نے کس لئے رکھا ہوا ہے؟" ایک غنڈے نے پوچھا۔

"کہیں پڑا ہوا مل گیا تھا۔ سوچا مسواک بنانے کے ہی کام آئے گا۔"

دوسرے غنڈے نے مالش کرنے والے جوان کی طرف ہو کر کہا "استاد گامی! مجھے یہ کوئی پولیس کا آدمی لگتا ہے۔"

جبو کو خوشی ہوئی کہ وہ گامی کے پاس پہنچ گیا ہے۔ گامی نے بے نیازی سے کہا۔ "اندر لے جا کر اس کی ٹھکائی کرو۔ ٹاؤٹ ہو گا تو مان جائے گا۔"

غنڈے جبو کو گھسیٹ کر کوٹھری کی طرف لے جانے لگے تو اس نے اپنے جسم کو ایک جھٹکا دیا اور ایک غنڈے کو زور سے ٹکر دے ماری۔ وہ پچھاڑ کھا کر پیچھے گرا۔ دوسرے کو جبو نے اتنے زور سے مکہ مارا کہ وہ چکرا کر ایک طرف گھوم گیا۔ گامی بدن پر تیل ملتے ملتے رک گیا اور جبو کو گھور کر تکنے لگا۔ دو اور غنڈے کوٹھری سے نکل آئے۔ ان کے ہاتھوں میں چاقو تھے پہلے والے غنڈوں نے بھی چاقو نکال لیے تھے اس سے پہلے کہ وہ جبو پر پل پڑتے اس نے لات مار کر ایک غنڈے کے ہاتھ والا چاقو فضاء میں اچھال دیا اور اس کی گردن اپنے فولادی بازوؤں پر دبالی۔

"گامی۔ جبو نے گرج دار آواز میں نوجوان کو مخاطب کیا" "میں پولیس کا آدمی نہیں ہوں۔ اور تمہارے کلکتے والے دوست کا دوست ہوں۔"

گامی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ غنڈے پیچھے ہٹ گئے۔

پھر وہ جبو سے مخاطب ہوا۔ "اسے چھوڑ دو اور مجھ سے بات کرو۔"

جبو نے غنڈے کی گردن کو اپنے فولادی بازوؤں کے شکنجے سے آزاد کر دیا۔

گامی نے غنڈوں کی طرف دیکھا۔ "جاؤ تم لوگ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" جب
غنڈے وہاں سے ہٹ گئے تو گامی نے جبرو سے کہا۔ "میرے ساتھ ادھر آجاؤ۔"
گامی نے چارپائی پر پڑا ہوا کھیس اٹھا کر اپنے جسم پر لپیٹ لیا اور جبرو کو لے کر
کوٹھری کے اندر آگیا۔ اندر بھی ایک چارپائی بچھی تھی۔ کونے میں کنستر پڑے تھے
دو لوہے کی کرسیاں تھیں چارپائی پر بستر لپیٹ کر رکھا ہوا تھا۔ "یہاں بیٹھ کر بتاؤ تم کون
ہو' اور میرے کلکتے والے کون سے دوست کی بات کر رہے تھے؟" گامی نے کرسی پر
بیٹھتے ہوئے کہا۔

جبرو چارپائی پر بیٹھ گیا۔ "میرا خیال ہے تم سمجھ گئے ہوگے کہ میں تمہارے کس
دوست کی بات کر رہا ہوں۔"
گامی کی عقاب ایسی آنکھیں جبرو کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں بڑے سکون کے
ساتھ بولا۔ "میرا تو کلکتے میں کوئی دوست نہیں ہے۔ اور نہ ہی آج تک میں نے کلکتہ
دیکھا ہے۔"

جبرو نے اب بات کھول کر بیان کی۔ "میں کمالے کا دوست ہوں اور کلکتے سے
چل کر صرف تمہیں ملنے آیا ہوں۔"
جبرو غور سے گامی بدمعاش کے چہرے کو تک رہا تھا۔ گامی کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔
اس نے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "اس نام کا میرا کوئی دوست نہیں ہے
اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔ تم نے میرے ڈیرے پر آکر جو غنڈہ گردی کی ہے اس کے
لئے میں تمہیں معاف کرتا ہوں ورنہ میرے آدمی ابھی ایک منٹ میں تمہاری تکا بوٹی
کر دیتے جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔"
جبرو کو یہ تو یقین ہوگیا تھا کہ گامی اس سے کمالے کی شناخت کو اس لئے چھپا رہا
ہے کہ جبرو اس کے لئے ایک اجنبی تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ جبرو کو پولیس کا آدمی
سمجھ رہا ہو لیکن جب جبرو نے کمالے کا نام لیا تھا تو جبرو نے یہ بات خاص طور پر نوٹ
کی تھی کہ گامی کی آنکھوں میں ایک خاص چمک آگئی تھی۔ اس چمک کو گامی جبرو سے

پوشیدہ نہ رکھ سکا تھا۔ جبرو نے خفیہ طور پر کمالے کا سراغ لگانے کا فیصلہ کیا اور بولا۔
"استاد گامی تم مجھے جو سمجھ رہے ہو میں وہ نہیں ہوں' میں کمالے کا جگری یار
ہوں۔ لیکن ابھی میں اپنا نام نہیں بتانا چاہتا۔ اگر کمالا جیل سے فرار ہو کر تمہارے پاس
آیا ہے تو مجھے اس سے ملا دو۔ وہ مجھ سے مل کر بڑا خوش ہوگا۔"
گامی اٹھ کھڑا ہوا اور کوٹھری کے کھلے دروازے کی طرف اشارہ کرتے غصے سے
بولا۔ "اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو ابھی یہاں سے نکل جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ
نہ کرنا۔"

جبرو خاموشی سے اٹھا اور کوٹھری سے باہر آگیا' سامنے اکھاڑے کے پاس گامی کے
آدمی بالکل تیار کھڑے تھے۔ جبرو نے ان پر ایک نظر ڈالی اور درختوں کے نیچے سے
ہوتا ہوا ویران باغ سے باہر نکل گیا' اس کا رخ جموں کی طرف تھا۔
جموں کی پہاڑیاں بہت دور آسمان کے پس منظر میں ابھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔
آگے میدان غیرہموار تھا اور کہیں کہیں گہری کھائیاں بھی آجاتی تھیں اس نے گھوم کر
دیکھا ابھی اس کے تعاقب میں کوئی نہیں آیا تھا۔ اونچے اونچے نیم پتھریلے میدان میں
کوئی دو ایک کوس چلنے کے بعد ایک چھوٹا سا گاؤں آگیا۔ چند ایک سلیٹی رنگ کی
چھتوں والے کچے مکان تھے۔ گاؤں کے باہر ایک تنور پر روٹیاں پک رہی تھیں۔ اور
کچھ مزدور قسم کے آدمی وہاں بیٹھے تھے۔ شاید یہ لوگ وہاں سے ناشتہ کرکے شہر کام
پر جانے والے تھے۔

جبرو ایک طرف ہٹ کر درخت کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ جب مزدور سائیکلوں پر
سوار ہو کر وہاں سے چل دیئے تو جبرو تنور پر آگیا۔ بوڑھا تنور والا روٹیاں چنگیر میں
سمیٹ رہا تھا' جبرو نے جا کر سلام کیا تو بوڑھا بولا۔ "روٹی کھانی ہے تو کھالو بابا۔"
جبرو نے کہا۔ "مہربانی ہوگی مگر میرے پاس پیسے ہیں۔"
وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ بوڑھے نے چنگیر میں دو روٹیاں رکھ کر اس کے آگے
کردیں اور مٹی کی پیالی میں دال ڈال دی' جبرو کو سخت بھوک لگی تھی' دونوں روٹیاں

چٹ کر گیا، پانی پیا، ایک آنہ بوڑھے تنور والے کو دیا اور سلام کر کے آگے چل دیا۔ وہ گاؤں سے دور نکل آیا۔ ایک جانب کھلی کھیتیاں تھیں۔ یہاں ٹاہلیوں کے درختوں کی قطار کھیتوں کے ساتھ ساتھ دور تک چلی گئی تھیں۔

جبو یہاں سے بھی آگے گزر گیا۔ اصل میں وہ کسی محفوظ جگہ پر دن گزارنا چاہتا تھا۔ بہت جلد اسے ایک ایسی محفوظ جگہ مل گئی۔ یہ ایک ویران مقام پر بنی ہوئی کسی ہندو یا سکھ کی سمادھی تھی۔ ٹوٹے پھوٹے چبوترے کے بیچ میں ایک برجی کے اندر پتھر کا گولا سا رکھا ہوا تھا۔ یہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ جبو چبوترے کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔

اس نے سارا دن اسی سمادھی یا مڑھی پر گزار دیا۔ شام کو وہ پھر اسی تنور پر گیا۔ روٹی کھائی اور واپس سمادھی پر آکر بیٹھ گیا جبو کا دل گواہی دے رہا تھا کہ کمالا جیل سے فرار ہو کر گامی کے پاس ہی آیا ہے۔ وہ ضرور آس پاس کے علاقے میں کہیں روپوش ہے اور رات کے اندھیرے میں گامی کے ڈیرے پر ضرور آئے گا چنانچہ جبو رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا کہ اندھیرا ہو جائے تو گامی کے ڈیرے پر جا کر کمالے کا سراغ لگانے کی کوشش کرے۔

کمالے سے ملاقات کرنے کے جوش میں جبو نادانستہ طور پر اپنے تحفظ کے سلسلے میں کچھ بے نیاز ہو گیا تھا۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ جب وہ سیالکوٹ سے یکے پر سوار ہو کر سوچیت گڑھ کی طرف روانہ ہوا تھا تو سی آئی ڈی کے ایک آدمی کی نگاہوں میں آ گیا تھا۔ یہ آدمی اس وقت سے برابر کچھ فاصلے پر رہ کر جبو کا پیچھا کر رہا تھا۔ یہ آدمی بھی ایک فقیر کے حلئے میں تھا۔ اور جب جبو سوچیت گڑھ والے تکیے سے اٹھ کر گامی کے ڈیرے کی طرف روانہ ہوا تھا تو اس نے تکیے پر آکر جبو کے بارے میں دوسرے فقیروں سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد وہ گامی کے ڈیرے پر بھی گیا تھا۔ گامی کے آدمیوں نے اسے بھی بھگا دیا تھا۔ سی آئی ڈی والا وہاں سے سیدھا واپس سیالکوٹ تھانے آ گیا اور وہاں انسپکٹر شرما سے ملا

نے انسپکٹر کو بتایا کہ اسے ایک فقیر پر شبہ ہے کہ وہ جیل سے بھاگا ہوا کوئی مجرم

انسپکٹر شرما نے پہلے تو کوئی خیال نہیں کیا، لیکن جب سی آئی ڈی کے آدمی نے جبو کا حلیہ بتایا تو اس نے اسی وقت ایک سپاہی لاہور روانہ کر دیا کہ وہاں سے مجرموں کا ریکارڈ فائل لے آئے۔ اس فائل میں کمالے اور جبو کی تصویریں بھی تھیں۔ اس کارروائی میں سارا دن لگ گیا۔ اس دوران انسپکٹر شرما نے اپنے دو سپاہی سادہ لباس میں جبو کے پیچھے روانہ کر دیئے جو اس سمادھی کے قریب ہی چھپے بیٹھے تھے جہاں جبو رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

شام ہو رہی تھی کہ لاہور سے ریکارڈ فائل آ گئی۔ جب یہ فائل سی آئی ڈی کے آدمی کو دکھائی گئی تو اس نے جبو کو پہچان لیا اور بولا۔ "سر! مجھے یقین ہے کہ یہی وہ شخص ہے جو فقیر کے بھیس میں سمادھی پر بیٹھا ہے۔"

جبو کی پولیس کو ایک عرصے سے تلاش تھی۔ انسپکٹر شرما نے اسی وقت ایک چھاپہ مار پارٹی ترتیب دی اور سوچیت گڑھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جبو شام ہونے کے بعد سمادھی کے چبوترے پر کچھ دیر کے لئے لیٹ گیا کہ اندھیرا ہو تو وہ گامی کے ڈیرے پر کمالے کا پتا لگانے جائے۔ وہ کمبل اوڑھے چبوترے پر لیٹا تھا کہ اچانک اسے کئی آدمیوں کے تیز تیز قدموں کی آواز سنائی دی ابھی اس نے اپنے منہ سے کمبل اٹھایا ہی تھا کہ کسی نے تیز آواز میں کہا۔

"ہینڈز اپ۔ خبردار۔ ذرا ہلے جلے تو میں گولی مار دوں گا۔"

چاقو جبو کی جیب میں ہی رہ گیا۔ لیکن وہاں چاقو اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے سر پر ایک پولیس انسپکٹر پستول تانے کھڑا تھا۔ ارد گرد دوسرے پولیس والے بھی رائفلوں کا رخ اس کی طرف کئے ہوئے تھے۔ انسپکٹر شرما نے حکم دیا۔ "اسے ہتھکڑی لگا لو۔"

جبو اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے اپنا سر نیچے کر لیا۔ اب وہ پولیس کے پنجے سے بچ

نہیں سکتا تھا۔ ایک سیکنڈ میں اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کرکے لوہے کی ہتھکڑی لگا دی گئی۔ انسپکٹر شرما نے پستول اپنے ہولسٹر میں ڈال لیا اور طنزیہ لہجے میں کہنے لگا۔

"خبردار! دیکھتا ہوں اب تمہیں پھانسی کے تختے سے کون بچاتا ہے؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ سپاہی جبرو کو دھکیلتے ہوئے جیپ کی طرف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس کی جیپ سیالکوٹ کی طرف دوڑی جارہی تھی۔

جبرو کو یہی شک تھا کہ ضرور گامی نے پولیس کو مخبری کردی ہوگی کہ ایک فقیر جو اصل میں کوئی غنڈہ بدمعاش ہے علاقے میں گھوم رہا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ پولیس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا جبرو پولیس کے ہتھے چڑھ چکا تھا۔ اور اب کوئی معجزہ ہی اسے پھانسی کے پھندے سے بچاسکتا تھا۔

وہ رات اور دوسرا دن بھی گزر گیا۔

دوسرے دن رات کے اندھیرے میں جموں توی کی پہاڑی کمین گاہ سے دو گھڑ سوار نکل کر سوچیت گڑھ جانے والی سڑک پر روانہ ہوگئے۔ ان میں سے ایک چوڑا چکلا اور بھاری بدن کا تھا اور اس نے منہ سر پر ڈھاٹا باندھ رکھا تھا۔ دوسرا کہرے بدن کا آدمی تھا۔ اس نے بھی ڈھاٹا باندھ رکھا تھا اور گولیوں کی بیلٹ جسم سے بندھی تھی۔ گھوڑے ڈھلان سے اتر کر اندھیری رات میں جھاڑیوں سے بھرے ہوئے میدان میں دوڑے چلے جارہے تھے۔

چوڑے شانوں والا جبرو کا جگری یار کمالا تھا اور دوسرا کمالے کا ساتھی شادو تھا جو کلکتے میں کالے پہلوان کے اڈے پر اس کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ادھورا زرد چاند مشرق سے ابھر آیا۔ اس دھندلی چاندنی میں دور سے سوچیت گڑھ کے آموں کے جنگل کے درختوں کی سیاہ لکیر دکھائی دینے لگی۔ گھڑ سواروں نے گھوڑوں کا رخ اس باغ کی طرف پھیر دیا۔ گامی جاگ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ آج رات اس کا دوست کمالا جنگل والی کمین گاہ سے نکل کر اس کے پاس آئے گا۔ اس نے اپنے دوست کے لئے خوراک وغیرہ کا صبح ہی سے انتظام کر رکھا تھا۔

باغ سے کافی دور کمالا اور شادو گھوڑوں سے اتر پڑے انہوں نے وہیں پھلاہی کے درخت سے گھوڑوں کو باندھا اور رائفلیں ہاتھوں میں لئے پیدل ہی گامی کے ے کی طرف چل پڑے آم کے ویران باغ میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ رات اچھی خاصی خنک ہوگئی تھی۔ باغ کے درختوں کی طرف سے جھینگروں کی آواز آرہی تھی۔ باغ کے قریب پہنچ کر کمالے نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پیچھے پیچھے آتے شادو کو روک دیا۔ دونوں جھک کر وہیں بیٹھ گئے۔ دھندلی پھیکی چاندنی میں انہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا جب انہیں اطمینان ہوگیا کہ وہاں اور کوئی نہیں ہے تو اٹھ کر باغ کی طرف بڑھے۔

گامی اپنی کوٹھڑی میں روشنی بجھائے گوش بر آواز بیٹھا تھا۔ اس نے پتوں کے چرچرانے کی آواز سنی تو پچھلی کھڑکی ذرا سی کھول کر باہر دیکھا۔ اسے چاندنی اور اندھیرے کی مخلوط فضا میں دو سائے اپنی طرف بڑھتے نظر آئے۔ اس نے کمالے اور شادو کو پہچان کر کھڑکی بند کی اور کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔

چند لمحوں بعد کوٹھڑی پر رائفل کے دستے سے کسی نے مخصوص انداز میں چار بار ٹھک ٹھک کیا۔ گامی نے آہستہ سے آواز دی۔ "آجاؤ کمالے۔"

شادو باہر ہی درختوں کے پیچھے چپ ہو کر پہرہ دینے لگا۔ گامی نے کوٹھڑی کی کنڈی لگا دی اور بولا۔ "تمام راشن میں نے صبح ہی کو منگوا کر رکھ لیا تھا۔"

کمالے نے منہ سے ڈھاٹا اتار کر پلو سے چہرہ پونچھا اور رائفل ایک طرف رکھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"گامی! مصیبت کے وقت جس طرح تم میرے کام آئے ہو میں اسے ساری زندگی نہیں بھلا سکتا۔"

گامی نے لکڑی کے ٹکڑے پر لگائی ہوئی موم بتی روشن کردی، کوٹھڑی میں نرم نرم دھیمی سی روشنی پھیل گئی۔ کمالے نے بھی جبرو کی طرح چھوٹی داڑھی رکھ لی تھی۔ اس کا چہرہ جنگلوں کی سخت زندگی بسر کرتے کرتے سانولا اور سخت ہوگیا تھا۔ گامی

کہنے لگا "مشکل میں یار کے کام نہ آئے تو پھر زندہ رہنے کا فائدہ کیا؟ مرد وہی ہے جو مصیبت میں دوست کا ہاتھ پکڑے۔ وہ دیکھو' کونے میں تمہارا راشن پانی رکھا ہوا ہے۔"

کمالا سگریٹ سلگانے کے بعد اس کا دھواں چھوڑ کر بولا "گامی یار! میں کب تک در بدر کی زندگی بسر کرتا رہوں گا۔ پولیس شکاری کتوں کی طرح میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"

گامی نے بھی سگریٹ سلگا لیا اس نے پوچھا۔ جہاں تم چھپے ہوئے ہو وہاں تو کوئی خفیہ والا منڈلاتا نظر نہیں آیا نا؟"

کمالے نے چٹکی مار کر سگریٹ کا گل جھاڑا اور تلخ لہجے میں بولا "وہاں پولیس کا خفیہ آدمی آیا تو زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔ پیارے میں تو اپنی موت کو جیب میں ڈالے پھر رہا ہوں۔"

گامی کہنے لگا۔ "کل یہاں ایک سی آئی ڈی والا فقیر کا حلیہ بنا کر آگیا تھا۔ کہنے لگا۔ میں کمالے کا یار ہوں' کلکتے سے اسے ملنے آیا ہوں۔"

کمالا سگریٹ کا کش لگاتے لگاتے وہیں ٹھٹک گیا۔ اسے ایک دم سے جبرو کا خیال آگیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جبرو جیل توڑ کر کلکتے سے بھاگ گیا ہے' ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اسے یہ خیال بھی آیا کہ ایک بار اس نے جبرو سے اپنے سوچیت گڑھ والے دوست گامی کا ذکر کیا تھا۔ پھر بھی اس نے اپنا شبہ دور کرنے کے لئے گامی سے پوچھا۔

"اس کا حلیہ کیا تھا؟"

جب گامی نے اس کا حلیہ بتایا تو وہ جبرو کا حلیہ تھا۔ اور جب گامی نے یہ بتایا کہ وہ فقیر سخت غصیلی اور دلیر طبیعت کا تھا اور اس نے تین بدمعاشوں کی پٹائی بھی کر دی تھی تو کمالے نے گامی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "گامی! وہ میرا گہرا یار جبرو تھا۔ وہ کئی خون کر کے کلکتے کی جیل سے بھاگا ہوا ہے۔ وہاں کہاں ملے گا؟"

گامی حیران ہو کر کمالے کا منہ تکنے لگا۔ بولا۔ "مگر — اسے تو کل شام ہی کو پولیس نے سادھی سے گرفتار کر لیا تھا۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ پولیس ہم پر اثر ڈالنے کے لئے جھوٹ موٹ کا ڈراما کر رہی ہے اور اپنے ہی خفیہ آدمی کو پکڑ کر ہم پر یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ ہمارا کوئی مخبر ادھر کبھی نہیں آتا۔"

کمالا سر پکڑ کر رہ گیا۔ پھر اس نے گامی کو جبرو کی ساری داستان سنائی اور بتایا کہ وہ کس قدر شیر مرد' غیرت مند اور دلیر جوان ہے اور اب وہ ایک بار پھر پولیس کے قبضے میں پہنچ گیا ہے۔ گامی سخت افسوس کرنے لگا۔ "یار کمالے! مجھے کیا پتا تھا کہ یہ جبرو ہے۔ کم از کم اسے اپنا نام تو بتا دینا چاہئے تھا۔"

کمالے نے اداس لہجے میں کہا۔ "وہ ایک غیر آدمی کو اپنا نام کیسے بتا سکتا تھا۔ وہ کئی قتل کر کے جیل سے بھاگا ہوا تھا۔ کہیں بھی اس کی مخبری ہو سکتی تھی"۔

گامی افسوس بھرے انداز میں بولا۔ "خدا کی قسم میں یہی سمجھا کہ یہ پولیس کا آدمی ہے اور فقیر کا حلیہ بنا کر تمہاری کھوج میں یہاں آیا ہے۔ وہ اگر ذرا بھی اپنا تعارف کروا دیتا تو میں اسے کبھی نہ جانے دیتا یار۔ اب اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ اب تمہیں بھی چوکس ہو جانا چاہئے۔ ممکن ہے پولیس کے تشدد سے جبرو انہیں یہ بتا دے کہ تم بھی یہیں چھپے ہوئے ہو۔"

کمالا اپنے ماتھے کو انگلیوں سے زور زور سے رگڑ رہا تھا کہنے لگا۔ "جبرو مرد کا بچہ ہے وہ مر جائے گا مگر میرا یار تمہارا نام نہیں لے گا۔ تم اسے نہیں جانتے گامی۔ وہ عمر میں اگرچہ مجھ سے چھوٹا ہے مگر میں اسے اپنا استاد اور گورو مانتا ہوں صرف اس لیے کہ وہ مجھ سے زیادہ دلیر اور بہادر نوجوان ہے۔"

کوٹھری میں ایک پل کے لئے گہری خاموشی چھا گئی۔ موم بتی کی لو بالکل بے حس و حرکت تھی۔ رات کے سناٹے میں باہر آم کے درختوں میں کوئی الو ایک پل کے لئے بول کر چپ ہو گیا۔ کمالے نے گہری سانس لی اور بولا۔ "گامی! میں اپنے یار کو پھانسی کے تختے پر نہیں چڑھنے دوں گا۔ میں اسے پھانسی کی کوٹھری سے نکال لاؤں گا چاہے

اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

گامی نے کوئی جواب نہ دیا۔ کمالے نے دوسرا سگریٹ جلالیا اور بولا۔ "پہلے مجھے لگتا تھا۔ کہ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے مگر اب جبرو کو پھانسی سے بچانا ہی میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ میں اگر مر بھی گیا تو کوئی پروا نہیں مگر جبرو کو پھانسی نہیں لگنے دوں گا۔"

گامی نے بھی پرجوش انداز میں کمالے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "کمالے میں تمہارا یار ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جبرو کو پھانسی کے تختے سے اتارنے میں مجھ سے جو ہوسکا کروں گا۔ تم اکیلے نہیں ہو گے پیارے۔"

"اس وقت مجھے تمہارے ایسے دوست کی ہی ضرورت تھی۔" کمالا خوش ہوگیا۔ "سنو اب میں تیسرے دن نہیں بلکہ ہفتے ہفتے کے بعد تمہارے پاس آیا کروں گا۔ اس دوران تم جبرو کے کیس کی پوری معلومات حاصل کرکے رکھ لیا کرنا تاکہ ہمیں خبر ہے کہ جبرو کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔"

کمالا سر پر ڈھاٹا باندھنے لگا۔ گامی نے کوٹھری کی کنڈی کھول کر باہر دیکھا اور سیٹی کی آواز نکالی۔ کمالے کا دوست اور ساتھی شادو درخت کے پیچھے سے نکل کر کوٹھری میں آگیا۔ کوٹھری کے کونے میں ایک بوری رکھی تھی جس میں آٹا چینی' پیاز' لسن' چائے' سگریٹ' سرسوں کے تیل کی بوتل اور صابن وغیرہ تھے۔ شادو نے بوری کاندھے پر اٹھالی۔ کمالے نے کوٹھری کے اندر ہی کھڑے کھڑے گامی کو سینے سے لگایا اور بولا۔ "میں نے تمہیں جس طرح کہا ہے اسی طرح کرنا پیارے اور کوئی غیر آدمی ادھر منڈلاتا نظر آئے تو اس سے ہوشیار رہنا۔ اچھا۔ اللہ کے حوالے۔"

پہلے کمالا کوٹھری سے نکلا اور جھکا جھکا درختوں کے اندھیرے میں گم ہوگیا۔ اسکے پیچھے شادو بھی اندھیرے میں گھس گیا۔ گامی نے موم بتی بجھا کر کوٹھری اندر سے بند کردی اور چارپائی پر لیٹ کر کمبل اوپر کرلیا۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے جبرو کو کیوں اپنے ڈیرے سے جانے دیا۔ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ جبرو دوبارہ گرفتار ہوچکا

تھا۔

☆☆☆

اب کمالے نے یہی معمول بنایا کہ وہ سات دن کے بعد آدھی رات کو شادو کے ساتھ اور کبھی اکیلا ہی جموں کی ترائی والے جنگل سے نکل کر گامی کے ڈیرے پر آجاتا۔ اس سے جبرو کے کیس کے بارے میں ہفتے بھر کی معلومات حاصل کرتا۔ دونوں دوست سر جوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ کر آپس میں صلاح مشورہ کرتے اور پھر کمالا رات کے اندھیرے میں ہی واپس اپنی کمین گاہ کی طرف روانہ ہو جاتا۔ جبرو کا کیس اب اتنا پیچیدہ نہیں رہا تھا۔ کلکتہ سیشن کورٹ سے جبرو کو سزائے موت ملنے ہی والی تھی کہ وہ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ حکومت پنجاب نے اس کا کیس امرتسر کی عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ اس اثناء میں کلکتہ سیشن کورٹ سے بھی اس کے کیس کی فائل پہنچ گئی۔ وہاں کون تھا جو جبرو کے لئے وکیل کرتا اور اس کے کیس کی پیروی کرتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مہینے کے اندر اندر جبرو ایک بار پھر سیشن سپرد ہوگیا۔ کیس بنا بنایا تھا۔ سیشن میں ایک ہی پیشی کے بعد جبرو کو بتا دیا گیا کہ اگلی پیشی پر فیصلہ سنا دیا جائیگا۔

جبرو اب ناامید ہوگیا تھا۔ کلکتے میں تو کوئی نہ کوئی اس کا ہرنام سنگھ ایسا ساتھی موجود تھا مگر یہاں تو اسے کوئی بھی ملنے نہیں آیا تھا حالانکہ امرتسر اس کا اپنا شہر تھا اور یہاں اس کا دوست چمن جواریا اور چوئی بھی رہتا تھا۔ جبرو اکیلا جیل سے فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ موت کا سایہ اسے اپنی طرف قدم قدم بڑھتا نظر آنے لگا تھا۔ جب بھی امرتسر جیل کی کوٹھری میں بیٹھے اپنی اکلوتی مرحومہ بہن کا خیال آجاتا تو اس کی آنکھیں اپنے آپ بھر آتی تھیں۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کی پیاری بہن کہاں دفن ہے؟

ابھی جبرو کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ کمالے نے گامی کے ڈیرے کے ایک آدمی کریم کو اپنے ساتھ کام کے لئے تیار کرلیا۔ کریم ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا اور شکل صورت سے

مدبر لگتا تھا۔ وہ سیالکوٹ سے امرتسر جاکر اپنے ایک دور کے عزیز کے ہاں ٹھہر گیا اور پھر جبو سے ملاقات کی درخواست دیدی۔ درخواست میں اس نے اپنے آپ کو جبو کا قریبی رشتے دار ظاہر کیا تھا۔ جب اس کے بارے میں جبو سے پوچھا گیا تو اس نے ہاں کر دی۔ وہ سمجھا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے خالو خالہ کی طرف سے کوئی اس کا رشتے دار ہو جو اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہو۔ ملاقات کے روز کریم اس سے ملنے جیل میں آیا تو جبو نے اسے پہچان لیا۔ اس شخص کو جبو نے گامی کے ڈیرے پر دیکھا تھا۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ وہ سوچنے لگا۔ کریم نے سلاخوں میں سے جبو سے ہاتھ ملایا اور اسے سر پر ہاتھ پھیر کر پیار کیا۔

جب سپاہی ذرا پرے چلا گیا تو کریم نے جبو کو ساری بات بتا دی اور کہا کہ مجھے کمالے نے بھیجا ہے۔ اور وہ تمہیں جیل سے نکال لے جانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ تم ہروقت تیار رہنا۔ جبو کے تن مردہ میں جیسے جان پڑ گئی۔ کمالا واقعی اس کا جگری یار تھا۔ خواہ وہ اسے نہ بچا سکے گا مگر کم از کم وہ مشکل کے وقت اس کے شانے کے ساتھ شانہ ملا کر کھڑا ہوگیا تھا۔

جبو نے کریم کے ہاتھ کمالے کو پیغام بھیجا کہ وہ خود مفرور اور پولیس کو مطلوب ہے جبو کے لئے اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالے۔

کریم واپس چلا گیا۔ اگلی ملاقات پر پھر آیا اور کمالے کا یہ پیغام لایا۔ "جبو بیٹے! کمالے نے پیغام دیا ہے کہ وہ تمہیں کسی حالت میں بھی پھانسی نہیں لگنے دے گا۔"

جبو نے مایوس لہجے میں کہا۔ "لیکن کریم چاچا کل میری آخری پیشی ہے اور مجھے پھانسی کی سزا سنا دی جائے گی۔ اب کوئی میرے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ کمالے سے کہنا کہ تمہاری مہربانیوں کا جبو شکریہ ادا کرتا ہے اور تاکید ہے کہ اس علاقے سے اپنی جان بچا کر نکل جائے۔"

دوسرے دن جبو کی سیشن میں پیشی ہوئی۔ جج نے اسی وقت فیصلہ سنا دیا۔ جبو کو سزائے موت سنا دی گئی۔ پولیس جبو کو ہتھکڑی لگا کر پھانسی کی کوٹھری کی طرف لے

گئی۔ کمالے کو جبو کی سزائے موت کی خبر معلوم ہوئی تو اس کے ذہن نے بڑی تیزی سے ایک اسکیم تیار کرنی شروع کردی۔ اس نے گامی کو بھی اپنی جنگل والی کمین گاہ میں بلا لیا۔ دو دن تک وہ سر جوڑے غور کرتے رہے کہ جبو کو پھانسی کی کوٹھری سے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔ بظاہر یہ کام ناممکن تھا۔ گامی نے تو کمالے کو صاف کہہ دیا کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ مگر کمالا ناامید نہیں تھا۔ اسے اپنی جان کی پروا نہیں تھی۔ وہ اپنی جان پر کھیل کر بھی جبو کو پھانسی کی کوٹھری سے نکال لانا چاہتا تھا۔

آخر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آگئی۔ اور وہ جبو کی آخری ملاقات کے موقع کا انتظار کرنے لگا۔ جبو سے اب صرف آخری ملاقات کے وقت ہی کوئی شخص مل سکتا تھا۔ اب کریم چاچا بھی وہاں نہیں جاسکتا تھا۔ پھانسی کی سزا سنانے کے بعد پندرہ دن جبو کو اپیل کے لئے دیئے گئے تھے۔ سرکاری وکیل نے محض رسم پوری کرنے کے لئے اپیل دائر کرنی چاہی تو جبو نے ایسا کرنے سے منع کردیا۔ جبو جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔ موت اور زندگی کے درمیان لٹکے رہنے سے بہتر ہے کہ وہ جتنی جلدی ہو اس عذاب سے نجات حاصل کرلے

پھر بھی عدالت نے پندرہ دن کی مہلت کا انتظار کیا۔ اس کے بعد جبو کا بلیک وارنٹ آگیا۔ پھانسی کی تاریخ مقرر ہوگئی ساتھ ہی آخری ملاقات کے لئے بھی اسے وقت دے دیا گیا۔ جبو کو ایک خیال سا تھا کہ شاید کمالے کی جانب سے کریم چاچا اس سے آخری ملاقات کرنے کے لئے آئے۔

چنانچہ پھانسی پانے والے روز اسے دو بجے دوپہر آخری ملاقات کے لئے ہتھکڑی لگا کر برآمدے کی سلاخوں کے پاس بٹھا دیا گیا۔ جبو کی آنکھیں ویران سی تھیں۔ یہ اس کی زندگی کا آخری دن تھا کسی وقت وہ چلتے پھرتے جمعدار یا سپاہی کو بڑی حسرت سے دیکھتا کہ کل اس وقت یہ لوگ زندہ ہوں گے اور میں قبر میں منوں مٹی کے نیچے دفن ہوں گا۔

سب سے زیادہ خیال جبو کو اپنی بہن کا آرہا تھا۔ کسی وقت اسے ثریا بھی یاد آتی

جس سے اس نے اپنی زندگی کی پہلی اور آخری محبت کی تھی۔ کاش اس کا باپ جبو کے ماضی کو فراموش کرتے ہوئے اپنی بیٹی کا بیاہ جبو سے کر دیتا تو وہ ایک شریف اور نیک انسان بن کر بڑی نارمل زندگی بسر کرسکتا تھا۔ آج اس کے بچے ہوتے اور وہ انہیں پڑھا لکھا رہا ہوتا۔ مگر ثریا کے باپ نے جبو کو ذلیل کرکے اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔

جبو کی آنکھیں صحن کے پار کچھ فاصلے پر جیل کے بڑے دروازے پر لگی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے کریم چاچا اس سے آخری بار ملنے آجائے۔ یہ امرتسر کی جیل تھی۔ جیل کا گیٹ بند تھا۔ جس کے پاس ایک مسلح کانسٹیبل پہرے پر کھڑا تھا۔ انگریز ایس پی، جبو سے تھوڑی دور سلاخوں والے برآمدے کے باہر کرسی پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ جبو کی آخری ملاقات کے وقت وہ احتیاط کے طور پر خود بھی موقع پر موجود تھا۔ جبو کے دائیں بائیں چند قدموں کے فاصلے پر چار کانسٹیبل رائفلیں لئے چوکس کھڑے تھے۔

وقت گزرتا چلا جارہا تھا حتیٰ کہ انگریز ایس پی نے بتایا کہ اس کی ملاقات کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ پھر گیٹ کا چھوٹا آہنی دروازہ کھول دیا گیا اور فوجی وردی میں ملبوس ایک دراز قد سانولے رنگ کا نوجوان اندر داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں کالے رنگ کی فائل تھی

جبو کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ اس نے اپنے یار کمالے کو پہچان لیا۔ فوجی وردی میں یہ کمالا تھا۔ انگریز ایس پی کرسی سے اٹھا اور نوجی جوان کی طرف بڑھا۔ کمالے نے اپنے سر پر موجود چھجے والی خاکی ٹوپی ذرا آگے کو کر رکھی تھی۔ وہ خود انگریز ایس پی کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتا بڑھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انگریز ایس پی اس کے قریب آئے۔

ایس پی نے کمالے کو سلیوٹ کیا کیونکہ کمالا کیپٹن کی وردی میں تھا اور اس کے ہاتھ سے سیاہ فائل لیکر اسے کھولا اور انگریزی میں کمالے سے کچھ پوچھا۔ کمالا خاک

انگریزی جانتا تھا۔ جبو کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کمالا خطرے کی آگ میں کود چکا تھا۔ ایس پی کی انگریزی کے جواب میں اس نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ ہولسٹر سے بھرا ہوا ریوالور نکالا اور پہلا فائر انگریز ایس پی پر کیا۔ وہ گولی کھا کر پیچھے کو گرا۔ اس سے پہلے کہ چاروں کانسٹیبل اپنی رائفلیں سیدھی کرتے کمالے نے اوپر تلے فائر کرکے چاروں کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ پھر سلاخوں والے دروازے میں سے چھلانگ لگاکر جبو کے پاس آگیا۔ "باہر آجاؤ جبو۔"

جبو کے جسم میں جیسے کسی نے اچانک بجلی بھر دی تھی۔ اگرچہ اسے ہتھکڑی لگی تھی۔ مگر اس کے لئے زندگی بچانے کا یہ آخری موقع تھا۔ وہ اچھل کر دروازے سے باہر آگیا۔

کمالا دھڑا دھڑ فائرنگ کررہا تھا۔ اس نے مسلح پہرے دار کو بھی ڈھیر کر دیا اور جبو کو لیکر جیل کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی اور دہشت خیزی کے ساتھ ہوا کہ جیل کے اندر کسی کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ باہر گھوڑا تیار تھا۔ کمالے نے دو ہوائی فائر کئے۔ لوگ بوکھلا کر ادھر ادھر بھاگے۔ تھوڑی دیر بعد کمالا گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے لئے جارہا تھا۔ جبو اس کے پیچھے جھک کر بیٹھا ہوا تھا۔

کمالا سنٹرل جیل کے احاطے سے نکلتے ہی شمال کی جانب ہوگیا اسے معلوم تھا کہ پولیس بھی گھوڑوں پر سوار ہوکر یا کسی موٹر لاری میں اس کے پیچھے نکل کھڑی ہوگی۔ اسی لئے وہ گھوڑے کو اندھا دھند بھگائے لئے جارہا تھا۔ پھر اس نے گھوڑے کا رخ شمال مغرب کی طرف پھیر دیا۔ ان کی دائیں جانب کیکروں کا جنگل تھا۔ یہاں کمالے نے گھوڑے کو روک دیا۔ پہلے خود نیچے اترا پھر جبو کو اتارا اور گھوڑے کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ گھوڑا کچے راستے پر بھاگ کھڑا ہوا۔

"آگے سارا بندوبست ہے۔ میرے ساتھ بھاگو" کمالے نے جبو کو مخاطب کیا۔

دونوں دوست بھاگتے ہوئے جنگلی کیکروں میں داخل ہوگئے یہاں دیمک نے ایک چھوٹی سی پہاڑی بنا رکھی تھی۔ کمالے نے منہ سے سیٹی بجائی۔ دیمک کی ٹیکری کے

پیچھے سے اس کا ساتھی شادو باہر نکل آیا۔ اس کے ہاتھ میں چھینی اور ہتھوڑا تھا۔ جبرو نے شادو کو پہچان لیا وہ کالے پہلوان کے اڈے پر اس کے ساتھ ہوتا تھا اسی وقت جبرو کی ہتھکڑی کاٹ دی گئی۔

اب تینوں درختوں کے نیچے سے ہو کر سامنے کی جانب دوڑنے لگے۔ کمالا آگے آگے تھا۔ اس نے اپنے ریوالور میں گولیاں بھر کر اسے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ آگے ایک کھال آگیا۔ جس کے پار ایک جگہ درخت کے نیچے تین گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ان پر زینیں کسی ہوئی تھیں جن کے ساتھ تین رائفلیں لٹک رہی تھیں۔ کمالے نے اپنے گھوڑے پر چھلانگ لگا کر سوار ہوتے ہوئے کہا۔

"جبرو۔ یہاں ہمیں دریا کی طرف جانا ہے۔"

جبرو اور شادو بھی گھوڑوں پر سوار ہوگئے اور چشم زدن میں گھوڑے جنگل میں دوڑنے لگے۔ اپنے پیچھے انہیں دور فائر کی آواز سنائی دی۔ پولیس پارٹی ان کے تعاقب میں نکل کھڑی ہوئی تھی انہوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار اور تیز کردی۔ کیکروں کا جنگل ختم ہوا تو سامنے دریائے راوی تھا۔

کمالے نے پھر جبرو کو مخاطب کیا۔ "ہمیں گھوڑوں پر ہی دریا پار کرنا ہوگا۔" یہ کہہ کر اس نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے جبرو اور شادو بھی گھوڑوں سمیت دریا میں اتر گئے۔ دریا کا پانی ان کی رانوں تک پہنچ گیا۔ گھوڑے تیرتے ہوئے دوسرے کنارے کی طرف چلے جا رہے تھے۔ وہ دریا کے دوسرے کنارے پر چڑھے تو کمالے نے ایڑ لگائی اور ٹاہلی کے ذخیرے میں داخل ہوگیا کمالے کو اچھی طرح علم تھا کہ پولیس سارے علاقے میں پھیل گئی ہوگی وہ یہ سب کچھ سوچ کر چلا تھا۔ ٹاہلی کے ذخیرے سے نکلتے ہی ایک چھوٹی نہر آگئی۔ جس کی دوسری جانب آموں کا گھنا باغ تھا۔ کچی سڑک باغ کے پہلو سے ہو کر آگے اجنالے کی طرف جا رہی تھی۔

کمالے نے گھوڑے کو نہر کے پار جا کر روک دیا اور پھر تینوں گھوڑوں سے اتر پڑے۔ کمالے نے گھوڑوں پر سے رائفلیں اتار لیں اور انہیں کچی سڑک پر آگے کو

بھگا دیا تاکہ پولیس کو گھوڑوں کے سموں کے نشان سے مغالطے میں ڈال دیا جائے۔

باغ کافی وسیع تھا۔ وہ دوڑتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اب شادو آگے آگے تھا۔ کیونکہ اسی کو معلوم تھا کہ انہیں کس جگہ پہنچ کر اپنے کپڑے تبدیل کرنے ہیں۔ باغ کے آخری سرے پر ایک جگہ درختوں کی کٹی ہوئی سوکھی ٹہنیوں کا بڑا سا ڈھیر لگا تھا۔ شادو یہیں رک گیا۔ اس نے ڈھیر کے اندر سے ایک گٹھری کھینچ کر باہر نکال لی۔ جبرو نے قیدیوں والے کپڑے اور کمالے نے فوجی وردی اتار کر عام کسانوں والا لباس پہن کر سروں پر چادریں لپیٹ لیں ایک ایک ریوالور اپنے تہبند کے اندر اڑس لیا۔ رائفلوں کو وہیں سوکھی لکڑیوں کے ڈھیر میں پرانے کپڑوں کے ساتھ چھپا دیا اور آم کے باغ سے نکل کر تیز تیز قدموں سے ایک طرف چلنے لگے۔

کمالے نے جبرو کو بتایا کہ گامی بدمعاش نے اس کی مخبری نہیں کی تھی بلکہ سی آئی ڈی کا ایک آدمی شروع ہی سے اس کے پیچھے لگ گیا تھا جس نے اسے گرفتار کرا دیا۔ "اب تم فکر نہ کرو۔ ہم دونوں ایک ساتھ جئیں گے۔ ایک ساتھ مریں گے۔" اس نے جبرو کو تسلی دی۔

جبرو نے کہا۔ "مگر کمالے ابھی ہم چاروں طرف سے خطرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہم جا کہاں رہے ہیں؟"

کمالا بولا۔ "یہاں سے دو کوس پر گامی کے چھوٹے بھائی کا گھر ہے۔ وہ یہاں اینٹوں کا بھٹہ چلاتا ہے۔ اس کے ہاں ہم شام تک چھپے رہیں گے۔ اس کے بعد رات کے اندھیرے میں اپنی کمین گاہ کی طرف نکل چلیں گے۔"

دن ڈھلنے لگا تھا۔ دور ایک جانب اینٹوں کے بھٹے کی سیاہ چمنی دکھائی دی جو ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی۔ گامی کے بھائی رحمت نے بھٹے کے قریب ہی ایک کچا کوٹھا ڈلوا رکھا تھا۔ اسے ان کی آمد کی پہلے سے اطلاع تھی چنانچہ وہ اپنے مکان کے آگے بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ جب کمالا شادو اور جبرو وہاں پہنچے تو رحمت نے کوئی بات کئے بغیر انہیں کوٹھری میں جانے کا اشارہ کیا۔ رحمت کچھ دیر کے لئے کوٹھری کے باہر ہی ٹہلتا

سگریٹ پیتا رہا۔ دراصل وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں ان کے پیچھے کوئی پولیس کا آدمی تو نہیں لگا ہوا۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ دور دور تک کوئی آدمی نہیں تو وہ بھی کچے مکان کے اندر چلا گیا۔

رحمت نے انہیں گرم گرم دودھ پلایا اور پھر مکان کے پیچھے سے نکال کر اینٹوں کے بھٹے کے نیچے ایک تہ خانے میں چھپا دیا۔ اس جگہ کمالا جبرو اور شادو شام ہونے تک چھپے رہے جب شام کا اندھیرا پھیل گیا تو رحمت دوبارہ انہیں اپنی کوٹھری میں لے آیا۔ انہوں نے کھانا کھایا اور سگریٹ سلگا کر آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔ جبکہ رحمت گاؤں چلا گیا تھا۔

کمالا اور جبرو سرگوشیوں میں پرانے زمانے کی باتیں کرنے لگے دونوں نے جدا ہونے کے بعد سے لیکر اس وقت تک کی اپنی اپنی داستان سنائی۔ شادو کوٹھری کے دروازے سے لگ کر بیٹھا تھا۔ رحمت رات گئے واپس آیا تو اپنے ساتھ تین گھوڑیاں بھی لایا جن پر زینیں کسی ہوئی تھیں۔ "بھائی جی!" اس نے کمالے کو مخاطب کیا "آپ کو راستے کا سارا پتا ہے۔ ان گھوڑیوں کو ترائی کے علاقے میں پہنچ کر چھوڑ دینا۔ یہ اپنے آپ واپس آ جائیں گی۔ اب تم لوگ جتنی جلدی ہوسکے نکل جاؤ۔ اللہ کے سپرد۔"

کمالے نے اس سے ہاتھ ملایا اور تینوں دوست گھوڑیوں پر سوار ہوگئے۔ کمالے نے گھوڑی کا رخ شمال والے میدان کی طرف پھیر دیا اور چند لمحوں بعد تینوں سوار ہوا سے باتیں کرتے اڑے جا رہے تھے۔

آدھی رات کے بعد میدان ختم ہوگیا اور نیم پہاڑی علاقہ شروع ہوگیا۔ یہاں کوئی کچی سڑک یا پگ ڈنڈی نہیں تھی۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے ٹیلے اور بنجر زمین تھی۔ چند کوس سفر کرنے کے بعد چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا علاقہ آگیا۔ کمالا گھوڑی کو بڑی مہارت سے پہاڑیوں کے بیچ میں سے نکالے لے جارہا تھا۔ جبرو اور شادو اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ جب وہ اس علاقے سے نکل کر ایک ترائی میں داخل ہوئے تو صبح

...ن کی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔

ترائی میں چھوٹے چھوٹے جنگلی پھلاہی کے بے شمار درخت تھے جنہوں نے اپنے ...لے ہوئے چھتناروں سے وہاں مزید اندھیرا کر رکھا تھا۔ ایک سوکھے پہاڑی نالے کو پار ...نے کے بعد سامنے چڑھائی آگئی۔ یہاں کمالا گھوڑی سے اتر آیا۔ جبرو اور شادو بھی ...ڑے۔ جبرو کی ٹانگیں جیسے اکڑ گئی تھیں۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا۔

کمالے نے شادو سے کہا۔ "شادو۔ ان گھوڑیوں کا رخ پیچھے کی جانب کرکے انہیں ...وڑ دو۔"

شادو نے ایسا ہی کیا۔ گھوڑیاں دیکھتے ہی دیکھتے جدھر سے آئی تھیں اسی طرف ...رختوں میں غائب ہوگئیں۔ اب کمالا بھی جبرو کے پاس آکر بیٹھ گیا اور چادر سے منہ ...آیا ہوا پسینہ پونچھ کر بولا۔ "یہاں سے ہماری جگہ زیادہ دور نہیں ہے بس اس پہاڑی ...دوسری جانب جانا ہوگا۔"

پہاڑی کی چڑھائی مشکل تھی۔ آدھی چڑھائی چڑھنے کے بعد انہوں نے ایک جگہ ...کر تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر اوپر چڑھنا شروع کردیا۔ جس وقت وہ پہاڑی کی چوٹی ...پہنچ کر دوسری طرف اتر رہے تھے تو مشرق میں سورج نے اپنا چہرہ اوپر کرکے زمین ...نہری کرنیں بکھیرنا شروع کردی تھیں۔ تھوڑی دیر مزید چلنے کے بعد کمالے کی خفیہ ...کین گاہ آگئی۔ یہ پہاڑی کی ڈھلان پر ایک چٹان کے گہرے شگاف کے اندر چھوٹا سا ...ر تھا۔ غار کے منہ کو جنگلی درختوں اور جھاڑیوں کی خشک ٹہنیوں سے اس طرح چھپا ...گیا تھا کہ باہر سے کسی کو دیکھ کر شک نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کے پیچھے کوئی غار بھی ہے۔

یہاں پہنچ کر جبرو نے منہ ہاتھ دھویا۔ تینوں دوستوں نے مل کر روٹی کھائی اور پھر ...بو اور کمالا سوگئے۔ دوپہر کو سو کر اٹھے۔ شادو سوگیا اور جبرو اور کمالا غار سے باہر آکر ...یک جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھ کر پہرہ دینے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ دیر تک وہ ...رانے زمانے' کلکتے کے زمانے کی باتیں کرتے رہے۔

"کمالے! اس طرح ہم کب تک زندگی گزار سکیں گے ایک نہ ایک دن پولیس ہمیں پکڑ لے گی اور پھر شاید ہی ہمیں کوئی پھانسی کے پھندے سے بچا سکے۔"

کمالے نے کہا۔ "تم ناامید کیوں ہو جاتے ہو میرے یار؟ آخر جنگل میں شیر بھی تو زندہ رہتا ہے۔ آزادی اور بے فکری سے اسی طرح ہم بھی زندہ رہ لیں گے۔"

جبرو نے کہا۔ "انسان اور شیر میں بڑا فرق ہوتا ہے کمالے۔"

"یار کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہم اور کر بھی کیا کرسکتے ہیں۔ ہم تمام انسانوں کی طرح اب نہیں ہیں' جبرو ہم دونوں قاتل ہیں۔ ہمیں عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائی جاچکی ہے اور جیل توڑ کر بھاگے ہوئے ہیں۔"

جبرو چپ رہا۔ وہ نیچے کھڈ میں اگے ہوئے جنگلی جھاڑ جھنکار کو تک رہا تھا۔ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "یار میں چاہتا ہوں کہ ایک بار پھر شریف آدمی کی طرح زندگی بسر کروں۔ شادی کروں۔ میرے بچے ہوں۔ میں ان کو تعلیم دلاؤں اور پھر ان کا بیاہ کروں اور......؟"

کمالا ہنس پڑا۔ "جبرو پیارے! اس بات کو اب دل سے نکال دو۔ ہم مفرور خونی ہیں۔ ہم شریفوں میں گئے تو وہی ہمیں پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیں گے۔"

جبرو نے کمالے کی طرف دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا۔ "کمالے! تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟"

کمالا ریوالور کو اپنے تہبند میں اڑستے ہوئے بولا۔ "وہ کیا چیز ہوتی ہے پیارے؟"

جبرو بولا۔ "چھوڑ ان باتوں کو۔ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اس خفیہ جگہ پر ہم زیادہ دیر تک نہیں رہ سکیں گے۔ شادو راشن لینے ہفتے میں ایک بار گاؤں کے پاس سوچیت گڑھ جاتا ہے۔ میرے فرار کے بعد پولیس نے وہاں مخبروں کا جال پھیلا دیا ہوگا۔ کیونکہ میں اسی علاقے سے گرفتار ہوا تھا۔ شادو زیادہ دیر تک اپنے آپ کو پولیس کی نظروں سے نہ بچا سکے گا۔"

کمالے نے گردن پر الٹا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب یہاں سے کسی اور طرف کوچ کرنے کا سوچیں یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کمالے کہ ایک نہ ایک روز یہاں پولیس پہنچ کر ہلاک یا گرفتار کرلے گی یہ علاقہ محفوظ نہیں رہا اب۔"

کمالا سوچ میں پڑ گیا۔ "کہتے تو تم ٹھیک ہو مگر جہاں بھی جائیں گے پولیس کی تلوار سروں پر لٹک رہی ہوگی۔"

جبرو نے کہا۔ "کمالے! تم میرے جگری یار ہو۔ تم سے میں اپنے دل کی کوئی بات چھپا سکتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ یہاں سے دور کسی گمنام سی جگہ پر جاکر ایک نئی زندگی شروع کروں۔ اگر تم بھی میرا ساتھ دو تو ہم اپنے گناہوں کے داغ دھو سکتے ہیں۔"

کمالا ہنسنے لگا۔ "جبرو! کبھی کبھی تم بالکل بچوں کی طرح باتیں کرنے لگتے ہو۔ شاید ابھی تک احساس نہیں ہوا کہ ہم موت کے منہ میں بیٹھے ہیں اور ہماری باقی موت سے آنکھ مچولی کھیلتے ہی گزرے گی۔"

جبرو خاموش ہوگیا۔ کمالے کو اس نے کوئی جواب نہ دیا لیکن اس کا دل اسے بار پھر شریفانہ زندگی کے آغاز نو پر اکسا رہا تھا۔ اس نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ کچھ ہوجائے وہ ملک کے کسی دور دراز گوشے میں نکل جائے گا اور نام بدل کر ایک اور شریفانہ زندگی کا آغاز کرے گا۔ اسے اپنے دل میں یہ بھی یقین تھا کہ وہ کمالے کو بھی راضی کرلے گا اور اسے بھی اپنے ساتھ لیکر جائے گا۔

دوسرا دن بھی انہی خدشات اور خطرات کے ساتھ گزر گیا۔ ایک آدمی غار کے پہرہ دیتا رہا اور باقی دو غار کے اندر دبکے بیٹھے رہے۔ چوتھے دن شادو کو راشن کے سوچیت گڑھ جانا تھا کمالے نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اب وہ ایک ایسے میں جا رہا ہے جہاں قدم قدم پر خطرہ ہے۔ سی آئی ڈی کے آدمی چاروں طرف کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ کمالا شادو کو نہیں بھیجنا چاہتا تھا مگر اسے بھیجے بغیر چارہ نہیں تھا۔ راشن کے بغیر تین آدمی وہاں زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ جبرو خاموشی سے

سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس کا تجربہ کمالے سے زیادہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ زندگی کا یہ انداز زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گا۔

شادو گھوڑے پر سوار ہوکر سوچیت گڑھ میں واقع گامی کے ڈیرے کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے دیہاتیوں ایسا لباس پہن رکھا تھا راستہ اسے معلوم تھا کہ کہاں سے ہوکر کدھر جانا ہے۔ وہ گھوڑے کو اسی راستے پر لے جارہا تھا۔ شادو کے دل میں بھی خطرے کی گھنٹی بار بار بج رہی تھی۔ کوئی غیبی آواز اسے آگے جانے سے روک رہی تھی۔ مگر وہ رک نہیں سکتا تھا۔

دوسری طرف پولیس کی ایک پارٹی دیہاتی کپڑوں میں کئی روز سے گامی کے ڈیرے کے اردگرد کے علاقے کی مسلسل نگرانی کر رہی تھی۔ اسی جگہ سے جبرو کو گرفتار کیا گیا تھا۔ چنانچہ پولیس کو شبہ تھا کہ کمالا اور جبرو جیل سے فرار ہوکر اسی علاقے میں کہیں روپوش ہیں' پولیس پارٹی میں ایک ایس پی' ایک ڈی ایس پی اور دس کانسٹیبل شامل تھے ان کے پاس پستول' ریوالور اور گولیاں وافر مقدار میں موجود تھیں۔ گامی پر انہوں نے اسی لئے ہاتھ نہیں ڈالا تھا کہ پولیس کو امید تھی کہ اگر کمالا اور جبرو اس علاقے میں ہیں تو وہ گامی کے ڈیرے پر ضرور آئیں گے۔

جس رات شادو گھوڑے پر سوار ہوکر ہفتے بھر کا راشن لینے گامی کے ڈیرے کی طرف آرہا تھا۔ اس وقت بھی پولیس کی پارٹی کے آدمی گھات لگائے بیٹھے تھے۔ گامی کو بھی علم تھا کہ آج رات کمالے کا آدمی راشن لینے کے لئے اس کے ڈیرے پر آئے گا۔ جبرو کے فرار کے بعد یہ اس کا پہلا پھیرا تھا اس لئے قدرتی طور پر گامی گھبرایا ہوا سا تھا۔ کیونکہ یہ بات وہ بھی جانتا تھا کہ پولیس اس علاقے کو اپنی نظر میں رکھے ہوئے ہے۔

پولیس کے آدمیوں کو حکم تھا کہ کسی حالت اور کسی حلیے میں بھی گامی کے ڈیرے کے قریب نہ جائیں۔ مگر اس وقت جب کہ شادو' گامی کے ڈیرے سے محض دو تین کوس دور رہ گیا تھا۔ ایس پی سرجن سنگھ اور ڈی ایس پی رندھاوا جھاڑیوں کے

پیچھے چھپ کر بیٹھے باری باری گامی کے ڈیرے والے آموں کے باغ کو دیکھ رہے تھے۔

شادو کے پاس بھی ریوالور موجود تھا۔ اندھیری رات میں اسے دور سے آموں کے سیاہ جھنڈ دکھائی دیئے تو وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اس نے گھوڑا ایک کیکر کے درخت کے نیچے باندھا تو شادو کا دل دھڑک رہا تھا۔ اسے فضاء میں خطرے کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ مگر چونکہ ابھی نوجوان تھا۔ ناتجربہ کار تھا۔ اس لئے موقع کی سنگینی کا پوری طرح سے تجزیہ نہ کرسکا اور ریوالور ہاتھ میں تھامے جھک کر جھاڑیوں اور درختوں کی اوٹ لیتا آموں کے ویران باغ کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ رات سرد تھی۔ مگر شادو کو پسینہ آرہا تھا۔ ایس پی سرجن سنگھ سر گھٹنوں پر رکھے آنکھیں بند کئے جھاڑی کی اوٹ میں خاموش بیٹھا تھا۔ ڈی ایس پی رندھاوا شاخوں اور پتوں کے بیچ میں سے آموں کے باغ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایکا ایکی اندھیرے میں اسے ایک سایہ باغ کی منڈیر پھلانگ کر درختوں کے اندھیرے میں گم ہوتا دکھائی دیا۔ اس نے ایس پی سنگھ کو آہستہ سے بلایا اور سرگوشی میں کہا۔ "کوئی باغ میں داخل ہوا ہے سر"

دونوں آفیسر آنکھیں پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنے لگے ایس پی نے ڈی ایس پی کے کان میں کچھ کہا اور ڈی ایس پی زمین پر رینگتا ہوا قریبی جھاڑی کی طرف بڑھا۔ وہاں پولیس کے دو سپاہی چھپے بیٹھے تھے۔ یوں اردگرد کی جھاڑیوں میں بکھری ہوئی پولیس کو خبردار کردیا گیا۔ رندھاوا اور ایس پی سنگھ خاموشی سے رینگ کر آم کے باغ کے اور قریب ہوگئے۔ پولیس پارٹی کے مابین طے یہ پایا تھا کہ جو مشتبہ شخص رات کے اندھیرے میں باغ میں داخل ہوا ہے' اسے قابو میں کرنے کی بجائے یہ دیکھا جائے کہ وہ کتنی دیر ڈیرے پر رہتا ہے اور اگر باہر نکلتا ہے تو کس طرف جاتا ہے؟ دونوں پولیس آفیسر اندھیرے میں زمین کے ساتھ لگے گامی کے ڈیرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں کوٹھری کے کواڑ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی۔

ایس پی سنگھ نے آہستہ سے کہا۔ "یہ آدمی باہر سے کچھ لینے آیا ہے۔ اگر یہ کوٹھری میں ہی رہا تو ہم ڈیرے پر دھاوا بول دیں گے۔"

ڈی ایس پی نے سرگوشی میں کہا۔ "سر! ایسے لگتا ہے کہ یہ مفرور ملزموں کا آدمی ہے اور گامی کے لئے کوئی خاص پیغام لیکر آیا ہے ہمیں چھاپہ مارنے کی بجائے اس کا پیچھا کرنا چاہئے۔"

ایس پی کو اس قیاس آرائی نے قائل کیا اوراس نے ڈی ایس پی کو خاص ہدایت دیکر پیچھے پولیس پارٹی کے پاس بھیج دیا۔ اب وہاں صرف ایس پی سنگھ خود کو چھپائے لیٹاتھا۔ ریوالور اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ آنکھیں آم کے باغ میں گامی کی کوٹھری پر جمی تھیں۔ رات کا سناٹا مہیب ہوگیا تھا۔ کہیں کوئی آواز تک نہ تھی۔ ایس پی سنگھ کا خیال تھا کہ جو آدمی اندھیری رات میں چھپتا چھپاتا آیا ہے۔ ممکن ہے وہ رات کے پچھلے پہر وہاں سے نکلے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اسے ایک بار پھر کواڑ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ رات کے سناٹے میں یہ آواز اسے صاف سنائی دی تھی۔ وہ چوکس ہوگیا اور آنکھیں اندھیرے میں جما دیں۔

ایک سایہ آم کے باغ میں سے باہر نکلا۔ اس نے کاندھے پر بوری اٹھا رکھی تھی اور اس کا رخ جموں جانے والے میدان کی طرف تھا۔ ایس پی سنگھ نے اپنی پارٹی کو پیغام بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے اس آدمی کا پیچھا شروع کردیا۔

یہ شادو تھا اس نے ویرانے میں کیکر کے درخت کے پاس جاکر گھوڑے پر بوری ڈالی اور گھوڑے پر سوار ہو کر جموں کی ترائی کی طرف روانہ ہوگیا۔

ایس پی سنگھ نے فوراً ڈی ایس پی کو بلا کر ہدایت کی کہ گاؤں سے گھوڑے لائے جائیں۔ پولیس پارٹی کے گھوڑے قریبی گاؤں میں ہروقت موجود رہتے تھے۔ اس کام میں انہیں پندرہ بیس منٹ لگ گئے ایس پی کو یقین ہوگیا تھا کہ کمالا اور جبرو دونوں میں سے کوئی ایک جموں کی ترائی کے جنگل میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس پارٹی پوری طرح مسلح ہوکر جموں کی ترائی کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

اب ان کے ساتھ پولیس کا ایک کھوجی بھی تھا۔ جو پکی سڑک پر بھی گھوڑوں کے سموں کے نشان اٹھا لینے پر ماہر تھا۔ ایس پی سرجن سنگھ پولیس پارٹی کو لے کر ترائی کے جنگل میں پہنچ گیا۔ ان کی تھری ناٹ تھری کی رائفلیں گھوڑوں کے ساتھ لٹک رہی تھیں۔ یہ سب عام دیہاتی کپڑوں میں تھے۔ اس نے پو پھٹنے سے پہلے پہلے ترائی میں ایک پہاڑی کی ڈھلان پر اپنی پارٹی کو ایک خشک نالے کے کنارے درختوں کے نیچے جمع کردیا اور دن نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب اجالا پھیلنا شروع ہوا تو ایس پی نے کھوجی کو ساتھ لیا۔ ڈی ایس پی کو پارٹی کے ساتھ پیچھے رہنے کی ہدایت کی اور خود پہاڑی کی طرف بڑھا۔

کھوجی جھک کرگھوڑے کے کھرے دیکھ رہاتھا۔ آخر ایک جگہ اس نے گھوڑے کے سموں کے نشان دیکھ لئے۔ یہ شادو کے گھوڑے کے نشان تھے۔ جو پہاڑی کی ڈھلان کی طرف جارہے تھے۔ سرخ بجری ملی مٹی اور گھاس پر بنے ہوئے ان نشانوں کو کھوجی کی عقابی نظریں صاف دیکھ رہی تھیں۔ پہاڑی پر تھوڑی دور تک چلنے کے بعد ایس پی سرجن سنگھ وہیں رک گیا۔

گھوڑے کے سموں کے نشان اب اوپر کی طرف جارہے تھے۔ جہاں ایک چٹان کا کونہ باہر نکلا ہوا تھا۔ ایس پی نے اندازہ لگایا کہ گھوڑا اس سے آگے نہیں جاسکتا۔ کیونکہ آگے چٹان حائل تھی۔ اس کامطلب یہ تھا کہ مفرور ملزم اسی چٹان کے آس پاس کسی کھوہ میں چھپا ہوا ہوگا۔

وہ کھوجی کو ساتھ لیکر واپس نیچے کھڈ کے کنارے پولیس پارٹی کے پاس آگیا۔ پولیس آفیسرز کے مابین مشورے شروع ہوگئے۔ فوری طور پر ایک سپاہی سوچیت گڑھ تھانے کی جانب مزید کمک منگوانے کے لئے روانہ کردیا گیا۔

☆☆☆

شادو پو پھٹنے سے پہلے ہی راشن لیکر چٹان والی خفیہ کمین گاہ پر پہنچ گیا۔ اس نے جبو اور کمالے کو بتایا کہ اگرچہ اسے قدم قدم پر خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ مگر راستے میں

کوئی آدمی دکھائی نہیں دیا۔ جبرو خاموش بیٹھا تھا۔ وہ کھوہ کے اندر دری پر لحاف اوڑھ کر سویا ہوا تھا۔ لیکن شادو کی آمد پر اٹھ بیٹھا تھا۔ کمالا رات بھر باہر پہرہ دیتا رہا تھا۔ کمالے نے راشن کی بوری کھوہ کے اندر رکھوائی اور شادو سے کہا کہ اب تو سوجا۔ رات بھر کا جاگا ہوا ہے۔ شادو کونے میں لحاف میں گھس گیا۔ وہ اس قدر تھکا ہوا تھا کہ لیٹتے ہی سو گیا۔ کمالے نے سگریٹ سلگایا اور جبرو کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ قریب ہی زمین پر اس کا بستر بھی لگا ہوا تھا۔ جبرو نے کہا۔ "تو بھی آرام کر کمالے۔ میں پہرہ دیتا ہوں۔"

کمالے نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ "نہیں یار۔ اب صبح ہو رہی ہے۔ راشن آگیا ہے۔ روٹی پکاؤں گا کچھ کھا پی کر ہی سوؤں گا اب۔"

جبرو بولا۔ "شادو کہہ رہا تھا کہ اسے راستے میں کوئی آدمی نہیں ملا۔ تمہارا کیا خیال ہے کمالے؟ پولیس کہیں دوسرے شہر میں تو ہمیں تلاش نہیں کر رہی؟"

کمالا پل بھر کے لئے خاموش رہا پھر سگریٹ کا کش لگا کر بولا "ایسا ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ چونکہ تم اس علاقے سے پکڑے گئے ہو اس لئے پولیس کو اسی علاقے پر زیادہ شبہ ہوگا۔ اس علاقے کی نگرانی خاص طور پر ہو رہی ہوگی۔"

جبرو نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اسی لئے تو میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں یہ اڈا اب چھوڑ دینا چاہئے۔"

کمالا بولا۔ "بھاپے ہم جہاں بھی جائیں گے پولیس کا خطرہ موجود ہوگا۔ ابھی تم اسی جگہ پر کچھ دیر آرام کرو۔ بعد میں کچھ سوچ لیں گے۔"

جبرو نے اپنا پرانا ارادہ ایک بار پھر دہراتے ہوئے کہا۔ "کیوں نہ ہم آزاد علاقے کی طرف نکل چلیں۔"

کمالے نے کہا۔ "یار آزاد علاقہ بھی آج کل محفوظ نہیں ہے' جنگ لگی ہوئی ہے اس علاقے میں بھی پولیس نے اپنے مخبر جگہ جگہ چھوڑ رکھے ہیں۔ وہاں تو ہم اپنی

زبان اور رنگ روپ سے بہت جلد پہچان لئے جائیں گے۔"

کمالے کی اس دلیل نے جبرو کو قائل کر لیا۔ واقعی وہ وہاں بالکل اجنبی لگے گا اور پہچان لیا جائے گا۔ اس نے قبائلی علاقے میں جانے کا خیال دل سے بالکل نکال دیا۔ مگر وہ اس ترائی میں بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ رہا تھا۔ کسی وقت بھی پولیس چھاپہ مار کر انہیں گرفتار کر سکتی تھی۔ ان کے پاس اسلحہ بھی زیادہ نہیں تھا اور وہ پولیس پارٹی کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ لحاف اوڑھے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ کمالے نے کھوہ کے منہ کے پاس آگ جلا کر روٹی پکائی۔ شادو گہری نیند سو رہا تھا۔ دونوں دوستوں نے پیاز اور چٹنی کے ساتھ روٹی کھائی۔ کمالے نے کیتلی میں چائے تیار کی اور دونوں مٹی کے پیالوں میں چائے ڈال کر پینے اور باتیں کرنے لگے۔ دن گزرتا جا رہا تھا۔ چائے پینے کے بعد وہ سگریٹ سلگا کر بیٹھ گئے اور پرانے دنوں کی باتیں کرنے لگے۔

اچانک کمالا ٹھٹک سا گیا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں جبرو بھی اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کمالے نے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا اور تیزی سے اٹھ کر دیوار سے لگی رائفل اٹھائی اور غار کے منہ کے پاس جا کر چٹان کی اوٹ میں سے باہر جھانکنے لگا۔ پھر انتہائی پھرتی کے ساتھ اس نے رائفل کی نالی کو باہر کر کے نشانہ لیا اور دھماکہ خیز فائر کر دیا۔ فضاء میں ایک انسانی چیخ بلند ہوئی اور کمالے نے چلا کر کہا۔ "جبرو۔ رائفل اٹھا کر میرے پیچھے آ۔"

جبرو سمجھ گیا کہ پولیس پہنچ گئی ہے۔ اس نے اپنی رائفل اٹھائی اور شادو کو زور سے ہلاتے ہوئے بولا۔ "شادو۔۔۔ اٹھو۔۔۔ پولیس آگئی ہے۔"

شادو گھبرا کر اٹھا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جبرو نے شادو کو وہیں ٹھہرنے کو کہا اور خود غار سے باہر آگیا۔ وہ جھک کر چل رہا تھا۔ آگے کمالا جھاڑیوں کی اوٹ میں منہ کے بل لیٹا آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ اس نے دھائیں سے ایک اور فائر کر دیا۔ اس کے

بعد تیسرا جھونک دیا۔ درختوں پر سے پرندے پھڑ پھڑاتے ہوئے اڑ گئے۔ جبرو بھاگ کر کمالے کے پاس آکر لیٹ گیا۔

"میں نے دو چٹ کپڑیئے سپاہیوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ تم پیچھے کا خیال رکھو۔"

اچانک ترائی کا جنگل بیک وقت متعدد رائفلوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی نشیبی درختوں کی جانب سے ایک آواز بلند ہوئی۔ "میں ایس پی سرجن سنگھ بول رہا ہوں ۔ جبرو تم پولیس کے گھیرے میں ہو۔ یہاں سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو۔"

کمالے نے جبرو کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ "تم کھوہ کی طرف رینگتے ہوئے چلو۔"

جبرو لیٹے لیٹے گھوم گیا اور چٹانی کھوہ کی طرف رینگنے لگا

اچانک پہاڑی کے اوپر سے گولی آئی جو جبرو کے بالکل قریب ہی جھاڑیوں کو توڑتی ہوئی نیچے کھڈ کی طرف نکل گئی۔ جبرو فوج کا تربیت یافتہ تھا۔ کہنیوں کے بل اٹھا اور جھکا جھکا بھاگ کر غار میں داخل ہوگیا۔ وہاں شادو رائفل لئے گھات میں پہلے ہی بیٹھا تھا۔ جبرو نے آتے ہی رائفل کا رخ پہاڑی کے اوپر کر کے اوپر تلے دو فائر کردیئے۔ اوپر سے پے در پے دس گیارہ فائر ہوئے دھماکوں سے جنگل لرز اٹھا۔

جبرو سمجھ گیا کہ وہ سچ مچ پولیس کے نرغے میں ہیں اور پولیس نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا ہے اور اب ایک ہی صورت ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی اپنی جان بچا کر جدھر منہ اٹھے بھاگ جائیں۔ نشیب کی طرف سے ایس پی سرجن سنگھ کی آواز دوبارہ بلند ہوئی۔ اس نے ایک بار پھر ہتھیار پھینک کر اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ کمالا نشیب میں فائر کرنے لگا۔ جبرو نے اسے آواز دے کر اپنی طرف بلایا تھا۔ کمالا ناسمجھ تھا۔ اسے اس قسم کی گوریلا جنگ کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ کمالا بار بار رائفل میں گولیاں بھرتا اور فائرنگ شروع کر دیتا۔ جبرو رینگتا ہوا اس کے پاس گیا اور اسے تقریباً کھینچتا ہوا واپس غار میں لے آیا۔

جبرو اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ کھیل ختم ہوگیا ہے۔ اگر وہ کچھ دیر تک ایسے ہی ہوا میں گولیاں چلاتے رہے تو اوپر والی پولیس پارٹی غار پر دھاوا بول دیگی اور پھر یا تو ان تینوں کی لاشیں وہاں پڑی ہوں گی۔ اور یا پولیس انہیں ہتھکڑیاں پہنا چکی ہوگی۔ اس نے شادو سے کہا۔ "شادو۔ باہر فائر کرتے رہو۔" پھر وہ کمالے سے کہنے لگا۔ "کمالے! ہم چاروں طرف سے گھیرے میں لئے جاچکے ہیں۔ پولیس کے پاس اسلحہ بھی بہت ہے اور ان کی نفری بھی زیادہ ہے۔ ایک ٹکڑی ہمارے سر کے اوپر بیٹھی ہے اور باقی نیچے سے اوپر آرہی ہے۔ ہمارے لئے اب یہی بہتر ہے کہ اپنی اپنی جان بچا کر نکل بھاگیں۔ خدا کو منظور ہوا اور زندہ رہے تو پھر کہیں نہ کہیں ملاقات ہو جائے گی۔"

کمالا پہلے تو نہ مانا مگر جب پولیس پارٹی کی فائرنگ قریب سے سنائی دینے لگی تو اس نے شادو کو بھی اندر بلایا اور کہا۔ "شادو' تینوں ریوالوروں میں گولیاں بھردو۔ جلد کرو۔"

شادو نے اسی وقت ٹوکرے سے ریوالور نکال کر بھر دیئے کچھ گولیاں کمالے اور جبرو نے اپنی اپنی جیبوں میں رکھ لیں۔ تینوں نے ایک ایک ریوالور سنبھال لیا۔ کمالے نے کہا۔ "یہاں سے ایک خفیہ راستہ دوسری طرف جاتا ہے۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

جبرو اور شادو کمالے کے پیچھے ہوگئے۔ غار سے نکل کر کمالا جھک گیا اور چٹان کے کنارے کنارے دیوار کے بالکل ساتھ لگ کر پیچھے کی طرف چلنے لگا۔ اوپر اور نیچے سے برابر گولیاں برس رہی تھیں۔ چٹان کے عقب میں ایک تنگ دراڑ تھی۔ جس میں سے وہ بڑی مشکل سے ایک ایک کر کے گزر گئے۔ دوسری جانب گہری ڈھلان تھی نیچے ایک خشک پہاڑی نالہ تھا جو جھاڑیوں اور خشک لمبی گھاس سے بھرا ہوا تھا۔ ڈھلانی دیوار سے چمٹ کر وہ آہستہ آہستہ نالے میں اتر گئے۔ پھر انہوں نے نالے کی جھاڑیوں میں ایک طرف بڑھنا شروع کردیا۔ فائر کی آواز اب دوسری طرف آتی معلوم ہوتی تھی۔ کمالا انہیں پولیس کی فرنٹ لائن سے نکال لایا تھا۔

کوئی نصف فرلانگ چلنے کے بعد پہاڑی نالہ ختم ہوگیا۔ آگے ایک ڈھلان تھی

جہاں سے برسات میں نالے کا پانی آبشار کی شکل میں نیچے گرا کرتا تھا۔ یہ ڈھلان زمین سے کوئی چھ سات فٹ بلند تھی نیچے ایک گول حوض سا بنا ہوا تھا۔ جس میں پانی بالکل نہیں تھا۔ پتھر ہی پتھر پڑے تھے۔ ایک بار پھر انہیں ایس پی کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز اب دور سے آرہی تھی۔ ایس پی سرجن سنگھ کہہ رہا تھا۔

"میں تمہیں دو منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ ہتھیار پھینک کر غار سے باہر آجاؤ۔ نہیں تو ہماری گولیاں تمہیں چھلنی کردیں گی۔"

کمالے نے گہرا سانس لیکر کہا۔ "جبرو! یہاں سے ایک راستہ شمال کو اور ایک راستہ جنوب کو جاتا ہے۔ اگر ہم اکٹھے یہاں سے نکلے تو پکڑے جائیں گے۔ ہمیں ایک ایک کرکے جدھر راستہ ملے نکل جانا ہوگا۔"

اس نے شادو سے بھی یہی بات کہی۔ جبرو کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ تڑاخ سے ایک گولی ان کے اوپر پتھروں سے ٹکرا کر پھٹ گئی۔ پتھروں کی کرچیں ان کے اوپر آکر گریں کمالے نے کہا۔ "جبرو۔ تم پہلے نکل چلو۔ خدا کو منظور ہوا تو پھر کبھی ضرور ملیں گے۔"

جبرو نے کمالے کو سینے سے لگایا۔ آہستہ سے کہا۔ "اللہ کے حوالے" اور حوض کی تین فٹ اونچی پتھریلی دیوار کو پھاند کر گوریلوں کی طرح جھکے جھکے اونچی گھاس اور جنگلی جھاڑیوں کے بیچ گھس گیا۔ جبرو کے نکل جانے کے بعد کمالے نے شادو سے کہا کہ وہ بھی جس طرف راہ ملے فرار ہو جائے۔ شادو اصرار کرنے لگا کہ میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔ کمالے نے اسے ڈانٹا۔ "بحث نہ کرو شادو۔ ایک ایک کرکے ہم فرار ہونے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اکٹھے بھاگے تو مارے جائیں گے۔ نکل جاؤ اب۔"

شادو بادل نخواستہ حوض کی دیوار پھاند کر جھاڑیوں میں غائب ہوگیا۔ اس کے جانے کے ایک منٹ بعد جب کمالے نے حوض کی دیوار پھاندی تو جنگل دھڑا دھڑ فائرنگ سے گونج اٹھا۔ ایس پی نے دو منٹ کی مہلت گزر جانے کے بعد غار پر چاروں

طرف سے دھاوا بول دیا تھا۔ کمالا شمال مغرب کی سمت نشیب کی وادی میں اترنے لگا۔ یہ راستہ دشوار گزار پیچیدہ مگر محفوظ تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد فائرنگ کی آواز اس سے دور رہ گئی تھی۔

☆☆☆

جبرو فوجی گوریلے کی طرح جھاڑیوں میں سے جھک کر تیز تیز دوڑا چلا جا رہا تھا۔ اس نے اپنا رخ جنوب کی طرف کرلیا تھا۔ مغرب کی طرف سوچیت گڑھ کا علاقہ تھا۔ جس سے وہ بچنا چاہتا تھا اسے صرف اتنا ہی احساس تھا کہ وہ جنوب کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اس کے سوا جبرو کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ دو منٹ کی مہلت گزر جانے کے بعد گولیوں کے جو دھماکے ہوئے تھے' وہ جبرو نے بھی سنے تھے۔ فائرنگ کی آواز اب بھی آرہی تھی۔ مگر یہ اب بہت پیچھے رہ گئی تھی۔

دوپہر کے بعد جبرو کو دور کچھ کھیت اور کچھ کچے مکان نظر آئے یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جبرو اس گاؤں سے ہٹ کر آگے نکل گیا یونہی سفر کرتے کرتے رات ہوگئی۔ صبح کمالے کے ساتھ ہی اس نے روٹی کھائی تھی۔ اب اسے بھوک بھی لگ رہی تھی۔ راہ میں کوئی پھل دار باغ بھی نہیں آیا تھا۔ کیونکہ جبرو جان بوجھ کر ویران علاقوں سے گزر رہا تھا جب رات کا اندھیرا چھاگیا تو دور اسے ریلوے انجن کی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ ریلوے لائن وہاں قریب ہی سے گزرتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اندھیرے میں دور درختوں کے درمیان سے ریل گاڑی چھک چھک کرتی نکل گئی۔ اس کے انجن کی تیز روشنی درختوں کے بیچ میں سے کچھ دیر کے لئے جبرو کو دکھائی دی اور پھر غائب ہوگئی۔

جبرو آبادی کی طرف نہیں جانا چاہتا تھا۔ آبادی میں اسے موت منہ پھاڑے دکھائی دیتی تھی۔ اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ کس علاقے میں آگیا ہے اس کا اندازہ تھا کہ پسرور اور اجنالے کے درمیانی علاقے سے گزر رہا ہے۔ کیونکہ یہاں زمین جگہ جگہ زیر کاشت تھی اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے گاؤں ملتے تھے۔

اندھیرے میں وہ ایک کماد کے کھیت میں داخل ہوگیا۔ اس نے دو تین گنے اکھاڑے اور بیٹھ کو چوسنے لگا۔ اس سے اس کو کافی حوصلہ ہوا تھوڑی دیر بعد کھیت سے نکلا اور رات کی تاریکی میں ہی ایک طرف چلنا شروع کردیا۔

رات اس نے ایک درخت کے نیچے لیٹ کر بسر کی۔ صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز علاقے میں ہے۔ جہاں جگہ جگہ ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ جبرو ایک طرف سے ہو کر اس علاقے سے دور نکل گیا۔ اب ایک بار پھر ویران میدان شروع ہوگئے جہاں کہیں کہیں کیکر اور پھلاہی کے بے ڈھنگے جنگلی درخت جھکے ہوئے نظر آرہے تھے۔ دن کے کوئی دس گیارہ بجے تھے کہ جبرو کو ایک مٹی کے تودے کے پاس ایک چھوٹا سا مندر دکھائی دیا پیچھے کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جبرو کو سخت بھوک لگ رہی تھی۔ وہ مندر کے پاس آکر پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ مندر کا مہنت ہاتھ میں تھیلا اٹھائے مندر سے نکل کر جبرو کے قریب سے گزرا تو اسے دیکھ کر رک گیا۔

"تمہیں پہلے اپنے گاؤں میں نہیں دیکھا میں نے کہاں سے آرہے ہو؟ کہاں جانا ہے؟"

مہنت بڑی صاف پنجابی بول رہا تھا جو عام طور پر ضلع امرتسر کے نواح میں بولی جاتی ہے۔ جبرو نے اسے پرنام کیا اور بولا۔ "مہاراج بہت دور سے آرہا ہوں ہریکے جانا ہے تھکان اتارنے کے لئے بیٹھ گیا ہوں۔"

مہنت نے پوچھا۔ "ہندو ہو؟"

جبرو نے کہا۔ "ہاں مہاراج؟"

مہنت مسکرا کر بولا۔ "تم بیٹھو میں تمہارے لئے ترکاری روٹی لاتا ہوں۔" مہنت کا گھر شاید مندر کے پیچھے ہی تھا۔ وہ وہاں گیا اور جبرو کو ایک تھالی میں چار پانچ پھلکے اور سبزی لاکر دی جبرو کل کا بھوکا تھا۔ فوراً ہڑپ کر گیا۔ جان میں جان آئی۔ مہنت کا شکریہ ادا کیا اور پرنام کر کے پوچھا۔ "مہاراج ہریکے گاؤں آگے ہی ہے ناں؟" اصل

میں وہ مہنت سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کدھر جارہا ہے۔

مہنت نے کہا۔ "بچہ ہریکے گاؤں یہاں سے کافی دور ہے۔ مگر تم سکھ داس پور سے یکے پر کیوں نہیں بیٹھ جاتے؟"

سکھ داس پور سے جبرو واقف تھا۔ یہ امرتسر سے راج سانسی جانے والی کچی سڑک سے کوئی بیس کوس کے فاصلے پر اندر کی طرف تھا۔ اور وہاں سے ہوشیار پور تک کا وسیع و عریض علاقہ کسی بیابان کی یاد دلاتا تھا۔ جہاں آبادی بہت ہی کم تھی۔ یہ شمالی پنجاب کا میدانی علاقہ ہی تھا' مگر وہاں سے کوہ شوالک کی سطح مرتفع شروع ہو جاتی تھی۔ جبرو نے دل میں سوچا کہ اسے اس علاقے کی طرف چلے جانا چاہئے۔ وہاں وہ کافی حد تک محفوظ رہ سکے گا۔ جبرو نے مہنت کو پرنام کیا اور آگے روانہ ہوگیا۔

ایک رات اور دو دن کے پیدل سفر کے بعد جبرو سکھ داس پور اور ہریکے کے شمال والے درمیانی علاقے میں پہنچ گیا۔ یہ زمین زیادہ تر پتھریلی تھی۔ کھڈ اور خشک نالے بہت تھے۔ بہت دور ہوشیار پور کی پہاڑیوں کے خاکے نظر آرہے تھے۔ اس غیر ہموار بنجر میدانی علاقے میں چلتے چلتے بہت جلد تنگ گیا۔ وہ ایک تودے کے قریب پتھر کی ایک بھوری سیل پر بیٹھ کر تھکان اتارنے لگا۔

اچانک ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز اسے سنائی نہیں دی تھی بلکہ اسے آواز کا احساس ہوا تھا۔ پہلے تو جبرو نے سمجھا کہ زیادہ تھکان کی وجہ سے اس کے کان سنسنا رہے ہوں گے۔ اس نے سگریٹ سلگا لیا۔ ابھی ایک ہی کش لگایا تھا کہ وہ آواز پھر سنائی دی۔ جبرو نے اپنے کان کھڑے کر لئے۔ آواز کسی کراہ سے ملتی جلتی تھی اور جیسے کوئی میل دور سے آرہی تھی۔

ڈیڑھ دو منٹ خاموشی سے گزر گئے۔ اس کے بعد وہی کراہ نما آواز پھر سنائی دی۔ یہ کسی عورت کی آواز معلوم ہوتی تھی اور بہت ہی کمزور اور مدھم مدھم تھی۔ کچھ دیر بعد جب پھر وہی آواز بلند ہوئی تو جبرو نے اسے غور سے سنا۔ آواز صرف ایک لمبی دہشت بھری کراہ تھی۔ پہلے تو وہ ڈر گیا کہ یہاں ضرور کوئی بھوت پریت رہتا ہے جو

اسے خوف زدہ کرنے اور وہاں سے بھگانے کے لئے ایسی آوازیں نکال رہا ہے مگر وہ ایک دلیر اور سیدھا سادا مسلمان آدمی تھا اور خدا کے سوا کسی دوسری شے سے نہیں ڈرتا تھا۔ کراہ میں کچھ وقفہ آ گیا۔ یہ وقفہ تین چار منٹ کا تھا۔ جب پھر وہی آواز سنائی دی تو وہ کانپ سا گیا یہ خیال کر کے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ عورت کی آواز زمین کے اندر سے آ رہی تھی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے سوچا۔ مگر غیر شعوری طور پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور جھک کر زمین کو ادھر ادھر غور سے تکنے لگا۔ ایک جگہ پتھر اور مٹی اس طرح بکھری ہوئی تھی۔ جیسے کسی نے کھود کر دوبارہ پھیلا دی ہو۔ اچانک وہی آواز پھر بلند ہوئی۔ جبو کو محسوس ہوا کہ یہ آواز اس تازہ کھدی ہوئی مٹی کے نیچے سے آ رہی ہے۔

جبو اس جگہ بیٹھ گیا۔ اس نے دو تین بار زمین پر زور سے ہاتھ مارا۔ نیچے سے پھر وہی کراہ سنائی دی۔ اب جبو کو یقین ہو گیا کہ اس جگہ کوئی عورت زندہ دفن کر دی گئی ہے۔ اس کے پاس زمین کھودنے کے لئے کوئی کدال وغیرہ نہیں تھی۔ بھاگ کر اس نے کیکر کے درخت کی ایک خشک سوکھی ہوئی ٹہنی توڑی اور اس سے جلدی جلدی مٹی کھودنی شروع کر دی۔ مٹی بھربھری اور نرم تھی۔ اس لئے بڑی آسانی سے ہٹتی چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں ایک گڑھا بن گیا۔ جبو کو ایک انسانی ہاتھ بھربھری مٹی سے باہر نکلا ہوا دکھائی دیا اگر وہ جی دار مرد نہ ہوتا تو یقیناً اس کی چیخ نکل جاتی۔ یہ کسی عورت کا ہاتھ تھا۔ جس کی انگلیاں آہستہ آہستہ ہل رہی تھیں' اب اسے عورت کی کراہ بڑی صاف سنائی دے رہی تھی۔

جبو نے اونچی آواز میں کہا۔ "گھبراؤ نہیں بہن۔ ذرا حوصلہ رکھو۔"

اب اس نے دیوانہ وار مٹی ہٹانی شروع کر دی۔ عورت کا پورا بازو نمایاں ہو گیا۔ جبو اندازے سے اس جگہ سے مٹی ہٹانے لگا جہاں عورت کا چہرہ تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد عورت کی آنکھیں اور ناک مٹی میں بھرے ہوئے تھے۔ جبو نے انتہائی تیزی سے عورت کے سارے جسم پر سے مٹی ہٹا دی اور اسے سہارا دے کر بٹھا دیا۔ عورت کی عمر

پچاس کے قریب تھی۔ جسم دبلا تھا' اور اس سے نقاہت اور دہشت کے مارے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ جبو نے اسے بڑی مشکل سے گڑھے میں سے باہر نکال کر روشنی اور تازہ ہوا میں زمین پر لٹا دیا۔ اور اس کے ہاتھوں کو جو سرد اور بے جان ہو رہے تھے۔ زور زور سے سہلانے لگا۔

"بہن جی! گھبراؤ نہیں۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ ٹھہرو میں تمہارے لئے کہیں سے پانی تلاش کرتا ہوں۔"

عورت نے اپنا ٹھنڈا نیم مردہ ہاتھ اوپر اٹھایا اور جبو کو جانے سے منع کرتے ہوئے مردہ آواز میں بولی۔ "مولا کریم نے مجھے ایک پل کی مہلت دی ہے۔ نہ جاؤ میری بات سنو۔"

عورت مسلمان تھی۔ خدا جانے اسے کسی شقی القلب نے زندہ دفن کر دیا تھا۔ جبو اٹھتے اٹھتے وہیں رک گیا۔ عورت کا سارا جسم مٹی میں سنا ہوا تھا۔ جبو کو حیرانی اس بات کی تھی کہ یہ عورت زمین کے اندر زندہ کیسے رہ گئی؟ شاید اسے زمین میں دفن کئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ عورت کی آواز بے حد کمزور اور نقاہت بھری تھی۔ آنکھیں سفید پڑ رہی تھیں' اس نے اشارے سے جبو کو اپنے قریب بلایا۔ جبو نے اپنا چہرہ عورت کے ہونٹوں کے قریب کر دیا۔ عورت اب لمبے لمبے سانس لینے لگی تھی۔ وہ کمزور آواز میں رک رک کر کہنے لگی۔ "کیا تم مسلمان ہو بیٹے؟"

"ہاں ماں۔ میں مسلمان ہوں۔" جبو نے جلدی سے کہا۔

عورت کی سانس اکھڑنی شروع ہو گئی۔ مگر لگتا تھا کہ وہ اپنی ساری طاقت جمع کرنے کی آخری کوشش کر رہی ہے' اس نے ایک بار آنکھیں پوری طرح سے کھولیں اور جبو کی طرف دیکھا۔ پھر بولی۔ "نوری میری بیٹی کو وہ لے گیا ہے۔ اسے اس سے بچا لینا۔ نہیں تو میری روح........؟"

عورت کی [illegible] پھر ڈوب گئی۔ جبو نے عورت کو آہستہ سے آواز دی۔ یہ سوچ کر کہیں وہ مر تو نہیں گئی۔ عورت میں ایک دم سے جیسے نئی زندگی آ گئی۔ اس نے جبو

کی طرف دیکھ کر کہا۔ "پیچھے ساچو وال گاؤں ہے' میں بیوہ ہوں مسلمان ہوں۔ پرتپو سکھ داسپور کا بدمعاش ہے وہ میری نوری کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ میں نے شور مچایا تو وہ میری گردن دبانے لگے۔ پھر مجھے یہاں لاکر زمین میں دبا دیا۔ مسلمان ہو' خدا رسولؐ کا نام لیتے ہو تو میری بیٹی کو ہندو بدمعاشوں سے بچاؤ۔ قول دو۔ مجھے قول دو پتر...... ورنہ میری جان نہیں نکلے گی؟"

مظلوم عورت پر نزع کا عالم طاری تھا۔ اس کی ہچکی بندھی تھی۔ مگر جان نہیں نکل رہی تھی۔ جبرو نے کہا۔ "ماں جی میں قول دیتا ہوں نوری کو ہندو غنڈوں سے واپس لے آؤں گا۔"

عورت نے ایک طویل سانس لی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔ جبرو کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ چند منٹوں کے اندر اندر کیسا عجیب و غریب واقعہ اس کے ساتھ گزر گیا ہے۔ اس نے عورت کی نبض دیکھی۔ وہ مرچکی تھی۔ سانس بند تھی۔ جبرو نے عورت کو اٹھا کر اسی گڑھے میں دوبارہ لٹا دیا اور مٹی ڈالنی شروع کردی۔ پھر وہاں قبر سی بنا کر اوپر دو پتھر رکھ دیئے اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے کس قسم کی ذمے داری اپنے سر لے لی ہے؟ مگر وہ مرنے والی مسلمان اور مظلوم خاتون کو قول دے چکا تھا۔ مرنے کے بعد وہ اگلی دنیا میں اسے کیا منہ دکھائے گا۔ اس پر فرض بن گیا تھا کہ وہ مرنے والی بیوہ خاتون کی بیٹی نوری کو سکھ داسپور کے ہندو بدمعاش کے چنگل سے نکال لائے۔ اس کی عزت بچائے اور بیوہ کی روح کو سکون پہنچائے۔

عورت نے کہا تھا کہ وہ پیچھے ایک گاؤں ساچو وال کی رہنے والی ہے۔ جبرو عورت سے یہ نہیں پوچھ سکتا تھا کہ سکھ داس پور کہاں واقع ہے۔ جبرو نے سوچا کہ مرنے والی کے گاؤں جاکر سکھ داس پور اور خود اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جبرو کی خود اپنی کوئی منزل نہیں تھی۔ اور اب وہ غیر ارادی طور پر ایک مسلمان اور مرحوم عورت کے ساتھ کئے گئے وعدے کا پابند ہوچکا تھا اس کے

علاوہ بھی یہ سوچ کر اس کا خون کھول اٹھا تھا کہ ایک مسلمان کی بیٹی ایک ہندو بدمعاش کے چنگل میں پھنسی ہوئی تڑپ رہی ہے۔

جبرو نے پیچھے کی طرف سفر کرنا شروع کردیا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ گاؤں زیادہ بڑا ہوا تو وہاں کوئی پولیس چوکی ہی نہ ہو۔ اس قسم کے تمام خدشے دل میں لئے جبرو اونچے نیچے چھوٹے چھوٹے میدانوں اور کھڈنالوں سے گزرتا جب ایک نالے کے اوپر آیا تو سامنے ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کے کچھ مکان ڈھلان چھتوں والے تھے۔ یہ کچے پکے مکان تھے۔ ایک گڈا چارے سے لدا ہوا کھیتوں سے نکل کر گاؤں کی طرف جارہا تھا۔ جبرو نے ایک پل کے لئے اپنے کپڑوں پر سرسری نگاہ ڈالی۔ وہ پرانے دیہاتی لباس میں ملبوس تھا۔ ریوالور اس کی جیب ہی میں تھا۔ اس نے خدا کا نام لیا اور گاؤں کی طرف چلنا شروع کردیا۔

گاؤں کے باہر ایک بوڑھی عورت بھٹی پر بیٹھی بھٹے بھون رہی تھی۔ دو لڑکیاں پاس چنگیریں سامنے رکھے بیٹھی تھیں۔ جبرو ایک خالی گڈے کے پیچھے رک گیا اور انتظار کرنے لگا کہ لڑکیاں وہاں سے چلی جائیں۔ اچانک پیچھے سے ایک بھاری مردانہ آواز بلند ہوئی۔ "کون ہو بھئی؟"

○☆○

جبرو نے پلٹ کر دیکھا پیچھے پکی عمر کا ایک دبلا پتلا آدمی کھیس کی بکل مارے کھڑا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی تھی اور سر پر پگڑی بندھی تھی۔ جبرو کو یہ شخص مسلمان لگا۔ اس نے سلام کیا اور اس آدمی نے جواب میں وعلیکم السلام کہتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں سے آئے ہو؟" جبرو نے کہا "سکھ داس پور جارہا ہوں ذیلدار کا پیغام لیکر۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کو بیٹھ گیا تھا۔ کتنی دور ہوگا۔ سکھ داس پور یہاں سے میاں جی؟"

"چھ سات کوس سے زیادہ نہیں ہے کھال کے ساتھ ساتھ جاؤ گے تو شام ہونے تک پہنچ جاؤ گے۔ کیا تم پہلے وہاں کبھی نہیں گئے۔"

"جی نہیں۔ جبرو نے جواب دیا۔"

"تو پھر ذرا چوکس رہنا ہندو غنڈوں کی ٹولی ہے جو مسلمانوں کی جانی دشمن ہے۔"

"مجھے کسی نے بتایا تھا کہ ان لوگوں نے رات گاؤں کی مسلمان لڑکی کو بھی اغواء کرلیا ہے۔"

وہ آدمی ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔ "ہاں بیٹا۔ وہ نوری کی بیوہ ماں کو بھی اٹھا کر ساتھ لے گئے ہیں۔ مگر ہم کچھ نہیں کرسکتے اس علاقے پر ہندوؤں اور سکھوں کا غلبہ ہے۔ ہندو ساہو کاران غنڈوں کی حمایت کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان بول نہیں سکتا۔ پولیس بھی صرف انہی کا ساتھ دیتی ہے۔ وہ چند ثانیے رکا پھر گویا ہوا۔ "مگر تم وہاں جاکر ایسی کوئی بات نہ کرنا۔ پرتو پورا ڈکیت ہے کئی مسلمانوں کا خون کرچکا ہے۔"

جبرو بولا۔ "مجھے کیا ضرورت پڑی ہے میاں جی ایسی ویسی بات کرنے کی؟"

جبرو جانے لگا تو وہ آدمی اصرار کرکے اسے اپنے ساتھ مکان پر لے گیا جہاں اس

کی بیوی نے جبرو کو روٹی پکا کر کھلائی۔ دودھ پلایا۔ شام ہونے سے پہلے پہلے جبرو اجازت لیکر سکھ داس پور گاؤں کی طرف پیدل ہی روانہ ہوگیا۔ اس آدمی سے جبرو کو پرتو ڈکیت اور نوری کی بیوہ ماں کے بارے میں مزید معلومات مل گئی تھیں۔ نوری کی بیوہ ماں ایک نمازی، پرہیز گار عورت تھی اور لوگوں کے گھروں میں محنت مزدوری کرکے اپنی بچی کا پیٹ پال رہی تھی۔ گاؤں میں چند ایک ہی مسلمان تھے جو پرتو ڈکیت کے خوف کے مارے دم نہیں مار سکتے تھے۔ باتوں ہی باتوں میں جبرو نے یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ سکھ داسپور گاؤں میں پرتو ڈکیت کا مکان کہاں ہے۔

جبرو پرانے کھال کے کنارے کنارے سفر کر رہا تھا۔ ابھی اس نے آدھا راستہ طے کیا تھا کہ سورج غروب ہونے لگا۔ گاؤں میں کسی مسلمان کے پاس گھوڑی نہیں تھی ورنہ وہ پیدل سفر پر روانہ نہ ہوتا یہ سارے مسلمان غریب مزارع تھے اور انتہائی مفلسی میں زندگی بسر کررہے تھے۔ آسمان پر شام کی سرخی رات کی سیاہی میں بدل رہی تھی کہ دور سکھ داس پور گاؤں کے مکانوں کے خاکے دکھائی دیئے۔

جبرو کو بتایا گیا تھا کہ پرتو ڈکیت کی حویلی گاؤں کے مغرب کی طرف ایک اونچے ٹیلے کے پاس ہے۔ جب گاؤں قریب آگیا تو جبرو کھیتوں میں ایک جگہ گرم چادر اپنے جسم کے گرد لپیٹ کر بیٹھ گیا۔ اسے رات گہری ہونے کا انتظار تھا۔

ایک اسکیم اس نے راستے میں ہی سوچ لی تھی۔ چونکہ وہ خود مفرور تھا اور پولیس کو بڑی شدت سے مطلوب تھا اس لئے سوائے اپنی سوچی ہوئی اسکیم کے وہ اور کسی منصوبے پر عمل کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ پرتو ڈکیت کے غنڈوں کا یقیناً پولیس سے رابطہ تھا اور جبرو انہیں اپنا چہرہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ یہ سوچ کر اس کے خون میں جوش آجاتا کہ ایک بے بس مسلمان لڑکی کو ہندو غنڈوں نے زبردستی اپنے ڈیرے میں قید کر رکھا ہے اور کوئی اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والا نہیں۔

جبرو نوری کی ماں سے کیے گئے وعدے کا بھی پابند تھا۔ وہ مرنے والی کی روح کو بھی سکون پہنچانا چاہتا تھا۔ کھیت میں جہاں جبرو بیٹھا تھا وہاں سردی تھی۔ چنانچہ خود کو

گرم رکھنے کے لئے اٹھ کر کھیتوں میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا۔ ایک طرف کھیت میں کماد کی فصل تیار کھڑی تھی۔ ایک کھیت میں کٹے ہوئے چارے کا ڈھیر پڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک ٹہلتے رہنے کے بعد جبرو پھر بیٹھ گیا۔

دیہات میں رات بہت جلدی ہو جاتی ہے۔ لوگ سر شام ہی کھا پی کر سو جاتے ہیں۔ خاص طو ر پر سردیوں میں تو رات نو بجے ہی گاؤں پر سناٹا چھا جاتا ہے۔ جبرو کے اندازے کے مطابق اس وقت رات کے نو سوا نو بجے کا وقت ہوگا۔ اس نے اٹھ کرایک نظر سکھ داس پور گاؤں پر ڈالی۔ گاؤں اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور اس پر گہری خاموشی چھائی تھی۔ وہ کھیتوں کھیت گاؤں کے مغربی کنارے والے ٹیلے کی طرف چلنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈاکو اور اس قسم کے بدمعاش لوگ رات کو بے خبر ہوکرنہیں سوتے۔ انہوں نے باہر پہرہ ضرور بٹھا رکھا ہوتا ہے چنانچہ وہ حویلی کے دروازے کی طرف جانے کی بجائے اس کی عقبی دیوار کی طرف آگیا جہاں ایک کچا راستہ ڈھلان کی صورت اندھیرے میں اتر گیا تھا۔

یہی پرتو ڈکیت کی حویلی تھی۔ حویلی کی دیوار کچی تھی اور زیادہ اونچی نہیں تھی۔ جبرو نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اچھل کر دیوار کے اوپر چڑھا اور دیوار پر اوندھے منہ لیٹ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ سامنے ایک کچا صحن تھا اندھیرے میں اسے بائیں جانب ایک برآمدہ دکھائی دیا جس میں ایک آدمی چارپائی پر لحاف اوڑھے سو رہاتھا اس کے سوا وہاں کوئی نہ تھا جبرو بڑی احتیاط سے صحن میں اترا اور پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا برآمدے کی طرف بڑھا۔ ریوالور اس نے ڈھب میں سے نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ برآمدے کے قریب آکر وہ جھک گیا۔ اسے لحاف اوڑھے سونے والے آدمی کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ برآمدے میں سامنے دو قدم کے فاصلے پر ایک کوٹھری تھی جس کا دروازہ بند تھا اور کواڑ کے اوپر چھوٹے سے روشن دان میں سے ہلکی ہلکی روشنی باہر آرہی تھی۔ یہ لالٹین کی روشنی تھی۔ جبرو پنجوں کے بل بڑی احتیاط سے چل کرکوٹھری کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

اسے اندر سے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی تھوڑی دیر بعد سسکیاں بھر رہا ہو۔ جبرو نے درز میں سے جھانک کر دیکھا۔ اسے اندر صرف ایک چارپائی ہی دکھائی دی جس کا آدھا لحاف نیچے فرش پر گرا ہوا تھا۔ اس کے سوا جبرو کو اس پتلی درز میں اور کچھ دکھائی نہ دے گا۔

سسکی کی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ یہ کسی عورت کی آواز تھی۔ پھر اس عورت نے آنسوؤں بھری آواز میں آہستہ سے کہا۔ "اللہ پاک! میری مدد کر۔ اللہ پاک جی! میری مدد کر......" آواز میں شدید کرب اور التجا تھا یہ نوری کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ پرتو ڈکیت کہاں ہے؟ ہوسکتا ہے وہ بھی کوٹھری کے اندر ہی ہو۔ جبرو کے ذہن میں کئی سوال ابھر رہے تھے۔

اچانک کوٹھری میں سے ایک مرد کی نشے میں ڈوبی ہوئی تحکمانہ آواز بلند ہوئی۔ "کاشی! اوئے کاشی بوتل لاؤ؟"

آواز کے ساتھ ہی چارپائی والے لحاف میں حرکت پیدا ہوئی۔ جبرو اندھیرے میں کسی خونخوار چیتے کی طرح پنجوں کے بل اچھل کر چارپائی تک گیا اور اس آدمی کے سر پر پوری طاقت سے ریوالور کا بھاری دستہ دے مارا۔ جو آدمی لحاف میں سے نیند میں ڈوبی ہوئی آنکھیں کھولتا نکل رہا تھا۔ ریوالور کی چوٹ لگاتے ہی دوبارہ چارپائی پر جاگرا۔ جبرو نے اس کی گردن دبوچ لی اور گلا دبانا شروع کر دیا۔

کوٹھری سے نشے میں ڈوبی ہوئی مردانہ آواز پھر ابھری۔ "کہاں ہو تم اوئے کاشی' بوتل لاؤ۔"

کاشی جبرو کی بانہوں میں بے ہوش ہو کرلٹک گیا تھا۔ جبرو نے اسے بستر میں دبا کر اوپر لحاف ڈال دیا اور خود ریوالور لیکر دروازے کی ایک جانب دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوگیا اسے معلوم تھا کہ اندر جو کوئی بھی ہے وہ اب باہر نکلے گا۔ خطرہ صرف یہ تھا کہ اگر نشے میں ڈوبے ہوئے آدمی نے باہر نکلنے کی بجائے اندر ہی سے زور زور سے بولنا شروع کردیا تو حویلی میں سوئے ہوئے دوسرے غنڈے بیدار ہوکر نہ آجائیں۔ جو

یقیناً ساتھ والی کوٹھری میں سو رہے ہوں گے۔

جبرو کش مکش کے عالم میں ریوالور کی نالی کا رخ کوٹھری کے بند دروازے کی طرف کئے دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑا تھا جس کا اسے خطرہ تھا وہی ہوا۔ اندر مرد نے گالیاں بکنی شروع کردیں وہ! اب کاشی کے علاوہ کسی کمی نام کے شخص کو بھی آوازیں دینے لگا تھا۔

ایک لمحے کے اندر اس کی ذہن میں ایک خیال آیا۔ وہ تیزی سے دروازے پر ہاتھ مار کر آہستہ سے بولا۔ کنڈی کھولو میں آگیا ہوں۔"

جبرو نے پرتو کو کسی نام سے نہیں مخاطب کیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے غنڈے اسے کس خطاب سے پکارتے ہیں۔ اندر سے پھر گالی کی آواز بلند ہوئی اور ساتھ ہی کنڈی کھول دی گئی جبرو یہی چاہتا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ پیچھے سے بند کردیا اور ریوالور تان لیا۔
"اگر آواز نکالی تو ریوالور کی ساری گولیاں سینے میں اتار دوں گا۔"

لالٹین کی لو دھیمی کر دی گئی تھی۔ چارپائی کی پائینتی کی طرف ایک تخت پر بھاری مونچھوں اور مضبوط جسم والا آدمی صرف دھوتی بنیان میں اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کی بغل میں ایک سہمی ہوئی لڑکی دبی ہوئی تھی۔ آدھا کمبل فرش پر گرا ہوا تھا۔ خالی گلاس اس آدمی کے ہاتھ میں تھا اور زیادہ نشے میں ہونے کی وجہ سے اس کا بھاری سر ادھر ادھر ہل رہا تھا۔

یہ پرتو ڈکیت تھا یا جو کوئی بھی تھا جبرو کے پاس ان باتوں کا وقت نہیں تھا۔ نشے میں دھت مرد نے اپنے سامنے کاشی کی بجائے ایک آدمی کو ریوالور تانے کھڑا دیکھا تو ذرا سا غرایا۔ جبرو کو ڈر تھا کہ یہ ابھی چیخ کر حویلی میں سب کو جگا دے گا۔ جبرو نے آگے بڑھ کر پوری طاقت سے اس کے منہ پر لات دے ماری۔ وہ پچھاڑ کھا کر پیچھے گرا۔ گلاس اس کے ہاتھ سے اچھل کر لحاف کے اوپر جاپڑا۔ سہمی ہوئی عورت جلدی سے الگ ہوکر اپنے لباس کو ٹھیک کرنے لگی۔

جبرو نے اسے پے درپے ریوالور کے دستے کی چھ سات ایسی کاری ضربیں لگائیں۔ اس کے ماتھے سے خون جاری ہوگیا اور وہ نیم بے ہوش ہوکر وہیں بے حس سا ہوکر ٹیڑھا ہوگیا۔ جبرو نے لڑکی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "تم نوری ہو؟"

لڑکی بے حد خوف زدہ تھی مگر اپنے نجات دہندہ کو سامنے دیکھ کر اپنے حواس میں واپس آگئی تھی۔ خشک آواز میں بولی۔ "ہاں میں نوری ہوں۔"

جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔ جیسے میں کہوں ویسے ہی کرنا۔"

جبرو نے بستر کی چادر اٹھا کر پھاڑی اور بے ہوش پڑے پرتو ڈکیت کے ہاتھ اس کی پشت پر لے جاکر باندھ دیئے پھر دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ چارپائی پر کاشی بے ہوش پڑا تھا۔ جبرو نے سرگوشی میں کہا۔ "نوری! گھوڑے کہاں بندھے ہیں؟"

نوری نے بھی سرگوشی میں ہی جبرو کو بتایا کہ یہ لوگ گھوڑے حویلی کے باہر سامنے والے طویلے میں باندھتے ہیں۔ جبرو نوری کو کوٹھری میں سے نکال کر باہر لے آیا۔ نوری کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوچکا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جبرو کے ساتھ پنجوں کے بل چل رہی تھی۔ صحن میں اندھیرا اور گہری خاموشی تھی۔ وہ نوری کو صحن کی دیوار پار کروا کر حویلی کی دوسری جانب کچے ڈھلانی راستے پر آگیا۔ اس نے سرگوشی میں نوری سے کہا۔ "میرے ساتھ جتنی تیز بھاگ سکتی ہو بھاگو۔"

نوری ایک دبلی پتلی دراز قد نوجوان لڑکی تھی اس کا دوپٹہ کوٹھری میں ہی رہ گیا تھا۔ دونوں اندھیرے میں کماد کے کھیتوں کی طرف دوڑنے لگے۔ کھیتوں میں جاکر جبرو نے نوری سے کہا۔ "نوری مجھے تمہاری ماں نے بھیجا ہے۔"

نوری نے پریشان ہوکر پوچھا کہ میری ماں کہاں ہے؟ جبرو نے کہا۔ "بعد میں بتاؤں گا۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے تم اسی جگہ چھپ کر بیٹھی رہو میں طویلے سے گھوڑا نکال کر لاتا ہوں خبردار میرے آنے تک یہاں سے کہیں مت جانا۔"

جبرو نے اپنی چادر نوری کے کاندھوں پر ڈالی اور ریوالور ہاتھ میں لئے واپس گاؤں

کی طرف دوڑ پڑا جو اسی طرح اندھیرے اور گہری خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ پرتو اور
اس کا نوکر کاشی کسی بھی وقت ہوش میں آکر شور مچا سکتے تھے۔ جبو ایک لمحہ بھی ضائع
نہیں کرسکتا تھا۔ اس بار وہ حویلی کے سامنے والے دروازے کی طرف آگیا اور دیوار
کے ساتھ لگ کر آگے چلنے لگا۔ گاؤں کے دوسرے کنارے سے اسے پہلی بار کسی
چوکیدار کی آواز سنائی دی۔ جبو اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ حویلی
کے سامنے بائیں جانب کھپریل کی چھت والا ایک دائرہ سا بنا ہوا تھا جس کا بانس کا
دروازہ بند تھا۔ جبو نے آہستہ سے بانس کادروازہ ایک طرف ہٹا دیا۔ اندر چھ سات
گھوڑے بندھے تھے۔ زمین پر کاٹھیاں پڑی تھیں۔ جبو نے ریوالور جیب میں رکھا اور
ایک گھوڑے کی گردن آہستہ سے تھپتھپائی۔ گھوڑے نے آہستہ سے گردن کو اوپر
اٹھایا اور خرخرایا۔

جبو نے فرش پر سے ایک کاٹھی اٹھا کر اس کی پیٹھ پر رکھی اس کی بندشیں کسیں
اور انتہائی احتیاط کے ساتھ گھوڑے کو لگام ڈال دی۔ گھوڑے نے کوئی غیر ضروری
حرکت نہ کی۔ شاید وہ ان باتوں کا عادی تھا۔ جبو نے گھوڑے کی رسی کھولی اور اسے
ساتھ لیکر قدم قدم چلاتا بانس کے دروازے سے کھیتوں میں نکل آیا۔ کچھ فاصلے پر آکر
وہ چھلانگ لگا کر گھوڑے پر بیٹھا اور کٹے ہوئے کھیتوں میں اسے بھگاتا کماد کی فصل میں
اس جگہ آگیا جہاں نوری اس کی گرم چادر جسم کے گرد لپیٹے سمٹ کر بیٹھی ہوئی تھی۔

جبو نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ "نوری! ساری باتیں میں تمہیں بعد میں
بتاؤں گا۔ اس وقت تو میرے پیچھے گھوڑے پر بیٹھ جا اور مجھے مضبوطی سے پکڑے
رکھنا۔ اتنا دل میں یقین رکھ کہ میں تیری عزت بچانے کے لئے یہاں آیا تھا۔ کیونکہ
میں نے تیری ماں کو قول دیا تھا کہ میں تمہاری بیٹی کو بدمعاشوں کے چنگل سے نکال
لاؤں گا۔"

نوری نے سہمی ہوئی آواز میں اپنی ماں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے تو
جبو نے جواب دیا۔ "یہ سب کچھ بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی وقت نہیں ہے۔ جلدی سے

گھوڑے پر بیٹھ جا۔"

جبو نے نوری کو سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھایا۔ پھر چھلانگ لگا کر خود بھی آگے
بیٹھ گیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی وہ فوراً ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

چھ سات کوس کا فاصلہ اندھیری رات میں کچے راستے پر دیکھتے دیکھتے طے ہوگیا۔
نوری نے اپنے گاؤں کو دور ہی سے پہچان لیا۔ "یہی ہے میرا گاؤں۔" وہ قدرے پر
مسرت انداز میں بولی۔

جبو نے گھوڑے کو روک دیا۔ "نوری اس گاؤں میں تیری ماں نہیں ہے۔" اس
نے نوری کو ساری بات بتا دی۔ نوری رونے لگی جبو نوری کو اس جگہ لے گیا جہاں
اس کی ماں کو دفن کرکے اس نے اس کی قبر پر پتھر رکھ دیئے تھے۔ "یہ تیری ماں کی قبر
ہے نوری۔ اس پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ میں نے اپنے قول کو پورا کرکے اس کی روح کو
سکون پہنچا دیا ہے۔ اب تو بتا کہ تجھے لیکر کہاں جاؤں؟ کیا تمہارا کوئی رشتے دار کسی
دوسرے گاؤں میں موجود ہے؟"

نوری اپنی ماں کی قبر سے لپٹ کر زار و قطار رو رہی تھی۔ جبو نے اسے بازو سے
پکڑ کر قبر سے الگ کر دیا۔ "اب ان باتوں کو بھول جا نوری۔ ہوسکتا ہے پرتو ڈکیت
کے آدمی ہمارے پیچھے لگے ہوں۔ مجھے بتا تو اب کہاں جانا چاہتی ہے۔ اس گاؤں میں
تیرا رہنا ٹھیک نہیں۔"

نوری نے قمیض کے دامن سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "نور پور میں میری ماسی
رہتی ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔"

"کیا تم نور پور کا راستہ جانتی ہو۔" جبو نے پوچھا۔

نوری نے جبو کو نور پور گاؤں کا راستہ بتایا جو دور اونچی نیچی خشک ٹیکریوں کے
پیچھے کہیں تھا۔ جبو نے نوری کو گھوڑے پر سوار کرایا اور ایک بار پھر گھوڑا ہوا سے
باتیں کرنے لگا۔ وہ اندھا دھند گھوڑے کو بھگائے لئے جارہا تھا۔ آگے اونچا نیچا علاقہ
تھا۔ کبھی چڑھائی آجاتی اور کبھی گھوڑا ڈھلان اترنے لگتا ایک بار پھر میدان شروع

ہوگیا۔ ایک جگہ نوری نے کہا کہ وہ تھک گئی ہے۔ جبو نے اسے اتار دیا۔ مگر وہ زیادہ دیر وہاں نہیں رک سکتا تھا۔ چند لمحے کے آرام کے بعد وہ نوری کو لے کر پھر نور پور گاؤں کی طرف گھوڑا بھگانے لگا۔ آخر وہ دوبارہ اونچی نیچی ٹیکریوں میں پہنچ گئے۔"

راستے میں ایک چھوٹی سی ندی آئی تو نوری نے کہا کہ یہ ندی آگے اس کی ماسی کے گاؤں کے قریب سے گزرتی ہے۔ جبو نے ندی کے کنارے گھوڑے کو ڈال دیا۔ ندی کئی بل کھانے کے بعد درختوں کے ایک گھنے ذخیرے کے قریب سے گزری تو نوری نے جبو کو بتایا کہ اس ذخیرے کی دوسری طرف ایک ٹیکری ہے جس کے پیچھے اس کی ماسی کا گاؤں نور پور ہے۔

جبو نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا۔ ٹیکری کی چڑھائی آئی تو گھوڑے کی رفتار سست پڑ گئی۔ دوسری جانب اندھیرے میں جبو کو ایک گاؤں کے مکانوں کے خاکے نظر آئے جو درختوں میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ جبو گھوڑے کو قدم قدم چلاتا گاؤں کے باہر آکر رک گیا۔ نیچے اتر کر اس نے نوری کو سہارا دیا۔

وہ دیہات کی جفاکش لڑکی تھی۔ گھوڑے پر اتنا لمبا سفر کرنے کے باوجود زیادہ تھکی نہیں تھی۔ مگر وہ گھوڑے سے اترتے ہی بیٹھ گئی اور پھر گاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ کونے والے ٹاہلی کے درخت ہیں۔ ان کے پاس میری ماسی کا مکان ہے۔"

جبو بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا کہ اس گھر میں اور کون کون رہتا ہے؟

نوری نے کہا۔ "صرف میری ماسی اور خالو رہتے ہیں۔ ان کی تھوڑی سی زمین ہے جس پر گزارا ہوتا ہے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ایک لڑکا تھا جو جوانی میں ہی ایک جھگڑے میں قتل ہوگیا تھا۔"

جبو اپنے دھیان میں کچھ سوچ رہا تھا! ابھی تک اس نے نوری کو اپنے بارے میں صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ اس کا نام ہاشم ہے۔ اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ روزی

رزق کی تلاش میں ہوشیار پور سے جموں کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں تھک کر سانچو وال گاؤں کے باہر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ جہاں نوری کی ماں کو پرتو زندہ زمین میں دفن کر گیا تھا۔ جبو نے سوچا کہ اسے گھوڑے کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر یہ گھوڑا واپس سکھ داسپور پرتو کے ڈیرے پر چلا بھی جاتا ہے تو اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ یہ گھوڑا اپنے اڈے پر واپس تو جا سکتا ہے۔ مگر پرتو کے کسی آدمی کو نور پور گاؤں تک نہیں لا سکتا۔ چنانچہ اس نے گھوڑے کی گردن کو پیار سے تھپتھپایا اور اس کا رخ ٹیکری کی دوسری جانب کرکے پیٹھ پر آہستہ سے ہاتھ مارا۔ گھوڑا قدم قدم ڈھلان اترا اور پھر دلکی چال چلتا اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ جبو نے محسوس کیا کہ گھوڑے کا رخ انہی راستوں کی طرف تھا جدھر سے وہ چل کر آیا تھا۔

جبو اندھیرے میں ہی نوری کی ماسی کے گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اب نوری آگے آگے تھی اور جبو اس کے پیچھے پیچھے۔ نوری کی ماسی اور خالو چھوٹے سے مکان کی کوٹھری میں گہری نیند سو رہے تھے نوری کی آواز سن کر اٹھ بیٹھے۔ اسے دوپٹے کے بغیر ایک غیر مرد کے ساتھ دیکھ کر حیران سے ہوئے۔ نوری اپنی ماسی کے گلے لگ کر زار و قطار رونے لگی۔ روتے ہوئے ہی اس نے اپنی ماں کی موت کے بارے میں بتا دیا۔

جبو نے نوری کے خالو کو سارا واقعہ بیان کر دیا۔ وہ اچھی خاصی عمر کا سیدھا سادا مذہبی آدمی تھا۔ اس نے نوری کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ "بیٹی خدا کو یہی منظور تھا۔ اب حوصلہ کر۔ ہم غریبوں کا سوائے خدا کے اور کوئی مدد گار نہیں۔"

اس نے جبو کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر نوری کو بدمعاشوں کے قبضے سے نکال لایا۔ خالو کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار جبو صاف دیکھ رہا تھا۔ کوٹھری میں لالٹین جل رہی تھی۔ اس کی ماسی نے نوری کو ساتھ والی چارپائی پر لحاف ڈال کر سلا دیا جب کہ خالو جبو کو دوسری کوٹھری میں لے آیا۔

"ہاشم بیٹا!" اس نے جبرو کو چارپائی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم نے ہمارے خاندان پر بڑا احسان کیا ہے مگر پرتو سے ہم غریب لوگ دشمنی مول نہیں لے سکتے۔ وہ بڑا خونی ڈاکو ہے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس لڑکی کو کہاں چھپاؤں' کہاں بھیجوں؟ اب تو اس کا بھی سوائے ہمارے دنیا میں اور کوئی نہیں رہا۔ اچھا تم آرام کرو بیٹا۔ بہت تھک گئے ہوگے۔"

نوری کا خالو چلا گیا۔ جبرو نے کوٹھری کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ ریوالور جیب سے نکال کر اپنے سرہانے کے نیچے چھپایا اور آنکھیں بند کرکے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے گزری ہوئی عجیب و غریب زندگی کے واقعات ایک ایک کرکے گزرنے لگے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے حالات اپنی مرضی کے مطابق جبرو کو وقت کی لہروں پر اچھالے لئے جا رہے ہیں' اس میں جبرو کی مرضی کو کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ کہاں سے چلا تھا اور کہاں پہنچ گیا تھا اور ابھی خدا جانے آگے اس کی زندگی میں کیا کچھ لکھا ہوا تھا۔ جبرو نے سانس بھر کر خدا کو یاد کرکے کلمہ شریف پڑھا اور آنکھیں بند کرلیں۔ تھوڑی دیر بعد اس کا تھکان سے چور جسم نیند کی لہروں پر ڈول رہا تھا۔

کافی دن چڑھے اس کی آنکھ کھلی۔ کوٹھری کے باہر دودھ بلونے کی آواز آرہی تھی۔ جبرو کوٹھری کے باہر نکل آیا۔ نوری کی ماسی دودھ بلو رہی تھی جب کہ نوری کمرے میں پانی کی بالٹی کے پاس بیٹھی برتن صاف کر رہی تھی۔ اس نے بال بنا کر بیچ میں سے مانگ نکالی ہوئی تھی۔ آدھا دوپٹہ اس کے سر سے کھسک گیا تھا۔ اس نے جبرو کی طرف دیکھا اور شرما کر نظریں جھکالیں۔

نوری کا خالو دیوار کے پاس لکڑیوں کے ڈھیر کے پاس بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ جبرو نے سلام کیا۔ "آجاؤ بیٹا تم ہاشم رات ٹھنڈ تو نہیں لگی؟"

وہ نوری کے خالو کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک دیہاتی چھوٹی سی بوری سر پر اٹھائے صحن میں داخل ہوا اور بولا۔ "میاں جی مچھلیاں لایا ہوں۔ کہاں رکھوں؟"

جبرو نے منہ دوسری طرف کرلیا۔ وہ لوگوں کو اپنا چہرہ کم سے کم دکھانا چاہتا تھا۔

خالو نے اسے کہا کہ سامنے چھپر کے نیچے رکھ دے۔ دیہاتی بوری ڈال کر واپس چلا گیا۔ جبرو کے لئے یہ کوئی محفوظ جائے پناہ نہیں تھی۔ پرتو کے آدمی وہاں اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے پہنچ سکتے تھے۔ اس نے جبرو کو دیکھ لیا تھا اور یہ اطلاع جلد یا بدیر اس تک پہنچ جاتی کہ نوری اپنی ماسی کے گاؤں میں ہے۔ لیکن جبرو کو صرف کسی جائے پناہ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ از سر نو ایک نئی اور شریفانہ زندگی بھی شروع کرنا چاہتا تھا۔

اسے نور پور گاؤں میں رہتے ہوئے دو دن ہوگئے۔ نوری کا خالو پریشان تھا۔ اس کی پریشانی سے جبرو بخوبی واقف تھا۔ یہ دو دن اس نے زیادہ تر گھر کے اندر ہی رہ کر گزارے تھے۔ لیکن آخر اسے گھر سے باہر ہی نکلنا تھا۔ تیسرے روز اس نے دیکھا کہ نوری کی ماسی اسے کسی بات پر کوس رہی ہے۔ نوری کے ہاتھ سے کوئی برتن گر کر ٹوٹ گیا تھا شاید۔ اس نے نوری کو یہ طعنہ بھی دے دیا کہ وہ لوگ ایک بدنام لڑکی کو گھر میں ڈال کر نہ صرف خود گاؤں میں بدنام ہو رہے ہیں بلکہ انہیں اپنی جان کا خطرہ بھی ہے۔

نوری کوٹھری میں جاکر رونے لگی۔ اس لڑکی کا اب کوئی نہیں تھا۔ اس پر بدنامی اور گناہ کا ایک ایسا دھبہ لگ چکا تھا کہ کوئی بھی اسے اپنے پاس رکھنے یا قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ نوری کے خالو کا رویہ بھی سخت ہوگیا تھا۔ آخر اس نے ایک روز نوری سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ واپس اپنے گاؤں ساچو وال چلی جائے۔

"بیٹی اس گاؤں میں میری بڑی عزت ہے مجھے ڈر ہے کہ پرتو ڈاکو تمہارے ساتھ ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ انہیں پتا چل گیا ہے کہ تو پرتو ڈاکو کے ہاں رہ چکی ہے۔"

نوری ایک بار پھر رو دی۔ اس نے اپنے خالو کے پاؤں پکڑ لئے اور عاجزی سے کہا کہ وہ اسے اپنے سے الگ نہ کریں' ان کے سوا اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ خالو پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ماسی پہلے ہی سرد مہری اختیار کرچکی تھی۔ اس نے اپنے خاوند کا

ساتھ دیا۔

جبرو اس وقت کوٹھری میں چارپائی پر بیٹھا دوپہر کی روٹی کھانے کے بعد سگریٹ پی رہا تھا۔ جانے اس کے دل میں ایک کیسی لہر اٹھی کہ وہ سگریٹ پاؤں تلے مسل کر اٹھا اور باہر آگیا۔ نوری پیڑی پر سرگھٹنوں میں دیئے روئے جارہی تھی اور رو رو کر التجا کر رہی تھی کہ اسے واپس ساچووال نہ بھیجا جائے۔ غنڈے اسے پھر اٹھا کر لے جائیں گے۔

اس کی ماسی نے جھڑک کر کہا۔ "تو کیا تو چاہتی ہے کہ غنڈے ہمیں یہاں آکر قتل کر ڈالیں؟ تجھے ہمارے گھر سے اٹھا کر لے جائیں؟ ہماری پہلے ہی بہت بدنامی ہو چکی ہے۔ تو اپنے کپڑے گٹھڑی میں باندھ اور جس کے ساتھ آئی ہے اسی کے ساتھ یہاں سے واپس چلی جا۔"

جبرو خاموشی سے دو قدم چل کر نوری کے پاس والی خالی چوکی پر آکر بیٹھ گیا اور اس کے خالو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "میاں جی! اگر آپ اجازت دیں تو میں نوری سے بیاہ کرلوں۔"

ایک لمحے کے لئے وہاں سناٹا چھا گیا۔ نوری کے رونے کی آواز رک گئی۔ ماسی اور خالو جبرو کا منہ تکنے لگے۔ ماسی تو کسی طرح نوری سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔ خالو بھی یہی چاہتا تھا۔ وہ فوراً بولا۔ "ہاشم! کیا تو اچھی طرح غور کرکے یہ کہہ رہا ہے؟"

جبرو نے کہا۔ "ہاں میاں جی! میں کوئی پیسے والا آدمی نہیں ہوں۔ محنت مزدوری کرکے روٹی کما سکتا ہوں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نوری کو عزت آبرو سے رکھوں گا۔"

خالو نے اٹھ کر جبرو کو گلے لگا لیا۔ جبرو نے کہا۔ "لیکن میاں جی! نوری کی ہاں بہت ضروری ہے کیونکہ اسلام کا حکم ہے کہ شادی سے پہلے لڑکی کی مرضی ضرور معلوم کی جائے۔"

ماسی نے تنک کر کہا۔ "نوری کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے بیٹا؟"

جبرو بولا۔ "اس کی مرضی معلوم کرنا بہت ضروری ہے خالہ جی۔"

نوری کی خالہ نے وہیں نوری سے پوچھ لیا۔ "کیوں ری نوری تجھے یہ رشتہ منظور ہے؟"

خالو کہنے لگا۔ "بیٹا! لڑکی کو الگ لے جاکر معلوم کرلے ہاشم ٹھیک کہتا ہے۔ لڑکی کی ہاں ضروری ہے۔"

نوری کو اس کی ماسی کوٹھری میں لے گئی۔ پھر اندر ہی سے آواز دی۔ "نوری کہتی ہے مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔"

خالو نے جبرو کو مبارکباد دی۔ "میں ابھی مولوی صاحب کو بلا کر نکاح پڑھوائے دیتا ہوں۔"

جبرو نے کہا۔ "میاں جی! اگر آپ اجازت دیں تو ایک بار خود نوری سے معلوم کرلوں۔"

پہلے تو خالو نے کہا کہ اس کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن جب جبرو نے بہت اصرار کیا تو اس نے جبرو کو اندر نوری کے پاس بھیج دیا۔ اصل میں نوری کا خالو اور ماسی ڈرتے تھے کہ کہیں نوری کسی وجہ سے اس رشتے سے انکار نہ کردے۔ نوری چارپائی پر پاؤں نیچے لٹکائے سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔

جبرو اس کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا۔ "نوری! خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں۔ یہ مت سمجھنا کہ میں ترس کھاکر تم سے بیاہ کر رہا ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ تو شروع ہی سے مجھے اچھی لگی تھی۔ میں تمہیں اپنے گھر میں بسانا چاہتا تھا میرا خیال تھا کہ تو یہاں اپنی خالہ کے پاس رہ لے گی اور میں کچھ دنوں کے بعد کسی کے ذریعے رشتے کی بات کروں گا مگر یہاں کے حالات اب دوسری شکل اختیار کر گئے ہیں اس لئے مجھے خود ہی یہ بات تمہارے خالو سے کرنی پڑ گئی۔ کیا تو میرے ساتھ شادی کرے گی نوری؟ میں تجھے عیش تو نہیں کرا سکوں گا مگر دو وقت کی عزت کی روٹی

ضرور کھلا دوں گا۔ تیری عزت آبرو کو اپنی عزت آبرو سمجھوں گا۔ بول نوری؟ کیا تو مجھ سے بیاہ کرے گی؟"

نوری کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ آنکھیں اوپر نہیں اٹھا رہی تھی۔ جبرو نے قریب آکر جب تیسری بار اس کی مرضی دریافت کی تو اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جبرو نے باہر آتے ہی نوری کے خالو سے کہا۔ "میاں جی! میری تسلی ہو گئی ہے' نوری مجھ سے بیاہ کرنے پر راضی ہے۔ اسی وقت مولوی صاحب کو بلاکر ہمارا نکاح پڑھوا دیں۔"

نوری کی خالہ اپنے خاوند کو اندر لے گئی اور بولی۔ "نکاح کے بعد اسے کہنا کہ نوری کو لے کر جہاں چاہے چلا جائے۔ ہم اسے ایک منٹ کے لئے بھی یہاں نہیں رکھیں گے۔"

خالو بولا۔ "مجھے معلوم ہے۔ میں جانتا ہوں تو فکر نہ کر۔ نوری کو میں اس کے خاوند کے ساتھ یہاں سے بہت دور بھجوادوں گا۔ ہم غنڈوں سے متھا نہیں لگا سکتے۔ پرتو ڈکیت نوری کے ساتھ ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

اسی روز مولوی کو بلاکر نوری کے خالو نے دو گواہوں کے سامنے جبرو کا بیاہ نوری سے کردیا۔ جبرو نے نکاح نامے میں اپنا نام جبار ہی لکھوایا۔ اس نے کہا کہ لوگ اسے بچپن ہی سے ہاشم کے نام سے پکارتے ہیں مگر اسکا اصلی نام جبار ہے وہ چاہتا تھا کہ کسی دور دراز گوشے میں جاکر نوری کے ساتھ ایک آبرو مندانہ زندگی بسر کرے۔ اس کے بھی بچے ہوں اور وہ انہیں پال پوس کر بڑا کرے۔ نیک محنتی اور ایماندار بنائے۔

وہ رات دونوں میاں بیوی نے نوری کی ماسی کے ہاں ہی بسر کی۔ دوسرے روز خالونے جبرو کو اپنی کوٹھری میں بلایا۔ "بیٹا ہاشم"۔ اس نے حقے کا کش لگاتے ہوئے کہا۔ "ہماری بچی سے شادی کرکے تونے مردوں والا کام کیا ہے۔ میں تیری دلیری اور نیکی سے بڑا خوش ہوا ہوں۔ بیٹا! ہماری کمزوری کو معاف کردینا۔ ہم معمولی لوگ ہیں۔ نوری ہمارے پاس رہے گی تو ہم پرتو کے انتقام کا نشانہ بن جائیں گے۔ اگر تو پسند

کرے تو اپنی بیوی کو لے کر گھمر وال چلا جا۔ وہاں میری تین کلے اراضی ہے وہ میں نوری کے نام کر دوں گا۔ وہاں میرے مزارع کاشتکاری کرتے ہیں۔ میں سال میں دو ایک بار ہی وہاں جاتا ہوں۔ گھمر وال یہاں سے کافی دور شوالک کی ترائی میں چھوٹا سا گاؤں ہے۔ زیادہ آبادی نہیں ہے۔ تو پرتو اور اس کے غنڈوں کو نہیں جانتا۔ وہ بدلہ لینے یہاں ضرور آئیں گے مگر گھمر وال کا انہیں خیال بھی نہیں آئے گا۔ تم دونوں وہاں محفوظ رہو گے۔"

جبرو خود کسی ایسی ہی گمنام اور دور دراز جگہ پر چلے جانا چاہتا تھا۔ میاں جی کی یہ پیشکش اسے اچھی لگی۔ وہ گھمر وال جانے پر تیار ہوگیا۔ میاں جی نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم نے ارادہ کر ہی لیا ہے تو آج ہی نکل جاؤ۔ ایک آدمی میں تمہارے ساتھ کردوں گا۔ یہاں ہم کسی کو نہیں بتائیں گے کہ تم گھمر وال چلے گئے ہو۔"

اسی روز جبرو اپنی نوبیاہتا بیوی نوری کو لے کر گھمر وال کی طرف روانہ ہوگیا۔ میاں جی کا آدمی گھوڑی پر سوار آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ سارا دن نیم پتھریلے علاقے میں سفر کرتے رہے۔ رات انہوں نے ایک گاؤں میں بسر کی اور دوسرے دن منہ اندھیرے اپنی نئی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔

شام کے وقت وہ گھمر وال گاؤں کے پاس پہنچ گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا نیم پہاڑی گاؤں تھا۔ کچے پکے سلیٹی پتھروں کی ڈھلانی چھتوں والے پچاس ساٹھ کے قریب مکان ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ میاں جی کے مزارعوں نے نوری اور جبرو کی بڑی آؤ بھگت کی جو آدمی ان کے ساتھ آیا تھا اس نے مزارعوں کو بتا دیا تھا کہ یہ میاں جی کے داماد ہیں اور ان کا نام ہاشم ہے اوراب یہی زمینوں پر رہیں گے۔

میاں جی نے زمینوں کے پاس اپنے لئے چھوٹا سا دو کوٹھڑوں والا مکان بنا رکھا تھا۔ آگے صحن تھا جس میں دھریک کا گھنا درخت اگا ہوا تھا۔ گاؤں میں دو چار دکانیں بھی تھیں جہاں نمک اور سگریٹ وغیرہ مل جاتے تھے۔ نوری نے بڑی سلیقہ شعاری کا ثبوت دیا۔ اس نے سارے گھر کو صاف کرکے بڑے سلیقے سے سجا دیا۔ چارپائیوں پر

بستر بچھا دیئے۔ صحن والے چولہے کو مٹی سے پوتا۔ مزارعوں نے ضرورت کے سارے برتن لا کر دے دیئے۔ نوری نے دوسرے دن ناشتے پر جبرو کو اصلی مکھن کا پراٹھا اور چائے بنا کر دی تو جبرو کو اپنا امرتسر والا پرانا گھر یاد آگیا۔

اس نے سب سے پہلے گاؤں کا اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ معلوم ہوا کہ وہاں لوگ مدتوں سے بڑی صلح صفائی کے ساتھ رہتے ہیں اور ادھر کبھی پولیس کا کوئی سپاہی نہیں آیا۔ آس پاس کوئی گاؤں بھی نہیں تھا اور کوہ شوالک کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

جبرو نے ایک عرصے کے بعد سکھ کا سانس لیا تھا' اس نے شرعی داڑھی رکھ لی تھی۔ وہ ہر وقت سر پر چوخانہ رومال باندھے رکھتا۔ گاؤں میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی۔ ایک ہندو ساہوکار تھا اور کچھ سکھ مزارعے تھے۔ جبرو نے پانچ وقت نماز شروع کر دی۔ نوری نے گھر کو ایسے سگھڑپن سے سنبھالا کہ جبرو کہ محسوس ہوا کہ اس نے دوبارہ دنیا میں جنم لیا ہے۔ پھر بھی اسے ایک ہلکا سا دھڑکا لگا رہتا تھا کہ پرتو کسی بھی وقت جبرو سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے وہاں آسکتا ہے۔ وہ ان ڈاکوؤں اور غنڈوں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن غافل نہیں تھا۔ وہ بھرا ہوا ریوالور تقریباً ہر وقت اپنے پاس چھپائے رکھتا تھا۔

نوری کو اس نے اپنی گذشتہ زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ نہ ہی کبھی اس نے یہ سب کچھ جاننے پر اصرار کیا تھا۔ اس کے لئے یہی کیا کم تھا کہ وہ داغ دار عورت تھی۔ اسے شاید ہی کوئی قبول کرتا اور جبرو نے اس سے شادی کر کے اسے اپنے تحفظ میں لے لیا تھا۔ وہ بے حد خوش تھی اور جبرو کی بہت دیکھ بھال اور خدمت کرتی تھی۔

وقت گزرتا چلا گیا۔ سردیوں کا موسم گزر گیا۔ نوری ماں بننے والی تھی۔ جبرو کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ نوری کو اب زیادہ کام نہیں کرنے دیتا تھا۔ اس دوران دو بار نوری کا خالو اور ماسی ان سے ملنے آئے تھے۔ میاں جی نے جبرو کو بتایا کہ پرتو ان کے گاؤں نہیں آیا۔ جبرو کو اطمینان ہو گیا کہ شاید پرتو نوری والے کیس کو

دل سے نکال چکا ہے۔

لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ پرتو ایک نامی گرامی بدمعاش تھا۔ اس کے ڈیرے سے اس کی اغواء کی ہوئی عورت کو نکال لے جانا اور اسے اور اس کے آدمی کو زخمی کر جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے آدمی برابر نوری اور اس شخص کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے کہ جس نے پرتو کی کوٹھری میں گھس کر اس کی رکھیل کو اس سے چھین لیا تھا۔ پرتو اس آدمی کو پہچانتا تھا۔

ساچو وال سے پرتو کے غنڈوں کو پتا چلا کہ نوری وہاں نہیں آئی۔ کھوج لگاتے لگاتے یہ لوگ نور پور بھی پہنچ گئے جہاں نوری کی ماسی اور خالو رہتے تھے۔ یہاں یہ غنڈے دیہاتی کپڑوں میں داخل ہوئے۔ انہیں صرف اتنا ہی سراغ مل سکا کہ نوری یہاں آئی تھی مگر میاں جی نے اس کی شادی ایک نوجوان سے کر دی اور پھر وہ وہاں سے کسی نامعلوم مقام کو روانہ ہو گئے تھے۔

پرتو کو یہ خبر ملی تو اس نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ میاں جی کی اور ان کے مکان کی نگرانی کریں۔ نوری اپنے آدمی کے ساتھ وہاں ضرور آئے گی۔ پرتو کو یقین تھا کہ جس آدمی سے نوری کی شادی ہوئی ہے وہ وہی ہے جس نے نوری کو اس کے ڈیرے سے اغواء کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے نوری کے خالو کو زدو کوب کیا تو وہ اپنے کسی آدمی کے ہاتھ نوری کو پیغام بھجوا دے گا کہ پرتو تعاقب کرتا نور پور پہنچ گیا ہے اس لئے تم کسی نامعلوم مقام کی طرف نکل جاؤ۔

تین چار ماہ اسی طرح گزر گئے۔ آخر ایک روز میاں جی اپنی بیوی کو لے کر نوری اور جبرو سے ملنے گھر وال گئے تو پرتو کا کھوجی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ جس وقت میاں جی جبرو کے گھر بیٹھے اسے بتا رہے تھے کہ پرتو ان کے گاؤں نہیں آیا اس وقت پرتو کا کھوجی اسی گاؤں میں موجود تھا اور اس نے مکان میں نوری کو دیکھ بھی لیا تھا۔ اسی دن پرتو کا آدمی گھوڑی پر بیٹھ کر واپس چل دیا۔ رات اس نے گاؤں میں بسر کی اور دوسرے روز شام کو پرتو کو جا کر یہ خوش خبری سنائی کہ نوری گھر وال میں اپنے

خاوند کے ساتھ رہ رہی ہے۔ پرتو کے چہرے پر وحشیانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اس نے اپنی رائفل کے بٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"یہ وہی آدمی ہوگا جس نے پرتو شیر کی کچھار میں گھسنے کی جرات کی تھی۔ میں اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ ساری عمر یاد رکھے۔"

پرتو کے ساتھی نے کہا۔ "تمہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں استاد۔ ہمیں حکم کرو۔ ہم جاکر دونوں کو قتل کر آتے ہیں۔"

پرتو نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ اپنی مونچھوں کو مروڑا۔ "وہ میرا دشمن ہے۔ میں ہی اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لوں گا۔ ایسا بدلہ لوں گا کہ وہ زندگی بھر اپنے زخموں کو چاٹتا رہے گا۔"

اسی رات پرتو نے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر گھروال کی طرف چل پڑا۔

☆☆☆

دن ڈھل رہا تھا۔ جبرو کھیس کاندھوں پر ڈالے سر پر چوخانہ رومال لپیٹے اپنے کھیتوں میں مزارعوں کے پاس بیٹھا فصل کے بارے میں ضروری باتیں کر رہا تھا کہ اچانک گاؤں کی طرف سے فائر کی آواز آئی۔ یہ رائفل کا فائر تھا۔ جبرو کا دل زور سے دھڑکا۔ مزارعے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ گاؤں میں کسی کے پاس بندوق وغیرہ نہیں تھی۔ جبرو جلدی سے اٹھا اور اپنے مکان کی طرف دوڑ پڑا۔ ریوالور اس وقت بھی اس کی صدری کی جیب میں تھا۔

اس نے کچھ گھڑ سواروں کو دیکھا جو دور نشیب کے کھیتوں میں سرپٹ گھوڑے دوڑاتے چلے جارہے تھے۔ جبرو معاملے کی تہ تک پہنچ چکا تھا۔ وہ دیوانہ وار اپنے مکان کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اس نے مکان کے باہر کچھ لوگوں کو دیکھا۔ مکان کا دروازہ کھلا تھا۔ جبرو لپک کر صحن میں آگیا۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔ صحن میں جبرو نے جو

منظر دیکھا اس نے اسے سن کر دیا۔ صحن کے کچے فرش پر تین لاشیں پڑی تھیں۔ ایک لاش میاں جی کی تھی۔ دوسری نوری کی ماسی کی اور تیسری خود نوری کی تھی۔ ایک چوتھی لاش بھی تھی۔ یہ نوری کے ہونے والے بچے کی تھی جسے نوری کے پیٹ کو پھاڑ کر باہر نکال کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تھے۔ صحن میں خون کا چھوٹا سا تالاب بن گیا تھا۔ ان پر چاقوؤں سے وار کئے گئے تھے۔ نوری کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں تھا اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا۔ گلا آدھا کٹا ہوا تھا۔ چھوٹے سے بچے کی لاش کے ٹکڑے پاس ہی پڑے تھے۔

جبرو نے اپنا کھیس اتار کر نوری کی لاش پر ڈال دیا۔ کسی نے پیچھے سے جبرو کے کاندھے پر آہستہ سے ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بیٹا! صبر کرو۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔"

جبرو نے آہستہ سے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ یہ گاؤں کے بزرگ صورت مولوی صاحب تھے۔ جبرو وہیں بچھی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ صحن میں وہ برتن ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے جنہیں نوری بڑے شوق سے سجایا کرتی تھی۔ کچھ لوگ صحن میں آکر لاشوں کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مولوی صاحب نے انہیں باہر چلے جانے کو کہا۔ جبرو کی آنکھیں آہستہ آہستہ سکڑنے لگیں۔ اس نے اپنی بیوی کی لاش پر نظریں جما رکھی تھیں۔

"بیٹا! کچھ گھڑ سوار آئے تھے۔" مولوی صاحب نے کانپتے لہجے میں جبرو کو بتایا۔ "ایک ان کے آگے آگے تھا۔ میں نماز پڑھ کر یہاں سے گزر رہا تھا کہ وہ تمہارے مکان میں گھس گئے اور ایسی بے دردی سے سب کو قتل کر ڈالا کہ کسی کی آواز بھی نہ نکل سکی۔"

جبرو نے لاش کی طرف دیکھتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔ "یہ لوگ تھے کون؟"

"جو آدمی آگے آگے تھا اس نے ہوا میں فائر کرکے کہا تھا کہ نوری کے آدمی سے کہہ دینا پرتو نے بدلہ لے لیا ہے۔"

جبرو کا خون ایک بار ابل کر اپنے معمول پر آگیا۔ اسے یقین تھا کہ یہ قتل پرتو

کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ اس نے سر جھکا لیا۔ وہ فرش پر جمے ہوئے اپنی بیوی اور بچے کے خون کو تکنے لگا۔ مولوی صاحب نے اسے صبر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔ "میں خود تحصیل میں جاکر پولیس کو خبر کرتا ہوں۔ ان کے کفن دفن کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ تم حوصلہ رکھو بیٹا۔"

جبرو نے مولوی صاحب کی طرف دیکھا۔ مولوی نے محسوس کیا کہ جبرو کی آنکھیں وہ نہیں ہیں جو پہلے ہوا کرتی تھیں۔ یہ آنکھیں کچھ سرخ ہو رہی تھیں۔ ان میں ایک ایسی تیز چمک آگئی تھی جو غم کی یا آنسوؤں کی چمک نہیں تھی۔

"مولوی صاحب آپ کفن کا انتظام کرو۔ میں خود پولیس کے پاس جاتا ہوں۔"

جبرو کوٹھری میں گیا۔ ٹین کے صندوق فرش پر الٹے ہوئے تھے اور نوری کے کپڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ جبرو نے جھک کر نوری کا کیسری رنگ کا دوپٹہ اٹھایا۔ یہ دوپٹہ نوری نے شادی والی رات اوڑھ رکھا تھا۔ اس پر گوٹے کی دو تین لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ جبرو نے دوپٹہ اپنی آنکھوں سے لگالیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر جلدی سے اپنے آنسو اسی دوپٹے سے صاف کئے سر پر بندھا ہوا چوخانہ رومال اتار کر چارپائی پر پھینک دیا اور نوری کا کیسری دوپٹہ اپنے سر کے گرد پگڑی کی طرح باندھا اور باہر نکل آیا۔ لوگوں نے جبرو کے سر پر کیسری دوپٹہ بندھا ہوا دیکھا تو حیران سے ہو کر ایک دوسرے کو تکنے اور چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

جبرو نے مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "مولوی صاحب! ان لاشوں کو عزت کے ساتھ اپنی نگرانی میں دفن کرا دیجئے گا۔"

وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا کونے میں بندھے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔ اس پر زین باندھی اور اسے قدم قدم چلاتا تینوں لاشوں کے قریب سے گزر کر مکان سے باہر آگیا۔

گاؤں کے سیدھے سادھے لوگ غم زدہ تھے۔ وہ پرے پرے ہٹ گئے۔ جبرو گھوڑے پر بیٹھا اور باگ موڑ کر غروب ہوتے سورج کی دھیمی دھیمی روشنی میں اس

طرف روانہ ہوگیا جدھر سے وہ کبھی اپنی دلہن نوری کو لے کر اس گاؤں میں داخل ہوا تھا۔

ساری رات وہ ویرانوں اور بیابانوں میں سفر کرتا رہا۔ دوسرے دن صبح کے وقت ایک چھوٹے سے گاؤں کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اترا یہاں ایک نالہ بہہ رہا تھا۔ جبرو نے گھوڑے کو پانی پلایا۔ خود بھی پیا اور اٹھ کر گاؤں کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ گھوڑا گھاس چر رہا تھا۔ جبرو وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کے ذہن میں ہلکی ہلکی جھنجھناہٹ مسلسل جاری تھی۔ آنکھیں جیسے زمین کی تہوں کو چیر کر نیچے تک دیکھ رہی تھیں۔ اسے نہ نیند آرہی تھی نہ تھکان کا احساس تھا نہ ہی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ جب گھوڑے نے اچھی طرح پیٹ بھر لیا تو جبرو پھر اس پر سوار ہوگیا۔ اب اس کا رخ ساچووال گاؤں کی طرف تھا۔

شام کے وقت اسے ایک جانب ٹیکریوں کے پاس ساچووال گاؤں کے مکان د کھائی دیئے۔ یہ نوری کا گاؤں تھا۔ جبرو گاؤں میں جانے کی بجائے مٹی کے تودے کے پاس اس جگہ آگیا جہاں اس نے نوری کی ماں کو دفن کیا تھا۔ قبر اسی طرح بنی ہوئی تھی۔ البتہ ایک پتھر لڑھک گیا تھا۔ جبرو نے اپنے سر پر بندھی ہوئی نوری کی کیسری چنی اتاری۔ اسے بڑے احترام سے تہہ کر کے زمین پر رکھا۔ پھر قبر کو ایک طرف سے کھودنے لگا۔ جب وہاں چھوٹا سا گڑھا بن گیا تو نوری کی کیسری چنی کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور گڑھے میں رکھ کر اوپر مٹی ڈال دی لڑھکا ہوا پتھر اٹھا کر دوبارہ اس جگہ لگایا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر آنکھیں بند کر کے فاتحہ پڑھنے لگا۔

فاتحہ پڑھنے کے بعد اس نے قبر پر جھک کر اپنا ہاتھ رکھا۔ "ماں جی! میں نوری کو خوش نہ رکھ سکا مجھے معاف کر دینا۔"

جبرو کا رخ اس سکھ واس پور کی طرف تھا جو پرتیو کا گاؤں تھا۔ چھ سات کوس کا فاصلہ تھا۔ وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا چلا جارہا تھا۔ ایک ٹیکری سے نیچے اترا تو سامنے کھیت تھے اور ان کے پیچھے سکھ واس پور تھا۔ جبرو پہلے گھوڑے سے اتر کر چھپ

چھپ کر گاؤں میں داخل ہوا تھا۔ مگر اس وقت نہ جانے اس کے ذہن میں کیا دھن سمائی تھی کہ وہ گھوڑے کو دوڑاتا سیدھا اس کچی گلی میں گھس گیا جس میں پرتو کا ڈیرہ تھا۔ حویلی کا دروازہ کھلا تھا۔ آگے صحن تھا حویلی کے باہر چارپائی بچھی تھی جس پر دو آدمی بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ گھڑسوار کو آتا دیکھ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبرو نے ریوالور ہاتھ میں لے لیا۔ ایک ہاتھ سے گھوڑے کی باگ کو پیچھے کھینچتے ہوئے جبرو کے حلق سے ایک بلند آواز نکلی۔ "نوری....."

یہ ایک آواز بھی تھی اور چیخ بھی۔ اس کے ساتھ ہی جبرو کے ریوالور کا رخ دو آدمیوں کی طرف ہوگیا جو اب گھبرا کر حویلی کے اندر بھاگنے والے تھے۔ دو فائر ہوئے اور ایک آدمی چارپائی کے پاس اور دوسرا حویلی کی دہلیز پر اوندھے منہ گر پڑا۔ جبرو گھوڑے سمیت حویلی کے کھلے دروازے سے صحن میں داخل ہوگیا۔ سامنے پرتو کی کوٹھری تھی۔ فائر کی آواز سن کر پرتو اپنے دو آدمیوں کے ساتھ کوٹھری سے باہر نکل آیا تھا۔ جبرو نے اسے اور پرتو نے جبرو کو پہچان لیا تھا۔

جبرو نے یکے بعد دیگرے چار فائر کئے۔ گولیاں پرتو کے جسم سے پار ہوگئیں۔ ایک فائر اس کے ساتھی کو لگا لیکن دوسرا دیوار پھاند کر بھاگ گیا۔ جبرو نے گھوڑا گرے ہوئے پرتو کے اوپر چڑھا دیا۔ پیچھے ہٹ کر ایک اور فائر اس کے سر کا نشانہ لے کر کیا اور چلایا۔ "نوری....."

پرتو خون میں لت پت صحن کے فرش پر پڑا تھا۔ جبرو گھوڑے سے اترا۔ پرتو کی لاش کے پاس آیا۔ اس کے سر پر ریوالور کی نالی لگائی اور فائر جھونک دیا۔ پرتو کی کھوپڑی کھل گئی۔ جبرو اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ دوسرا آدمی زخمی تھا۔ جبرو نے اسے بھی گولی مار کر ٹھکانے لگایا اور گھوڑا دوڑاتا صحن کے باہر گلی میں آگیا۔

گلی سنسان تھی۔ دو ہندوؤں کی لاشیں حویلی کے سامنے پڑی تھیں۔ جبرو نے ایک ہوائی فائر کیا اور جسم کی ساری طاقت کو جمع کر کے اتنے زور کی چیخ بلند کی کہ گاؤں کے مکانوں کی منڈیریں تک کانپ اٹھیں۔ اس نے گھوڑے کو کھیتوں کی طرف ڈال دیا۔

اس نے نوری کا بدلہ لے لیا تھا۔ وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا کھیتوں میں سے گزر گیا۔ پھر سکھ داس پور گاؤں پیچھے رہ گیا۔ گھوڑا ویران اندھیرے میدانوں اور کھیتوں میں سے گزرتا بھاگا چلا جارہا تھا۔ دور ساچو وال کی روشنی نظر آنے لگی۔ جبرو اس گاؤں کے قریب سے ہو کر شمال کی طرف ہوگیا۔

یہ علاقہ اس کے لئے نیا تھا۔ وہ نئے علاقے میں جانا چاہتا تھا۔ شاید اس لئے کہ اس کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ لیکن نئی زندگی کا انجام کیا ہونا تھا؟ اس کی جبرو کو کچھ پروا نہیں تھی۔ خدا جانے رات آدھی گزر چکی تھی یا نہیں لیکن جبرو کا گھوڑا تھک گیا تھا۔ اس کی رفتار ست ہوگئی۔ اس وقت جبرو جنگلی پھلاہی کے بیابان میں سے گزر رہا تھا۔ یہاں نہ کوئی پگ ڈنڈی تھی اور نہ کوئی کچی سڑک تھی۔ کسی گاؤں کی روشنی بھی آس پاس نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے اتر کر گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا۔ یہ جبرو کا اپنا گھوڑا تھا۔ جو نوری کے خالو نے اسے دیا تھا۔ گھوڑا جبرو کی ایک ایک حرکت کو پہچانتا تھا۔ جبرو زمین پر بیٹھ گیا۔ گھوڑا درختوں ادھر ادھر چرنے لگا۔

تھوڑی دیر آرام کے بعد جبرو گھوڑے پر بیٹھ کر دوبارہ چل پڑا۔ اب وہ گھوڑے کو قدم قدم چلا رہا تھا۔ رات بھر وہ چلتا رہا۔ یہ علاقہ اس کے لئے اجنبی تھا۔ یہاں زمین ایسی تھی کہ کہیں نشیب میں اترتی چلی گئی تھی اور کبھی ایک دم سے میدان آجاتا تھا۔ پہاڑیاں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتی تھیں۔ صبح کے وقت جبرو نے کچھ ہری بھری کھیتیاں دیکھیں جہاں ایک جگہ ایک کسان درانتی سے چارا کاٹ رہا تھا۔ جبرو اس کے قریب جا کر گھوڑے سے اتر گیا۔ کسان نے ہاتھ روک کر جبرو کی طرف دیکھا اور پھر چارا کاٹنے میں مصروف ہوگیا۔ جبرو نے کسان کو سلام کیا۔ کسان نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا۔ "بھائی کس گاؤں جانا ہے؟" جبرو اس کے قریب کھیت کی مینڈھ پر بیٹھ گیا۔ "کچھ کھانے کو مل جائے گا؟"

کسان چارا کاٹتے ہوئے پھر رک گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی فصل کی اوٹ میں گیا۔ جبرو اس کی طرف سمٹی ہوئی آنکھوں سے برابر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ

واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں مٹی کی کٹوری اور رومال میں بندھی ہوئی دو روٹیاں تھیں۔ "باجرے کی روٹی اور لسی ہے۔"

جبو نے روٹی والا رومال اور کٹورا لے لیا۔ جانے کب سے بھوکا تھا۔ کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کھاتے کھاتے کہنے لگا۔ "میرے گھوڑے کو پانی پلا دو گے؟"

کسان نے محسوس کیا کہ اجنبی کے لہجے میں ایک عجیب قسم کا تحکمانہ انداز تھا اور اس نے بالکل صحیح محسوس کیا تھا۔ جبو کا لہجہ نوری کے قتل کے بعد بدل گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اب وہ کسی سے کچھ نہیں چھپا رہا۔ کسی سے خوف زدہ نہیں ہے۔ کسان دوبارہ درانتی چلانے لگا اور بولا۔ "پیچھے ایک نہر بہتی ہے۔ وہاں گھوڑے کو پانی پلا دینا۔"

جبو نے روٹی کھاتے ہوئے کہا۔ "تم میرے گھوڑے کو ندی پر چھوڑ آؤ۔ جب تک میں روٹی کھاتا ہوں یہ بھی پانی پی لے گا۔"

جبو کے لہجے میں اس قدر تیقن اور خود اعتمادی تھی کہ کسان کچھ دب سا گیا۔ جلدی سے اٹھا۔ جبو کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اسے ندی کی طرف لے گیا۔ جب واپس آیا تو جبو روٹی کھانے کے بعد لسی پی رہا تھا۔ لسی پی کر اس نے مٹی کا کٹورا نیچے رکھ دیا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور دوسری جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر کسان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت یہی دے سکتا ہوں۔ اسے نذرانہ سمجھ کر قبول کر لو۔"

کسان بولا۔ "اس کی کیا ضرورت ہے بھائی جی۔ تم ہمارے مہمان ہو۔"

جبو نے آنکھیں سکیڑ کر گہری نظروں سے کسان کی طرف دیکھا۔ اس کا نوٹ والا ہاتھ ابھی تک کسان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ کسان ڈر سا گیا اور جلدی سے آگے بڑھ کر نوٹ تھام لیا۔ جبو نے سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے سامنے کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا۔ "ادھر کون سا علاقہ ہے؟"

کسان نے شمال کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ادھر تو آگے سبحان پور کا علاقہ شروع ہو

جاتا ہے۔" جبو نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "اس طرف کون سا علاقہ ہے؟"

"ادھر نیچے کی جانب نابھہ پٹیالہ کا علاقہ ہے اور اوپر چلے جاؤ تو کالکا کی حد شروع ہو جاتی ہے۔" پھر اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ "بھائی تم کہاں جاؤ گے؟"

جبو نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ "روٹی کا شکریہ۔"

گھوڑا پانی پینے کے بعد کھیتوں میں سے اس کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ جبو نے سگریٹ زمین پر پھینک کر پاؤں سے مسلا اور گھوڑے کی طرف بڑھا۔ بے چارا دیہاتی کسان اپنے ادھ کٹے کھیت میں کھڑا عجیب نظروں سے جبو کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ وہ جبو کو کوئی ڈاکو قسم کا آدمی سمجھ تھا اور جب جبو گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی نظروں سے کافی دور نکل گیا تو کسان نے کانوں پر ہاتھ لگا کر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے کام میں لگ گیا۔

جبو اور اس کا گھوڑا دونوں تازہ دم ہو گئے تھے۔ اس نے گھوڑے کا رخ ان اونچے نیچے میدانوں کی طرف کر دیا تھا جن کے بارے میں کسان نے اسے بتایا تھا کہ ان کے آگے نابھہ پٹیالہ کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ جبو کے ذہن میں اس وقت کمالے اور اپنے دیرینہ ساتھی شادو کا خیال آ رہا تھا۔ شادو ریاست پٹیالہ کا رہنے والا تھا ممکن ہے ترائی کی کمین گاہ سے بچھڑنے کے بعد شادو ریاست پٹیالہ کی طرف نکل گیا ہو۔

اس وقت جبو کو اپنے ساتھیوں کی تلاش تھی۔ کمالے کے بارے میں وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کدھر گیا ہو گا۔ ویسے اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ایک نہ ایک دن اسے کمالا بھی مل جائے گا۔ اس وقت اسے شادو کی جستجو تھی۔ اسے گولیوں اور اسلحہ کی بھی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ نوری کی المناک موت نے جبو کی جیسے کایا پلٹ دی تھی۔ اب اس کے دل سے پولیس کا اور پکڑے جانے کا خوف نکل چکا تھا۔ پہلے وہ مرنے کو تیار نہیں تھا۔ لیکن اب وہ مرنے مارنے کے لئے ہر لمحے تیار تھا۔

گھوڑا کھیتوں اور میدانوں میں دوڑتا چلا جارہا تھا۔ دھوپ خوب نکل آئی تھی، دوپہر تک جبرو سفر کرتا رہا۔ دوپہر کے بعد اس نے ایک جگہ تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ تیسرے پہر وہ ایک گاؤں کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کچھ سکھ ایک کنوئیں کے پاس دھوپ میں چارپائی ڈالے بیٹھے ہیں۔ وہ سکھ گنا چوس رہے تھے۔ جبرو نے ان کے قریب جاکر گھوڑا روک لیا۔ "پٹیالہ کی ریاست کو کس طرف سے راستہ جاتا ہے سردار جی؟" اس نے دریافت کیا۔

ایک بھاری جسم والے سکھ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور بولا۔ "اس طرف دس کوس کے بعد پٹیالے کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ تم کہاں سے آرہے ہو؟"

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہاں سے چل دیا۔ سکھ اسے تعجب سے دیکھنے لگے۔ دس بارہ کوس کا فاصلہ گھوڑے پر کچھ زیادہ نہیں تھا۔ ابھی دن کی روشنی باقی تھی کہ جبرو ہرے بھرے کھیتوں والے میدانی علاقے میں داخل ہوگیا۔ جہاں جگہ جگہ درخت اگے تھے۔ کئی ایک پرانی عمارتوں کے کھنڈر بھی اسے نظر آئے۔ کھیتوں میں جو سکھ ہل چلا رہے تھے انہوں نے ریاستی انداز میں پگڑیاں باندھ رکھی تھیں۔ جبرو سمجھ گیا کہ وہ پٹیالے کی سرحد میں داخل ہوچکا ہے۔ وہ درختوں میں گھری ہوئی کشادہ کچی سڑک پر چلا جارہا تھا۔ دو مکان اور کسی قلعے کی اونچی دیوار دکھائی دے رہی تھی۔ دو سکھ سروں پر چارے کے گٹھے اٹھائے آتے نظر آئے۔ جبرو نے گھوڑا روک لیا۔ جب وہ اس کے قریب سے گزرنے لگے تو جبرو نے پوچھا۔ "کیوں سردارجی! سامنے پٹیالے کا شہر ہی ہے؟"

ایک سکھ نے جواب دیا۔ "یہ تو سامانہ قصبہ ہے۔ پٹیالہ آگے تین کوس پر ہے۔"

وہ پھر آگے چل دیا اور جب ریاست کے صدر مقام یعنی پٹیالہ شہر میں داخل ہوا اس وقت شام ڈھل رہی تھی وہ شہر کے سامانی دروازے سے داخل ہوا تھا۔ بازار میں دکانیں کھلی تھیں۔ یہاں بجلی کے بلب دکانوں اور مکانوں میں جل رہے تھے۔ آبادی زیادہ تر سکھوں کی تھی۔ کہیں کہیں اسے اچکن پوش لال ٹوپی اور کلاہ پگڑی والے

مسلمان بھی دکھائی دیئے جبرو کا لباس دیہاتی تھا۔ وہ گھوڑے کی باگ تھامے سامانی بازار میں گزر رہا تھا۔

اس شہر میں وہ اپنے پرانے ساتھی شادو کی تلاش میں آیا تھا۔ اتنا جبرو جانتا تھا کہ شادو اگرچہ غنڈہ ٹائپ نوجوان ہے۔ مگر وہ خون کے کسی مقدمے میں پولیس کو مطلوب نہیں تھا اور نہ ہی وہ جیل توڑ کر بھاگا تھا۔ اس اعتبار سے جبرو کسی سے بھی اس کا پتا پوچھ سکتا تھا۔ لیکن کسی بدمعاش ٹائپ کے آدمی کے بارے میں پوچھنا ویسے ہی لوگوں کو شک میں ڈال سکتا تھا۔ اگرچہ جبرو کو اب اس کی پروا نہیں تھی کہ لوگ اس کے متعلق کیا سوچیں گے تاہم وہ کسی متعلقہ آدمی سے شادو کو پوچھنا چاہتا تھا۔

مختلف بازاروں میں سے گزرتے ہوئے جبرو سیف آبادی دروازے کے بازار میں پہنچ گیا۔ یہاں ایک ہوٹل ٹائپ کا تنور تھا جس میں لوگ دال روٹی کھا رہے تھے۔ جبرو نے گھوڑے کو ایک طرف کھڑا کیا اور دکان میں آکر لوہے کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے دال روٹی منگوائی اور کھانے لگا۔ پاس ہی دو سکھ بیٹھے کھانا کھاتے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ پیے ہوئے لگتے تھے۔ ان کی گفتگو سے جبرو کو معلوم ہوا کہ وہاں سے آگے سیف آبادی دروازہ ہے جس کے باہر کوئی تکیہ ہے جہاں سے وہ دارو پی کر آئے ہیں۔

جبرو کھانا کھاکر اسی تکیے کی طرف چل دیا جو دروازے کے باہر کھجور کے درختوں کے نیچے کھیتوں کے پاس ہی تھا۔ جبرو نے وہاں جاکر گھوڑے کو ایک طرف باندھا اور کوٹھری کے باہر بچھے ہوئے بہت بڑے تخت پر جاکر بیٹھ گیا۔ اندھیرا ہوگیا ہوا تھا۔ تکیے میں ایک طرف لالٹین جل رہی تھی۔ ادھر ادھر کچھ لوگ بیٹھے نشہ کر رہے تھے۔ تخت پر ایک بوڑھا سکھ کمبل اوڑھے دری پر چپ چاپ بیٹھا تھا۔

جبرو کو بیٹھتے دیکھ کر اس نے خالص ریاستی پنجابی میں پوچھا کہ اسے کیا چاہیے؟ جبرو کو ان لوگوں کے کاروبار کے انداز کا علم تھا۔ اس نے جیب سے ایک روپیہ نکال کر بوڑھے سکھ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ایک پڑیا چاہیے مہاراج۔"

سکھ نے کمبل کے اندر سے ایک چھوٹی سی پڑیا نکال کر جبرو کے حوالے کر دی۔

"یہاں اسے سگریٹ میں ڈال کر نہ پینا۔"

پڑیا میں چرس کی گولی تھی۔ جبرو بولا۔ "باہر جا کر ہی پیوں گا مہاراج۔" پھر جبرو نے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد شادو کے بارے میں پوچھا تو بوڑھا سکھ کہنے لگا۔ "اس نام کا ایک آدمی چوک انار دانے والے اڈے میں رہا کرتا تھا۔ مگر وہ تو بنگال چلا گیا تھا۔" بوڑھے نے کہا جو شادو کو خوب پہچانتا تھا۔

جبرو نے جلدی سے کہا۔ "ہاں وہی شادو۔ میرا نام رحمت ہے۔ میں اس کا ماموں ہوں۔ امرتسر سے آیا ہوں اس کی تلاش میں۔ بنگال میں گیا تھا۔ پتہ چلا کہ وہاں سے وہ جا چکا ہے۔"

بوڑھا چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔ "تم مکھن سنگھ کے پاس جاؤ۔ اسے معلوم ہو گا مکھن سنگھ کا گھر درشنی دروازے کے ساتھ ہی ہے۔"

جبرو نے بوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور گھوڑے کی باگ تھامے درشنی ڈیوڑھی کا راستہ پوچھ کر ادھر کو چل پڑا۔ درشنی دروازہ وہاں سے قریب ہی تھا۔ مکھن سنگھ جس مکان میں رہتا تھا اس کے سامنے ایک چھوٹا سا احاطہ تھا جہاں بانس کے ساتھ ایک بلب جل رہا تھا۔ احاطے میں بیری کا درخت تھا جس کے نیچے ایک یکہ بغیر گھوڑے کے کھڑا تھا۔ جبرو نے احاطے میں آ کر مکھن سنگھ کو آواز دی۔ سامنے کی جانب دو کوٹھریاں تھیں۔ ایک کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ایک ناٹے قد کا بھاری بدن والا سکھ کمبل اوڑھے باہر نکل آیا۔ "کیوں بھئی کس سے ملنا ہے؟"

جبرو نے ست سری اکال کہا اور بتایا کہ میں امرتسر سے آ رہا ہوں۔ مکھن سنگھ سے ملنا ہے۔ سکھ بولا۔ "اندر آ جاؤ۔ میں ہی مکھن سنگھ ہوں۔ گھوڑا یہاں باندھ دو۔"

جبرو نے گھوڑے کو یکے کے پہیے کے ساتھ باندھا اور کوٹھری میں آ گیا۔ اندر دو چارپائیوں پر بستر بچھے ہوئے تھے۔ بیچ میں ایک اونچی میز نما چوکی رکھی تھی۔ مکھن سنگھ نے ایک گلاس جبرو کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کچھ پیو گے؟"

جبرو نے کہا۔ "نہیں مہاراج۔ میں نہیں پیتا۔"

مکھن سنگھ بولا۔ "اب بتاؤ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے۔ امرتسر سے تمہیں گوبند پوری نے تو نہیں بھیجا؟"

جبرو بولا۔ "نہیں مہاراج مجھے کسی نے نہیں بھیجا۔ میں خود آیا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرا نام رحمت ہے۔ میں اپنے بھانجے شادو کی کھوج میں ہوں۔"

مکھن سنگھ نے گلاس واپس میز پر رکھ دیا اور ٹکٹکی باندھ کر جبرو کو تکنے لگا۔

جبرو سمجھ گیا کہ وہ شادو کو جانتا ہے۔ اس نے مکھن سنگھ کو بتایا کہ میں اپنے بھانجے کی تلاش میں بنگال بھی ہو آیا ہوں۔ مگر وہ نہیں ملا۔ مکھن سنگھ مونچھوں کو ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے بولا۔ "ہاں...... وہ...... وہ کلکتے میں ہوا کرتا تھا۔"

"اب وہ کہاں ہے؟" جبرو نے جلدی سے پوچھا۔

مکھن سنگھ کہنے لگا۔ "دوپہر کو مجھے ملا تھا۔ کہہ رہا تھا شام کو آؤں گا، مگر آیا نہیں۔"

جبرو نے مکھن سنگھ سے کہا۔ "شادو کی بہن بہت بیمار ہے۔ میں شادو کو لینے آیا ہوں۔ کیا تم مہربانی کر کے مجھے اس کے پاس لے جا سکتے ہو سردار جی؟"

مکھن سنگھ بولا۔ "اس کے پاس تو نہیں لے جا سکتا مگر اسے یہاں بلوا لیتا ہوں بات یہ ہے کہ تم شریف آدمی لگتے ہو اور شادو جہاں رہتا ہے وہ محلہ کچھ بدنام ہے۔ تم یہیں آرام کرو میں ابھی اسے بلا لاتا ہوں۔ شادو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

مکھن سنگھ نے کھیس کی بکل ماری اور کوٹھری سے نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی ایک نوکر ٹائپ لڑکے نے آ کر پوچھا کہ چائے لا دوں بازار سے؟ جبرو نے کہا۔ "نہیں بھئی۔ میں چائے نہیں پیتا۔"

لڑکا چلا گیا۔ جبرو نے خدا کا شکر ادا کیا کہ آخر اسے شادو کا سراغ مل ہی گیا۔ شادو مل جاتا تو اس کی مدد سے کمالے کا بھی کھوج لگایا جا سکتا تھا۔ کوٹھری کا دروازہ بند تھا مگر کنڈی نہیں لگی تھی۔ جبرو نے کوٹھری کا جائزہ لیا۔ کونے میں دو چار صندوق پڑے تھے۔ دیوار پر دربار صاحب امرتسر کی تصویر فریم میں جڑی ہوئی لگی تھی۔ جبرو نے

چارپائی پر ٹانگیں پھیلا دیں اور سکون کے ساتھ سگریٹ سلگا کر اس کے کش لگانے لگا۔

☆☆☆

مکھن سنگھ مکان کے احاطے سے نکل کر نیم روشن بازار میں آیا اور پھر اس کا رخ پولیس چوکی کی طرف ہوگیا۔ مکھن سنگھ پولیس کا مخبر بھی تھا۔ شادو پولیس کو مطلوب تھا کیونکہ وہ ایک مفرور قاتل کمالے کے ساتھ منسلک تھا اور خود بھی پٹیالے میں کئی وارداتیں کرچکا تھا۔ مکھن سنگھ کو جب معلوم ہوا کہ شادو کا ماموں اس کی تلاش میں آیا ہے تو اس نے اپنا فرض جانا کہ تھانے دار کو جا کر خبر کر دے۔ پولیس اسے اسی بات کی تنخواہ دیتی تھی۔ تھانے میں ایس ایچ او وریام سنگھ بیٹھا ایک رجسٹر کے اندراج پڑھ رہا تھا کہ مکھن سنگھ اندر داخل ہوا۔ مکھن سنگھ نے تھانے دار کو بتایا کہ مفرور شادو کا ایک ماموں اس سے ملنے اس کے مکان پر آیا ہوا ہے۔ سکھ تھانے دار کے کان کھڑے ہوگئے۔ جلدی سے رجسٹر ایک طرف رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "کیا وہ ابھی تک تمہارے مکان پر ہی ہے؟"

"ہاں جی۔ میں اسے اپنی کوٹھری میں بٹھا کر آیا ہوں۔" مکھن سنگھ نے آہستہ سے کہا۔

"اس کے پاس اسلحہ تو نہیں ہے؟"

مکھن سنگھ کہنے لگا۔ "مہاراج وہ تو گاؤں کا شریف آدمی لگتا ہے اس کے پاس تو ڈنگوری تک نہیں ہے۔"

تھانے دار داڑھی کھجاتے ہوئے بولا۔ "اس سے شادو کے بارے میں مفید معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ تم یہیں بیٹھو۔ میں وردی بدل کر آتا ہوں۔" تھانے دار ایک کمرے میں گھس گیا۔ اس نے اپنی وردی اتار کر عام سفید کپڑے یعنی دھوتی کرتا پہن کر گرم کمبل شانوں پر ڈال کر قمیض کے اندر بھرا ہوا پستول چھپایا اور مکھن سنگھ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "میں اس سے ابتدائی طور پر کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم مجھے شادو کا گہرا دوست کہہ کر تعارف کروانا۔"

تھانے دار مکھن سنگھ کے ساتھ اس کے مکان پر آگیا۔ جبرو کوٹھری میں ہی تھا۔ مکھن سنگھ کے چلے جانے کے بعد جبرو کو خطرے کا ہلکا سا احساس ہوا تھا۔ ویسے بھی وہ خطرے سے

کسی وقت بھی باہر نہیں تھا۔ وہ کچھ دیر سگریٹ پیتا رہا۔ پھر اٹھ کر کوٹھری سے باہر دیکھنے لگا جہاں اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔

اچانک اس نے احاطے کے بار قدموں کی آہٹ سنی تو اس نے ریوالور نکالا اور دروازہ بند کرکے واپس چارپائی پر آکر اس طرح بیٹھ گیا کہ ریوالور اس کے سیدھے ہاتھ میں تھا اور اپنے دونوں ہاتھ اس نے اسی طرح بغلوں میں داب رکھے تھے جیسے اسے ٹھنڈ لگ رہی ہو۔ ریوالور کو اس نے بغل کے نیچے چھپا رکھا تھا۔

کوٹھری کا دروازہ کھلا اور مکھن سنگھ تھانے دار کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوا۔ جبرو نے غور سے نووارد سکھ کو دیکھا۔ وہ اس کی شکل دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

مکھن سنگھ نے جبرو سے کہا۔ "بھائی رحمت۔ یہ گوبند سنگھ ہے۔ پٹیالے میں یہی ایک شادو کا دوست ہے۔"

تھانے دار عام کپڑوں میں تھا۔ اس نے جبرو کو گہری تیز نظروں سے دیکھا اور چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "بھائی رحمت۔ تم شادو کے ماموں ہو؟"

جبرو سمجھ گیا کہ اس کا خدشہ غلط نہیں تھا۔ سکھ کا انداز پولیس والوں کا تھا۔ جبرو پوری طرح سے تیار ہوگیا۔ اس نے ہاتھ بغلوں میں ہی داب رکھے تھے۔ کہنے لگا۔ "ہاں سردار جی! میں شادو کا ماموں ہوں۔"

تھانیدار آخر سکھ تھا۔ اس نے کچھ جلدی سے کام لیا اور بولا۔ "تمہیں میرے ساتھ ذرا پولیس اسٹیشن تک جانا ہوگا۔" اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے پستول نکال لیا۔ جبرو کے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور پہلے ہی سے تیار تھا۔ اس کے ہاتھ بغلوں میں تھے۔ جس طرح بجلی چمک کر غائب ہو جاتی ہے اس سے بھی کم وقت میں جبرو کا ریوالور والا ہاتھ بغل سے الگ ہوا اور اس سے پہلے کہ تھانیدار اپنے پستول سے فائر کرتا جبرو کے ریوالور سے گولی نکلی اور تھانیدار کے دل کو پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ وہ چارپائی پر آگے کو گر پڑا۔ مکھن سنگھ گھبرا کر باہر کی طرف بھاگا۔ جبرو نے دوسرا فائر داغ دیا۔ گولی مکھن سنگھ کی پیٹھ میں لگی اور وہ دروازے کے آگے منہ کے بل گر پڑا۔

جبرو نے ریوالور جیب میں ڈالا۔ کوٹھری کا دروازہ کھول کر احاطے میں آیا اور گھوڑے کو کھول کر احاطے سے باہر نکل گیا۔

دھماکوں سے آس پاس کے مکانوں میں لوگ چونکے ضرور تھے مگر لکھن سنگھ کے اڈے پر اکثر جرائم پیشہ لوگوں کی آمدورفت رہا کرتی تھی اور کبھی کبھی فائرنگ بھی ہو جایا کرتی تھی۔ اس لئے انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔

جبرو باہر آکر گھوڑے پر بیٹھا اور اسے دلکی چال چلاتا کھیتوں کی طرف چل پڑا۔ کھلے کھیتوں میں پہنچتے ہی اس نے ایڑ لگائی اور رات کے اندھیرے میں گم ہوگیا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ پٹیالے سے نکل کر کس طرف جارہا ہے۔ آگے کوئی شہر آئے گا یا گاؤں؟ آبادی شروع ہوگی یا ویرانہ؟ جبرو نے رات کی تاریکی میں ایک کچی سڑک پر گھوڑا ڈال دیا تھا جو سرپٹ دوڑا جارہا تھا۔

پٹیالہ شہر بہت پیچھے رہ گیا۔ پولیس اس کی تلاش میں نکل سکتی تھی اس لئے وہ جائے واردات سے زیادہ سے زیادہ دور چلا جانا چاہتا تھا۔ درختوں کے جھنڈ ختم ہوگئے۔ کھیت بھی اب اندھیرے میں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ویران جنگلی میدان شروع ہوگئے تھے۔ دور ایک طرف اسے بجلی کے کھمبوں پر جھلملاتے قمقموں کی قطار دکھائی دی جو مشرق کی جانب چلی گئی تھی۔ یہ شاید جرنیلی سڑک تھی۔ جبرو اس سڑک سے جنوب مشرق کی طرف ہٹتا چلا گیا۔ ایک بہت بڑی نہر آگئی۔ جبرو نہر کے پل سے گھوڑا دوڑاتا گزر گیا۔ دوسری طرف کلر زمین تھی۔ جبرو کا گھوڑا اس کلر میدان کو بھی پار کرگیا۔ جرنیلی سڑک کی روشنیاں اب بہت دور رہ گئی تھیں۔ گھوڑا سرپٹ دوڑتا رہا ساتھ ہی اس کا ذہن بھی شور مچاتا رہا۔ وہ اس وقت موت کو اپنی جیب میں ڈالے سفر کر رہا تھا۔ اسے نہ زندگی کا لالچ تھا اور نہ موت کا خوف باقی رہا تھا۔ کوئی شخص اس کا دشمن نہیں تھا اور سبھی دشمن تھے۔ کوئی دوست نہیں تھا اور سبھی دوست تھے۔ نوری اس کی زندگی کی آخری نشانی تھی جسے بے درد زمانے نے خاک و خون میں تڑپا تڑپا کر ہلاک کردیا تھا۔ نوری کے سات ماہ کے بچے کے بھی ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ جبرو اس معاشرے کے بھی اسی طرح ٹکڑے اڑا دینا چاہتا تھا۔ نوری کی شکل ہر

وقت اس کی آنکھوں میں رہتی تھی۔ کبھی وہ چنی سر پر کھسکاتے ہوئے مسکرا کر اس کے سامنے سے گزر جاتی کبھی دوپٹہ اپنے موتیوں جیسے دانتوں تلے دبائے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی ہوتی اور کبھی اس پر جھکی اس کا سر دبا رہی ہوتی۔ پھر وہ نوری کی لاش کو دیکھتا کہ وہ آڑی ترچھی پڑی ہے اور جمے ہوئے خون پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں' یہ بھنبھناہٹ ابھی تک جبرو کے ذہن میں گونج رہی تھی۔ وہ جہاں بھی جاتا تھا خونیں بھنبھناہٹ اس کے ساتھ ہوتی تھی۔

وہ ایک ذخیرے سے باہر نکلا تو سامنے ایک گاؤں آگیا۔ گاؤں کے باہر کسی مکان کے احاطے میں لالٹین کی روشنی ہو رہی تھی۔ باقی سارے مکان اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جبرو گھوڑے سے اتر کر پیدل گاؤں کی ایک ویران کچی گلی میں داخل ہوگیا۔ گلی میں اندھیرا تھا' آگے ایک دو منزلہ مکان کا چھجہ باہر کو نکلا ہوا تھا۔ اس کا دروازہ بھڑا تھا۔ کسی خوشحال زمیندار کا مکان لگتا تھا۔ مکان کی بیٹھک کا دروازہ بند تھا مگر روشندان سے ہلکی ہلکی روشنی نکل رہی تھی۔ اس نے گھوڑے کو وہیں کھڑا کیا اور خود بیٹھک کے بند دروازے کی دراڑ سے جھانک کر دیکھا۔ اندر مٹی کے تیل کا لیمپ صندوقچی کے پاس روشن تھا اور ایک آدمی کھیس کی بکل مارے بیٹھا بہی کھاتے پر حساب کتاب لکھ رہا تھا۔ اس کے سر پر ہندوؤں کی طرح کی بودی تھی جو ایک گانٹھ کی شکل میں پیچھے کی طرف بندھی ہوئی تھی۔ یہ کوئی ہندو برہمن تھا۔ شکل سے ہی سود خور لگ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی لوہے کی چھوٹی سی سیف پڑی تھی۔

جبرو نے دروازے کو آہستہ سے اندر کی جانب دھکیلا اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ دروازے کو دھکیلنے سے چرچراہٹ پیدا ہوئی تو اندر سے لالے نے آواز دی۔ "کون ہے اس وقت؟"

جبرو نے جلدی سے کہا۔ "لالہ جی دروازہ کھولو۔ نمبردار جی کا خاص پیغام لے کر آیا ہوں۔"

لالہ کھیس کو سنبھالتا ہوا اٹھا اور بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا۔ کنڈی اتار

کر دروازہ کھولا اور باہر سر نکال کر بولا۔ "کون ہو بھئی۔ نمبردار جی کو کیا کام پڑ گیا ہے اس وقت؟" اس دوران ریوالور جبرو کے ہاتھ میں آچکا تھا جس کی نالی کا رخ ہندو لالے کی طرف تھا۔ لالہ جیسے سکتے میں آگیا۔ جبرو نے اندر کی طرف دھکیل کر دروازہ پیچھے بند کیا اور بڑے پرسکون انداز میں بولا۔ "آواز نکالو گے تو خون میں نہلا دوں گا تجوری کھولو۔"

لالے کا خون خشک ہو رہا تھا۔ کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے چابی لگا کر تجوری کھول دی۔ تجوری کے تین خانے تھے۔ ایک خانے میں لال رنگ کے بہی کھاتے بھرے ہوئے تھے۔ دوسرے خانے میں شاید وکٹوریہ کی تصویر والے چاندی کے روپوں کی تھیلیاں پڑی تھیں۔ ساتھ ہی نوٹوں کی کچھ گڈیاں نظر آرہی تھیں۔

جبرو نے آہستہ سے کہا۔ "چاندی کے روپے اور نوٹ ادھر رکھ دو۔"

لالے نے ہاتھ جوڑ کر کچھ کہنے کی ہمت کی مگر اس کی آواز نہ نکل سکی۔ جبرو نے ریوالور کی نالی اس کے بالکل سامنے کر دی۔ لالے نے ایک تھیلی اور نوٹوں کی گڈیاں جبرو کے آگے دری پر ڈھیر کر دیں۔

"تھیلی کھولو۔" جبرو نے اگلا حکم سنایا۔

اس میں واقعی چاندی کے روپے تھے جن پر وکٹوریہ کا سربنا ہوا تھا۔ جبرو نے تھیلی لی اور دس دس کے کرنسی نوٹوں کی ایک گڈی اس میں رکھ لی۔ اسے اٹھا کر اپنی قمیض کے اندر تہبند میں اڑسا اور لالے سے بولا۔ "دوزانو ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

لالہ یہ سمجھا کہ شاید جبرو اسے گولی مارنے لگا ہے۔ اس کے حلق سے ایک عجیب سے آواز نکل گئی۔ جبرو نے زور سے اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مارا۔ وہ آہ کر کے وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جبرو نے اس دروازے کی طرف دیکھا جو مکان کے اندر کھلتا تھا۔ لالہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

جبرو نے دیکھا کہ کونے میں لکڑی کا صندوق رکھا ہے۔ اس نے صندوق کو کھولا۔ اس میں دریاں اور کچھ کپڑے پڑے تھے۔ جبرو نے انہیں جلدی جلدی نکال کر باہر پھینکا۔ وہ اپنے مطلب کی چیز تلاش کر رہا تھا۔ آخر اسے وہ چیز مل گئی۔ یہ ایک نسواری رنگ کی گرم چادر

تھی۔ اس کے پاس ہی ایک اونی ٹوپی بھی پڑی تھی۔ جبرو نے ٹوپی سر پر پہن کر گرم چادر کو چوہرا کر کے جسم کے گرد لپیٹ لیا اور لالے کو بے ہوش چھوڑ کر بیٹھک سے باہر نکل آیا۔ اسے اس بات کا افسوس تھا کہ صندوق میں سے لالے کا کوئی پستول یا گولیاں نہیں ملی تھیں۔ جبرو نے گلی میں آگے پیچھے ایک نگاہ دوڑائی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ گھوڑے پر بیٹھا اور اس کی باگ موڑ کر جدھر سے آیا تھا ادھر کو چل دیا۔

گاؤں سے نکلتے ہی جبرو نے گھوڑے کا رخ شمال کی طرف کر دیا اور گھوڑے کو دوڑانے لگا۔ کبھی میدان آجاتا۔ کبھی بیابان اور کبھی زیر کاشت کھیت۔ مگر وہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ ٹوپی اور گرم چادر نے ٹھنڈ کو روک دیا تھا۔ آگے ایک دریا آگیا جو خشک تھا۔ کہیں کہیں پتن کی شکل میں ٹھنڈا پانی ستاروں کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ جبرو نے گھوڑے کو دریا کے پاٹ میں ڈال دیا۔ گھوڑا ریت پر تیزی سے دوڑنے لگا۔ دریا پار زمین اونچی تھی اور اس کے سامنے ایک بار پھر ایک بیابان پھیلتا چلا گیا تھا۔

جانے کیوں جبرو کا دل بار بار اسے جموں کی ترائی کی طرف چلنے پر اکسا رہا تھا۔ اسے جیسے یقین سا ہو رہا تھا کہ کملا اسے ترائی کے جنگل میں ہی کسی جگہ ملے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جبرو گھوڑے کو شمال کی طرف دوڑا رہا تھا۔ وہ رات کو سفر کرتا' دن کی روشنی میں کسی ٹیبے یا کھولے میں چھپا رہتا۔ ندی نالے کا پانی پی کر پیاس بجھاتا۔ کھیتوں میں سے سٹے توڑ توڑ کر کھاتا۔ کہیں گنے چوستا۔

یوں وہ تین دن سے سفر کرتا رہا۔ آخر کار شمال مشرق کی جانب کافی فاصلے پر پہاڑیاں نظر آنا شروع ہو گئی تھیں۔ اب ضروری تھا کہ وہ یہ معلوم کرے کہ وہ کس علاقے میں پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ چوتھے روز وہ ایک گاؤں سے دور ایک کھیت کے قریب گھوڑے سے اتر کر اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ کوئی ادھر سے گزرے تو اس سے علاقے کے بارے میں دریافت کرے' تھوڑی دیر بعد ایک عورت بکری کی رسی پکڑے آتی دکھائی دی۔ جبرو کا حلیہ بڑا شریفانہ تھا۔ ہلکی ہلکی داڑھی۔ بھری بھری مونچھیں سر پر اونچی ٹوپی' عورت نے نیلے رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ وہ پاؤں سے ننگی تھی۔ جب وہ جبرو کے قریب سے گزری تو

جبرو نے کہا۔ "بہن جی! سوچیت گڑھ یہاں سے کتنی دور ہوگا؟"

عورت رک گئی۔ جبرو کی طرف دیکھ کر بولی۔ "ویرا! سوچیت گڑھ تو یہاں سے بہت دور ہے یہ شتوال گاؤں ہے آگے دنیا نگر ہے۔"

جبرو نے اطمینان کا سانس لیا کہ وہ دنیا نگر کے آس پاس پہنچ چکا تھا۔ یہاں سے جموں کی ترائی شروع ہوتی تھی۔ جبرو بولا۔ "بہن جی تمہاری مہربانی ہے۔"

دیہاتی عورت جبرو کو دیکھتی ہوئی آگے چل دی۔ دنیا نگر اس زمانے میں بھی ایک اچھا خاصا قصبہ تھا بلکہ چھوٹا موٹا شہر ہی لگتا تھا۔ چنانچہ جبرو نے اس طرف جانے کی بجائے اوپر کی جانب رخ کر لیا۔ وہ سارا دن اس نے سفر میں گزارا۔ شام کے قریب ترائی کا نیم میدانی علاقہ شروع ہو گیا۔ پہاڑیاں بھی قریب نظر آنے لگی تھیں۔

رات جبرو نے ایک پہاڑی نالے کے پاس کھوہ میں لیٹ کر بسر کی۔ دن نکلتے ہی وہ پھر چل پڑا۔ گھوڑے کو سبز چارہ نہیں مل سکا تھا۔ ایک جگہ دو چار کھیت کٹے ہوئے تھے۔ ایک کھیت میں کچھ کٹا ہوا چارہ پڑا تھا۔ جبرو نے یہاں گھوڑے کو پیٹ بھر کر چارہ کھلایا۔ خود اسے بھی بھوک لگ رہی تھی۔ دوسرے کھیت میں گاجریں اور مولیاں اگی تھیں۔ جبرو نے چھ سات گاجر مولیاں اکھاڑ کر صاف کیں اور انہیں کھا گیا۔ پیٹ کی آگ کسی حد تک بجھ گئی۔ وہ پھر آگے چل پڑا۔ اب وہ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ ترائی میں تو وہ آگیا ہے مگر کمالے کو کہاں تلاش کیا جائے؟ اسے یہ بھی یقین نہیں تھا کہ کمالا اس علاقے میں ہے بھی یا نہیں۔ وہ تو محض اس خیال سے آگیا تھا کہ آخر اسے کسی طرف تو جانا ہی ہے تو کیوں نہ ترائی کی طرف چلا جائے جہاں کمالے کے ملنے کا امکان بھی تھا۔

جبرو کے لئے یہ کھڈ' نالوں اور اونچی نیچی ٹیکریوں' ٹیلوں والا علاقہ نیا تھا۔ جہاں وہ کمالے اور شادو کے ساتھ ایک خفیہ کمین گاہ میں رہا کرتا تھا۔ وہ جگہ جبرو پہچان نہیں رہا تھا۔ ایک جگہ اسے ایک پہاڑی آدمی درخت کی لکڑیاں کاٹتا دکھائی دیا۔ جبرو اس کے قریب چلا گیا۔ وہ لکڑیاں کاٹتے کاٹتے رک گیا۔ جبرو گھوڑے پر ہی بیٹھا رہا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے۔ اس نے جبرو کو بتایا کہ وہ ڈوگر وال کی تحصیل میں کھڑا ہے اور جموں

ہی اوپر شمال کی جانب ستر میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جبرو سوچیت گڑھ سے شمال مشرق کی جانب کافی فاصلے پر تھا۔ وہ سوچیت گڑھ سے اندر ہی رہنا چاہتا تھا۔ جبرو نے پوچھا کہ قریب کوئی تنور وغیرہ ہے جہاں کچھ کھانے کو مل جائے۔ پہاڑی نے اسے بتایا کہ تھوڑی دور ٹیلے کے پیچھے ایک گاؤں ہے وہاں تنور بھی ہے مگر وہ دوپہر کو گرم ہوتا ہے۔

جبرو نے کوئی جواب نہ دیا اور گھوڑا آگے بڑھا دیا۔

ٹیلے کے پیچھے نشیب میں چند ایک مکانوں پر مشتمل چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جس کے باہر کچھ کھیت اور پھل دار باغ تھے۔ ایک کھیت میں گائیں چر رہی تھیں۔ جبرو گاؤں کے کنارے ایک کھیت کے پاس گھوڑے سے اتر پڑا۔ ایک کچے کوٹھے کے باہر تنور موجود تھا۔ مگر ٹھنڈا تھا۔ وہاں آدمی بھی کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ جبرو کو ابھی اتنی بھوک بھی نہیں تھی۔ قریب ہی گھاس کا ایک چھوٹا سا قطعہ تھا۔ جبرو نے گھوڑے کو وہاں چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود پیپل کے ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

دھوپ ٹیلوں کھیتوں اور مکانوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ گاؤں کے کچے مکانوں کے بیچ میں سے ایک چھوٹی سی گلی گاؤں سے نکل کر دوسرے ٹیلے کی طرف جا رہی تھی۔ شاید کچا راستہ آگے جا کر کسی بڑے راستے سے مل جاتا ہوگا۔

اپنی بیوی اور بچے کے قتل سے پہلے جبرو اپنی زندگی کے تحفظ کے بارے میں قدم قدم پر سوچا کرتا تھا مگر جب سے اس نے اپنی وفا شعار بیوی نوری اور اس کے بچے کی لاش کے ٹکڑوں کو دیکھا تھا جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا تو ایک قدرتی بے نیازی سی اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ اس بے نیازی میں سنگ دلی اور شقی القلبی کا عنصر زیادہ تھا۔

یہ گاؤں کسی بڑی کچی سڑک سے منسلک تھا۔ اس لحاظ سے یہاں پولیس کے آدمیوں کا خطرہ تھا مگر جبرو درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا سگریٹ پیتا رہا۔ وہ زیادہ سے زیادہ آرام کرنا چاہتا تھا کیونکہ کچھ پتا نہیں تھا کہ آگے اسے ابھی کس قدر طویل سفر طے کرنا ہوگا۔ وہ یونہی بے خیالی میں گاؤں کی ویران گلی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور آگے کو جھک کر غور سے دیکھنے لگا۔

دور گاؤں کی گلی میں سے پولیس کے سپاہی باہر نکلے۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ رائفلیں ان کے کاندھوں سے لٹک رہی تھیں۔ تھوڑی دور چل کر وہ رک گئے اور گھوڑوں کا رخ پیچھے کو پھیر دیا۔ عقب سے دو گھوڑے آہستہ آہستہ چلتے نمودار ہوگئے۔ ان میں سے ایک گھوڑے پر ایک نوجوان اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی تھی جس کی زنجیر دوسرے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے ایک تھانیدار کے ہاتھ میں تھی۔ تینوں پولیس والے سکھ تھے اور کسی مجرم کو گرفتار کرکے لئے جا رہے تھے۔ جبرو کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس کی آنکھیں شادو کو پہچاننے میں کبھی غلطی نہیں کرسکتی تھیں۔ جس نوجوان کو پولیس ہتھکڑی لگا کر گرفتار کرکے لئے جارہی تھی وہ شادو تھا۔

جبرو جلدی سے اٹھ کر درخت کے پیچھے ہوگیا اور پولیس پارٹی کو گاؤں کی گلی سے نکل کر ٹیلے کی طرف جاتے دیکھتا رہا۔ جب پولیس پارٹی ٹیلے کی اوٹ میں چلی گئی تو جبرو گھوڑے پر بیٹھا اور اسے دوڑاتے ہوئے دوسرے ٹیلے کی طرف چلا گیا۔ وہ دو تین ٹیلوں کا چکر کاٹ کر کچی سڑک پر کافی آگے جاکر ایک ٹیکری کی اوٹ میں گھوڑے سے اتر گیا۔ گھوڑے کو اس نے ایک پتھر کے ساتھ باندھ دیا اور خود جیب سے ریوالور نکال کر ٹیکری کی چڑھائی چڑھ کر پیٹ کے بل لیٹ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ دوسری طرف کچا راستہ تھا جو لوگوں اور چھکڑوں اور گائے بھینسوں کے چلنے سے بن گیا تھا۔ یہاں دونوں جانب کہیں کہیں جنگلی کیکر کے درخت اگے ہوئے تھے۔ راستہ پیچھے سے ایک ٹیلے کا موڑ گھوم کر آتا تھا۔ جبرو کی آنکھیں اس موڑ پر جمی تھیں۔

تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ پولیس پارٹی نظر آگئی۔ آگے آگے سپاہی گھوڑوں پر سوار تھے۔ بیچ میں ایک گھوڑے پر شادو بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی پڑی تھی جس کی زنجیر ساتھ چلتے تھانیدار کی پیٹی سے بندھی ہوئی تھی۔ جو خود بھی دوسرے گھوڑے پر سوار تھا۔ تینوں گھوڑے قدم قدم چلتے آرہے تھے۔ جبرو نے ریوالور دونوں ہاتھوں میں لے کر نشانہ لے لیا۔ پولیس پارٹی قریب آئی تو جبرو نے شادو کو صاف پہچان لیا اس کی داڑھی بڑھ آئی تھی اور اس نے مایوسی کے عالم میں اپنے سر کو جھکا رکھا تھا۔ جبرو نے تھانیدار کو اپنی زد میں

لے رکھا تھا۔ جب فاصلہ بہت تھوڑا رہ گیا تو جبرو نے لبلبی دبا دی۔ ایک دھماکہ ہوا اور تھانیدار اچھل کر گھوڑے سے آگے کی جانب نیچے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی شادو بھی گھوڑے سے گر گیا۔ دونوں سپاہیوں نے گھبرا کر کاندھوں سے رائفلیں اتاری ہی تھیں کہ جبرو چلا اٹھا۔

"رائفلیں پھینک دو۔ نہیں تو تم دونوں کو بھی بھون ڈالوں گا۔ پھینکو رائفلیں۔"

دونوں سپاہیوں کے ہوش و حواس اڑ چکے تھے۔ ان کے افسر کی لاش اوندھے منہ زمین پڑی تھی۔ تھانیدار کا گھوڑا بھاگ گیا تھا۔ سپاہیوں نے رائفلیں پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ شادو عجیب سی خوشی اور تحیر کے عالم میں ٹیکری کی طرف تک رہا تھا۔

"شادو ان کی رائفلیں اٹھالے۔" جبرو چند ثانیے بعد بولا۔

شادو نے جبرو کی آواز پہچان لی۔ وہ جلدی سے اٹھا۔ تھانیدار کی لاش کی پیٹی میں سے چابی نکال کر اپنی ہتھکڑی کھول کر واپس پھینکی اور لپک کر سپاہیوں کی دونوں رائفلیں اٹھالیں۔ جبرو ٹیکری کے اوپر سے دو تین چھلانگیں لگا کر نیچے شادو کے سامنے آگیا۔ اس کے ریوالور کا رخ ابھی تک سکھ سپاہیوں کی طرف تھا۔

شادو بے اختیار پکار اٹھا۔ "استاد! تم ٹھیک وقت پر آگئے۔"

جبرو نے شادو کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور سکھ سپاہیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اپنی اسلحہ کی پیٹیاں بھی اتار کر نیچے پھینک دو۔"

سپاہیوں کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ جبرو کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے فوراً اپنی کمر سے بندھی ہوئی گولیوں کی پیٹیاں اتار کر نیچے پھینک دیں۔ ایک سکھ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ہم سرکاری ملازم ہیں۔ ہمارا کوئی قصور نہیں۔ ہمیں نہ مارنا ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

جبرو نے ریوالور جیب میں رکھ لیا۔ ایک رائفل کو الٹا کر دیکھا۔ دوسری رائفل شادو کے ہاتھ میں تھی اور نالی کا رخ سپاہیوں کی جانب تھا۔ یہ تھری ناٹ تھری کی رائفل تھی۔ چیمبر میں پانچ گولیاں موجود تھیں۔ یہ جبرو نے تھانیدار کی لاش کی طرف رائفل سے اشارہ

کیا اور بولا۔ "تمہیں بھی اس کے ساتھ ہی جانا ہوگا۔"

سپاہیوں نے یہ سنا تو رہی سہی طاقت بھی ختم ہوگئی۔ شادو حیران تھا کہ جبرو کیا کہہ رہا ہے۔ جبرو کا یہ انداز' یہ لہجہ شادو نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دونوں سپاہی ابھی تک گھوڑوں پر ہی بیٹھے تھے۔ جبرو نے رائفل کی نالی اوپر اٹھائی اور لبلبی دبا دی۔ دھائیں۔ ایک فائر ہوا۔ ایک سپاہی چکرا کر نیچے گرا۔ جبرو نے تیزی سے سیفٹی کیچ پیچھے کرکے میگزین آگے کیا اور دوسرا فائر بھی داغ دیا۔ ایک سیکنڈ لگا ہوگا کہ دونوں سپاہیوں کی لاشیں زمین پر تڑپ رہی تھیں۔ شادو تو جبرو کا منہ ہی تکتا رہ گیا۔ اس کے خیال میں ان سپاہیوں کا خون کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ان کی مشکیں کس کر انہیں کسی کھال میں پھینک کر وہاں سے فرار ہوسکتے تھے۔ اور جب تک گاؤں کا کوئی آدمی وہاں آکر ان کی مشکیں کھولتا وہ وہاں سے دور نکل گئے ہوتے۔ لیکن جبرو نے خدا جانے کیا سوچ کر ان دونوں کا بھی خون کر دیا تھا۔

جبرو نے شادو کی طرف دیکھا اور بولا۔ "ایک گھوڑے کو قابو میں کر لو شادو۔ میں اپنا گھوڑا لے کر آتا ہوں۔"

ٹیلے کی دوسری جانب جبرو کا گھوڑا پتھر کے ساتھ بندھا تھا۔ وہ گھوڑا لے کر واپس آیا تو تب تک شادو دونوں سپاہیوں اور تھانیدار کی اسلحہ کی پیٹیاں ایک جگہ سڑک کے کنارے رکھ چکا تھا۔ جبرو نے تھانیدار کا ریوالور بھی اپنے پاس رکھ لیا اور اپنا خالی ریوالور شادو کی طرف پھینک دیا۔ یہ تم رکھ لو۔ اس کی گولیاں بھی کہیں سے مل جائیں گی۔"

شادو نے کچھ گھبراتے ہوئے کہا۔ "استاد جبرو۔ ہم لوگوں کے قریب ہیں۔ فائر کی آواز گاؤں کے لوگوں نے سن لی ہوگی۔ ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔"

جبرو نے ایک طرف سگریٹ پھینکتے ہوئے شادو کی طرف سمٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اور بولا۔ "بھاگنے کا زمانہ گزر گیا ہے شادو۔ ویسے مجھے تمہاری ہی تلاش تھی۔ اچھا ہوا تم مل گئے۔ ان لاشوں کو یہیں پڑے رہنے دو۔ گھوڑے پر بیٹھو ہم یہاں سے چلتے ہیں۔"

اسلحہ کی ایک پٹی شادو نے اور ایک پٹی جبرو نے اپنی کمر کے گرد باندھ لی۔ رائفلیں کاندھوں سے لٹکائیں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر سڑک سے اتر کر دوسرے ٹیلوں کی طرف

کافی دور نکل آنے کے بعد جبرو نے گھوڑے کی رفتار کم کردی اور شادو سے پوچھا۔ "پہلے یہ بتاؤ کہ کمالے کا تمہیں کچھ پتا ہے کہ وہ کہاں ہوگا؟"

شادو کہنے لگا۔ "استاد! میں کمالے ہی کی کھوج میں اس گاؤں میں آیا تھا کہ سکھ سفید پوش نے میری مخبری کردی اور میں پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔ اگر تم نہ آتے تو خدا جانے پولیس میرا کیا حال کرتی۔ مگر تم ادھر کیسے نکل آئے؟"

"میں تم دونوں کی تلاش میں ادھر آیا تھا۔ یہ بتاؤ کمالا ہمیں کہاں مل سکتا ہے؟"

شادو بولا۔ "استاد میں نے یہ سارا علاقہ چھان مارا ہے مجھے تو وہ کہیں نہیں ملا۔ استاد! تم اتنی مدت کہاں رہے؟"

جبرو نے صرف اتنا کہا کہ بس آوارہ گردی کرتا رہا۔ شادو' جبرو کی آواز بولنے کے انداز ور لہجے میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ اس میں سرد مہری سی آگئی تھی کچھ دور تک وہ گھوڑوں کو قدم قدم چلاتے رہے۔ شادو بولا۔ "استاد! آگے جموں کشمیر کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے بڑا گنجان آباد ہے۔ پولیس ہمیں گرفتار کرسکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں نیپال کی طرف چلے جانا چاہیے۔"

جبرو نے شادو پر ایک سمٹی ہوئی نگاہ ڈالی۔ "جب تک کمالا نہیں مل جاتا ہم اس ملک سے باہر نہیں جائیں گے۔"

جبرو کی آواز میں پختہ عزم کی جھلک تھی۔ شادو خاموش ہوگیا۔ جبرو نے گھوڑے کی باگ دائیں ایک نشیب کی طرف موڑ دی گھوڑا سرپٹ دوڑنے لگا۔ شادو نے بھی اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا۔ جبرو کی حکمت عملی کی اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کدھر جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے۔ اتنا وہ جانتا تھا کہ جبرو ایک ایسا بے رحم انسان بن چکا ہے جس کے دل میں شاید رحم نام کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہا۔ وہ خود میں جبرو سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔ کہ وہ کس طرف جارہا ہے لیکن جبرو اپنی منزل سے باخبر تھا۔ ریاست پٹیالہ سے جنوب مشرق کی سمت نشیب میں آئیں تو آگے دریا بیاس کا علاقہ آجاتا ہے جو ریاست کپور تھلہ سے ہوتا ہوا اوپر کالکا اور پھر شملے کی پہاڑی ڈھلوانوں تک چلا گیا ہے۔

جن لوگوں نے یہ علاقہ دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہوں گے کہ دریائے بیاس کے پار شمال کی طرف جائیں تو علی وال سے آگے نخاسو برانچ نہر آ جاتی ہے۔ اس کی دوسری جانب اوپر کالکا کی پہاڑیوں تک کریڑ، کیکر اور پھلاہی کا ایک ناہموار ویرانہ پھیلا ہوا ہے جو سانپوں اور بچھوؤں کا گھر سمجھا جاتا تھا۔ اس علاقے میں لوگ دن کے وقت بھی سفر کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ جبرو نے اپنے لئے یہی ویرانہ چن لیا تھا۔ شادو اس کے ساتھ تھا۔ وہ خود پولیس سے بھاگا ہوا تھا۔ جبرو کے پاس اسے بھی تحفظ مل سکتا تھا اور وہ آزاد زندگی بسر کرسکتا تھا۔

جبرو نے نخاسو برانچ نہر سے شمال کی جانب سات کوس کے فاصلے پر کریڑ اور پھلاہی کے ایک ویرانے میں زیر زمین اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔اس سر زمین کو ابھی وہ اس لئے بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا کہ اسے یہاں اپنے جگری دوست کمالے سے ملنے کی امید تھی۔ جس مقام پر جبرو نے زیر زمین اپنا ٹھکانہ بنایا وہ دو چھوٹے ٹیلوں کے درمیان تھا۔ یہاں ایک جگہ سے نیچے اتر کر زمین کے اندر قدرتی تہ خانہ سا بنا ہوا تھا۔ جبرو اور شادو نے اس کے دہانے کو گھاس پھوس سے چھپا دیا۔ قریبی گاؤں کی آبادی وہاں سے جنوب کی طرف پندرہ میل کے فاصلے پر تھی۔ شادو ایک روز بھیس بدل کر گاؤں میں گیا اور وہاں سے گڑ، آٹا، گھی، نمک اور چائے گھوڑے پر لاد کرلے آیا۔ ٹیلوں کے قریب ہی شادو نے پتھر جوڑ کر ایک چولہا بنا لیا جہاں رات کو وہ روٹی وغیرہ پکا لیتا تھا۔ دن کے وقت وہ گھوڑوں کو ویرانے میں ادھر ادھر چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتے اور رات کو ٹیلے کے پیچھے درختوں کے نیچے لا کر باندھ دیتے۔

اس دوران جبرو نے کمالے کی تلاش جاری رکھی۔اب اسے پولیس کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ بھرا ہوا ریوالور اور رائفل ہر وقت اس کے ساتھ ہوتی تھی۔ وہ کبھی اکیلا اور کبھی شادو کے ہمراہ جنگل میں دور دور تک چکر لگاتا۔ اس امید پر کہ شاید کہیں ان کی کمالے سے ملاقات ہو جائے۔ جبرو کے پاس جو رقم تھی وہ ختم ہو گئی تو ایک روز جبرو نے شادو سے کہا کہ وہ کسی قریبی گاؤں میں جائے اور کسی ایسے سود خور ساہو کار کا سراغ لگائے جو سودی

سامی ہو یا غریبوں کا خون چوستا ہو۔

شادو قریبی دیہات سے واقف تھا۔ وہ ایک روز فقیر کا حلیہ بنا کر نکل گیا۔ دوسرے دن واپس آکر اس نے جبرو کو بتایا کہ وہاں سے پندرہ کوس جنوب میں برانچ نہر کے کنارے گڑھ مگدہ کا قصبہ ہے جہاں گنگا رام ہندو سود پر قرض دیتا ہے۔ لوگوں کی زمینیں اور زیور رہن رکھتا ہے اور جو ایک بار اس کے جال پھنس جائے پھر ساری زندگی نہیں نکل سکتا۔ قصبے کے سینکڑوں مسلمان مزارع اس کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور کنگال ہو گئے ہیں۔

جبرو کی آنکھیں اپنے آپ سکڑ سی گئیں۔ جیسے شیر گھات میں بیٹھے اپنے شکار کو دیکھ رہا ہو۔ اسی رات جبرو نے شادو کو ساتھ لیا اور غریبوں کا خون چوسنے والے بھیڑیئے ہندو ساہوکار کے قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ جب قصبہ گڑھ مگدہ کے پاس پہنچے تو دن نکل آیا تھا۔ شادو نے دبی زبان سے پوچھا۔ "استاد! کیا دن میں واردات کرو گے؟"

جبرو گھوڑے پر بیٹھا اسے قدم قدم چلا رہا تھا۔ جواب دیئے بغیر ایک جگہ ٹاہلی کے درختوں میں گھوڑے کو روک لیا۔ وہ سمٹی ہوئی آنکھوں سے سامنے قصبے کے مکانوں کو تکتے ہوئے بولا۔ "شادو میں نہ کبھی اپنا حلیہ بدلوں گا نہ مجھے رات میں واردات کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا تو ابھی واپس چلے جاؤ۔"

شادو پہلے ہی محسوس کر رہا تھا کہ وہ اب پہلے والا جبرو نہیں رہا۔ اس نے اپنے گھوڑے کی گردن پر تھپکی دی اور بولا۔ "استاد! اب تو باقی زندگی تیرے ساتھ ہی گزرے گی۔ تو جو کہے گا وہی کروں گا۔"

جبرو کی نظریں ابھی تک قصبے کے مکانوں پر لگی تھیں۔ اس نے پوچھا۔ "کیا یہاں کوئی پولیس چوکی ہے؟"

"پولیس چوکی یہاں سے گیارہ کوس دور تحصیل میں ہے۔"

"تو پھر خون چوسنے والے بھیڑیئے کے گھر کی طرف چلو۔"

ساہو کار گنگا رام اس وقت اپنے کشادہ مکان کے صحن میں چارپائی پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔ پیتل کی کٹوری اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ دودھ پی رہا تھا۔ جبرو اور شادو گھوڑوں پر

سوار بڑے سکون کے ساتھ قصبے کے بازار سے گزر کر گنگارام کے مکان کے سامنے آگئے۔ آنگن کا دروازہ کھلا تھا۔ جبرو نے گھوڑے سے اترتے ہوئے شادو سے کہا۔ "تو باہر کھڑا رہ۔ میں تیرے گنگا رام کی خبر لیتا ہوں۔" جبرو ہاتھ میں رائفل لئے مکان کے صحن میں داخل ہو گیا۔

گنگارام نے ایک اجنبی جوان کو رائفل سے مسلح اندر آتے دیکھا تو اس کا رنگ اڑ گیا۔ جبرو نے جاتے ہی رائفل کا رخ گنگا رام کی طرف کر دیا اور بولا۔ "لالہ! جتنا دودھ دنیا میں تجھے پینا تھا تم پی چکے ہو کٹوری نیچے رکھ دو اور میرے ساتھ چل کر ذرا اپنی تجوری تو کھولو۔"

گنگا رام کے ہاتھ سے کٹوری گر پڑی۔ اس کا بڑا لڑکا کوٹھری سے نکل کر آگیا۔ اس نے غصیلی آواز میں کہا۔ "کون ہو تم؟ بندوق لے کر یہاں کس لئے آئے ہو؟"

جبرو نے اس ہندو جوان کی طرف ایک نگاہ ڈالی اور تھوڑا سا مسکرا کر بولا۔ "لالہ! یہ تیرا بیٹا ہے؟ اسے کہہ دو کہ واپس اسی کوٹھری میں چلا جائے جہاں سے آیا ہے۔"

گنگا رام کی گھگھی بندھی ہوئی تھی اس نے فوراً ہاتھ جوڑ دیئے۔ "مہاراج! میری تجوری میں اس وقت کچھ نہیں ہے ساری رقم میں کل ہی تحصیل کے بینک میں جمع کرا آیا ہوں۔"

گنگا رام کا بیٹا اپنے باپ کی مدد کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ جبرو کی رائفل کا رخ اس کی طرف ہو گیا۔ رائفل نے شعلہ اگلا۔ ایک دھماکہ ہوا اور گنگا رام کا بیٹا جس ستون کے پاس کھڑا تھا اس کا ایک حصہ اڑ گیا۔ جبرو غرایا "یہ گولی تیری کھوپڑی کو بھی اڑا سکتی تھی۔"

گنگا رام کی بیوی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کو پکڑ کر کوٹھری میں لے گئی۔ جبرو نے گنگا رام کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور کہا۔ "چل۔ تجوری کے پاس لے چل مجھے۔ ذرا آج تجھ سے کچھ حساب کتاب ہو جائے۔"

گنگارام کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ کوٹھری میں آکر اس نے تجوری کھول دی۔ جبرو نے تجوری میں رکھا ہوا سارا سونا اور نقدی کی تھیلیاں سمیٹیں اور گنگا رام کے سینے سے

رائفل کی نالی لگا کر بولا۔ "لالہ! اب تونے غریبوں کی زمین' گہنا گروی' رکھی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

شادو رائفل تانے مکان کے باہر کھڑا تھا۔ فائر کی آواز سن کر کچھ لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے مگر وہ دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ گاؤں کا ہر آدمی گنگا رام سے نفرت کرتا تھا۔ سبھی خوش تھے کہ آج قدرت اس ظالم سود خور سے ان لوگوں کا بدلہ لے رہی ہے۔ جبرو نے مکان سے باہر آکر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"تم میں سے جس جس نے گنگا رام کو اپنا گہنا پاتا دے رکھا ہو یہاں آکر لے لے۔"

مگر کسی کو آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔ وہ لوگ جبرو کو کوئی بہت بڑا ڈکیت سمجھ رہے تھے اور قریب جاتے ڈر رہے تھے۔ جبرو نے آگے بڑھ کر دو معتبر قسم کے آدمیوں کو زبردستی اپنے ساتھ لے لیا۔ اور انہیں لے کر گاؤں سے باہر آگیا اور سارا سونا اور نقدی کی تھیلیاں انہیں دیدیں۔

"میں نے صرف ایک تھیلی اپنے پاس رکھی ہے۔ یہ سونا اور نقدی غریب لوگوں کی امانت ہے۔ تم یہ امانت جن لوگوں کی ہے انہیں واپس لوٹا دینا۔ یاد رکھو۔ اگر تم میں سے کسی نے خیانت سے کام لیا تو میں خود یہاں آکر تم دونوں کو قتل کر دوں گا۔"

جبرو نے چاندی کے روپوں سے بھری ہوئی تھیلی شادو کی طرف اچھال دی اور گاؤں کے آدمیوں کو رخصت کر دیا۔ پھر جبرو اور شادو بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس اپنی کمین گاہ کی طرف چل دیئے۔ جاتے ہوئے جبرو نے گاؤں کے دونوں آدمیوں کو مخاطب کر کے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جب پولیس آئے تو اسے بتا دینا کہ میرا نام جبرو ڈکیت ہے اور میرا پیچھا کرنے والے کی لاش بھی نہیں ملے گی۔

"استاد! تم نے اپنا نام ان لوگوں کو کیوں بتا دیا؟" شادو نے جبرو سے پوچھا۔

"شادو! اب میرے دل میں سوائے خدا کی ذات کے اور کسی کا خوف نہیں۔ نہ موت کا نہ پولیس کا۔ نام میں نے اسے لئے بتایا کہ یہ نام اب بچے بچے کی زبان پر ہوگا اور اس طرح کمالے کو پتا چل جائے گا کہ جبرو کس علاقے میں ہے۔"

جبرو اپنے ساتھ جو تھیلی لایا تھا اس میں چاندی کے پورے ایک ہزار روپے تھے۔ یہ اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ جبرو نے اب یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ وہ دوپہر کے وقت اکیلا رائفل بھر کر گھوڑے پر بیٹھ کر قریبی ریاست کی طرف نکل جاتا۔ جہاں کہیں اسے کوئی دیہاتی عورت روٹی لے کر کھیتوں میں جاتی نظر آتی وہ قریب آکر کہتا۔

"بہن! میں جبرو ڈکیت ہوں۔ یہ روٹی مجھے دے دو۔"

جبرو کی واردات کی شہرت سارے علاقے میں پھیل گئی کہ جبرو ایک رحم دل ڈکیت ہے اور غریبوں کو ان کے زیور ساہو کاروں سے واپس کرا دیتا ہے۔ لوگ اس کے نام سے ڈرتے بھی تھے اور اس سے محبت بھی کرتے تھے۔ عورت روٹی کی چنگیر جبرو کے سامنے رکھ دیتی۔ جبرو روٹی کھاتا اور پھر جیب سے پانچ یا دس چاندی کے روپے نکال کر چنگیر میں ڈال دیتا۔ "بہن! یہ میری طرف سے تمہاری نذر ہے۔"

ایک بار جبرو نے ایک بوڑھی عورت سے روٹی کھائی اور اسے سو روپے دے دیئے جو اس زمانے میں آج کے پانچ ہزار کے برابر تھے۔ جبرو ڈکیت کی شہرت سارے پنجاب میں پھیل گئی۔ جس عورت کے پاس چاندی کے زیادہ روپے ہوتے دوسری عورتیں اسے کہتیں کہ لگتا ہے تم جبرو کو کھانا کھلا کر آئی ہو۔

جبرو کا ابھی تک پولیس سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ شادو دبی زبان میں جبرو کو کئی باریوں سرعام دن کے وقت پھرنے سے منع کر چکا تھا مگر جبرو کو اپنے یار کمالے کی بھی تلاش تھی۔ اس مٹرگشت کا ایک مقصد کمالے سے ملاقات بھی تھی۔

دوسری طرف پولیس بھی جبرو کے پیچھے لگ چکی تھی۔ پولیس کو علم ہو گیا تھا کہ یہ جبرو وہی ہے جو امرتسر اور بعد میں کلکتے میں خون کرنے کے جرم میں قید ہوا تھا۔ جسے پھانسی کی سزا ہوئی تھی لیکن اپنے ساتھی کی مدد سے جیل توڑ کر فرار ہو گیا تھا۔ اخباروں میں جبرو ڈکیت کی خبریں شہ سرخیوں کے ساتھ چھپنے لگیں حکومت نے اس کی گرفتاری کے لئے دس ہزار روپے کے انعام کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ دس ہزار روپے اس زمانے کی کوئی معمولی رقم نہیں تھی۔ کوئی بھی اس رقم کے لالچ میں آکر جبرو کو پکڑوا سکتا تھا۔ مگر جبرو علاقے کے

لوں کے دلوں میں اتر چکا تھا۔ غریب لوگ چاہے وہ ہندو ہوں سکھ ہوں یا مسلمان اس کی جا کرنے لگے تھے۔ گاؤں میں اس کی غریب دوستی اور دلیری کے قصے فقیر گا گا کر خیرات نگتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پولیس ابھی تک جبرو کا سراغ لگانے میں ناکام رہی تھی۔

پولیس نے جگہ جگہ اپنے مخبر چھوڑ رکھے تھے مگر انہیں ذرا سی بھی کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ اس لئے کہ جو شخص جبرو کو دیکھ بھی لیتا تھا وہ مخبروں کو نہیں بتاتا تھا کہ جبرو ڈکیت ابھی تھوڑی دیر پہلے وہاں سے گزرا تھا۔ علاقے کے دیہات کے غریب کاشتکار، بھنگی مصلی اور کمی تو جبرو کے ساتھ تھے مگر بڑے بڑے زمیندار اور ساہو کار جبرو کے جانی دشمن بن چکے تھے اور اسے گرفتار کروانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ جبرو کے خوف کی وجہ سے وہ کھل کر تو ایسا نہیں کر سکتے تھے مگر درپردہ انہوں نے بھی اپنے خفیہ آدمی جبرو کا سراغ لگانے کے لئے چھوڑ رکھے تھے۔ لیکن پولیس نے اب ایک نئی چال چلی۔ ضلع پولیس چوکی کے تھانیدار کانشی رام نے گڑھ مکدھ کے قصبے میں آکر اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ اس نے ایک مخبر عورت کی خدمات حاصل کر لیں۔ وہ یہ کرتا کہ دوپہر کے وقت مخبر عورت کے سر پر روٹی کی چنگیر رکھ کر گاؤں سے دور کھیتوں کی طرف روانہ کر دیتا اور خود تین سفید کپڑوں والے سپاہیوں کو ساتھ لے کر اس کے پیچھے چل پڑتا۔ تھانیدار کانشی رام خود بھی عام دیہاتی کپڑے پہنے ہوتا مگر انہوں نے بھرے ہوئے پستول پاس رکھے ہوتے تھے مخبر عورت کے ہر روز کپڑے تبدیل کر کے روٹی کی چنگیر بھی بدل دی جاتی تھی۔ یہ عورت پولیس میں لیڈی کانسٹیبل رہ چکی تھی اور شہر سے منگوائی گئی تھی چنانچہ اسے جبرو ڈکیت سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ اسے انعام کا لالچ بھی تھا۔ پولیس نے جبرو کی زندہ یا مردہ گرفتاری کی صورت میں اسے انعام کی آدھی رقم دینے کا وعدہ کر رکھا تھا۔

ایک دن وہ عورت روٹی کی چنگیر سر پر رکھے کھیتوں کے قریب سے کچے راستے پر چلی جا رہی تھی کہ پہلو والی ٹاہلیوں کے درختوں میں سے ایک گھڑ سوار نکل کر اس کی طرف بڑھا۔ مخبر عورت نے اسے دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا کہ ہو نہ ہو یہی جبرو ڈکیت ہو گا۔ جبرو قریب آکر گھوڑے سے اتر آیا اور اپنے مخصوص انداز میں بولا۔ "بہن! میں جبرو ہوں۔ یہ

روٹی مجھے دے دو۔"

مجبر عورت کے کان کئی روز سے یہ بول سننے کو ترس گئے تھے۔ خوش ہو کر وہیں چنگیر سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔ "جبرو پتر! تمہارے لئے روٹی تو کیا ہماری جان بھی حاضر ہے۔"

جبرو نے روٹی کھانا شروع کر دی۔ لیکن وہ غافل نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ انگریز کی پولیس کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کر سکتی ہے۔ چنانچہ بیٹھنے سے پہلے اس نے چاروں طرف ایک گہری نگاہ دوڑا کر دیکھ لیا تھا۔ اس کے آس پاس ایک طرف کھیت تھے جہاں دور ایک کسان ہل چلا رہا تھا۔ دائیں اور بائیں جانب جھنڈ اور چھتر تھور کی جنگلی جھاڑیاں دور تک چلی گئی تھیں۔ جبرو ان جھاڑیوں کے پیچھے چھپے ہوئے پولیس کے تین آدمیوں کو نہیں دیکھ سکا تھا۔

وہ روٹی کھا رہا تھا کہ مجبر عورت کے منہ سے ایک ایسا لفظ نکل گیا جس نے جبرو کو خبردار کر دیا اور اس نے فضاء میں خطرے کی گھنٹی کی آواز سنی۔ مجبر عورت جبرو کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "پتر جبرو! تو غریبوں کا مدد گار ہے۔ تیرے ایسا ڈکیت بھلا اب کہاں پیدا ہو گا؟"

ڈکیت کا لفظ عام طور پر پولیس کے لوگوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ گاؤں کی عورتیں جبرو کو اگر کبھی کہتی بھی تھیں تو ڈاکو کہتی تھیں۔ جبرو نے اپنے ہاتھ کا نوالہ وہیں رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی جھاڑیوں میں سے فائر آیا۔ یہ پستول کا فائر تھا۔ گولی جبرو کے بالکل قریب سے سنسناتی ہوئی درخت کے تنے میں جا گھسی۔ جبرو میں جیسے کسی نے بجلی بھر دی۔ وہ رائفل تھام کر اٹھا چھلانگ لگا کر گھوڑے پر بیٹھا اور ایک فلک شگاف بھڑک مار دی۔ "نوری"۔

بھڑک کے ساتھ نوری کا نام جبرو کی زبان پر بہت دیر بعد آیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجبر عورت کی غداری کی وجہ سے جبرو کا خون کھول اٹھا تھا۔ اس نے گھوڑے پر بیٹھتے ہی پیچھے کی جانب جھاڑیوں میں فائر جھونک دیا۔ وہ وہاں سے بھاگا نہیں بلکہ دائرے کی شکل میں ان جھاڑیوں کے گرد تیزی سے گھوڑا دوڑانے لگا جدھر سے پستول کا فائر آیا تھا۔ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے پولیس کے تین آدمی جبرو کو دن کی روشنی میں صاف نظر آ گئے۔ اس نے

گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس آدمی پر فائر کر دیا جو اٹھ کر پستول ہاتھ میں لئے اس پر گولی چلانے والا تھا۔ گولی پستول والے آدمی کی گردن میں جا کر لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ کانشی رام زمین پر لیٹ کر جبرو پر پستول سے فائر کرنے لگا۔ جبرو گھوڑے کو گول دائرے کی شکل میں دوڑا رہا تھا اور خود اس کے ساتھ لگ گیا تھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا دونوں لیٹے ہوئے پولیس والوں کے قریب سے گزرا اور ایک پر فائر کیا۔ یہ دوسرا سپاہی تھا۔ گولی اس کے سینے میں لگی اور وہ اوندھا ہو گیا۔ تھانیدار بوکھلا کر اٹھا اور کھیتوں کی طرف دوڑ پڑا۔ جبرو جانتا تھا کہ سفید کپڑوں میں پولیس کے آدمی ہیں۔ وہ گھوڑا دوڑاتا کانشی رام کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے پیچھے سے اسے نشانے میں لے کر لبلبی دبا دی۔ کانشی رام ایک دھماکے کے ساتھ اچھلا اور کھیت میں ڈھیر ہو گیا۔ جبرو نے اس کی لاش پر دوسری بار فائر کیا تو اس کا نیم مردہ جسم ذرا سا اچھل کر دوبارہ ساکت ہو گیا۔

مجبر عورت اس دوران میں وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ مگر جبرو کو اس کی تلاش تھی۔ اس نے دور کھیتوں میں عورت کو بھاگتے دیکھا تو گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا۔ وہ بہت جلد اس کے سر پر پہنچ گیا۔ مجبر عورت ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"مجھے بخش دو جبرو۔ مجھے نہ مارنا پتر۔"

جبرو کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چاندی کے کچھ روپے نکالے اور عورت کی طرف پھینک کر کہا۔ "جبرو کسی کی روٹی بغیر روپے دیئے نہیں کھاتا۔" اتنا کہہ کر جبرو نے گھوڑے کا رخ ویران علاقے کی طرف پھیر دیا۔

جبرو کے ہاتھوں ایک تھانیدار اور دو سپاہیوں کے قتل کے بعد محکمے میں کھلبلی مچ گئی۔ انگریز ایس پی ڈانسن خود ضلع ہیڈ کوارٹر پہنچے اور حالات کا جائزہ لیا۔ کانشی رام تھانیدار کی خالی جگہ پر ایک مرہٹے تھانیدار کو خاص طور پر تعینات کر دیا گیا جس کا نام تو کچھ اور تھا مگر محکمے میں اسے شیوا جی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ شیوا جی مسلمانوں کا دشمن اور ہندوؤں کا ہیرو تھا اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اس سے پہلے کئی مسلمان ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے پھانسی کے تختے پر پہنچا چکا ہے۔

شاود کے ذریعے جبرو کو بھی شیوا جی کی آمد کی خبر ہو گئی۔ شاود نے جبرو کو ایک بار پھر خبردار کیا کہ اب ان کا اس علاقے میں رہنا ٹھیک نہیں۔ انہیں کسی دوسرے صوبے میں نکل جانا چاہئے لیکن جبرو نے کہا کہ جب تک کمالا اسے نہیں آن ملتا وہ اس علاقے سے کہیں نہیں جائے گا۔

ہر واردات کے بعد جبرو کو امید ہو جاتی تھی کہ کمالا اگر آس پاس موجود ہے تو اسے علم ہو جائے گا۔ کہ جبرو کہاں وار داتیں کر رہا ہے اور اس تک پہنچنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ مگر تین ماہ گزر جانے پر بھی کمالا ابھی تک نہیں آیا تھا۔

اس حقیقت کا جبرو کو بھی احساس تھا کہ پولیس کا گھیرا اس کے گرد تنگ ہو رہا ہے۔ لیکن وہ ایسی جگہ چھپا ہوا تھا جس کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں تھا۔ دوسری طرف پولیس بھی ویرانے میں زیادہ آگے جاتے ہوئے گھبراتی تھی۔ شیوا جی نے چارج سنبھالتے ہی اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا۔ آدمی کائیاں اور تجربے کار ہونے کے علاوہ اس قسم کے ڈاکوؤں کی نفسیات سے بخوبی واقف تھا اور ان کی کمزوریاں جانتا بھی تھا۔ وہ اردو ہندی انگریزی کے علاوہ پنجابی زبان بھی بڑی روانی سے بول لیتا تھا۔ سب سے پہلے شیوا جی نے جبرو کی فائل کا بغور اور پوری تفصیل سے مطالعہ کیا۔ اسے معلوم ہوا کہ مفرور کمالا بھی جبرو کا ساتھی رہ چکا ہے کمالے ہی نے جبرو کو پھانسی کی کوٹھری سے بھگایا تھا۔ کمالا خود بھی پولیس کو مطلوب تھا۔

دوسری اہم بات شیوا جی کو یہ معلوم ہوئی کہ جبرو شراب اور بری عورتوں کی رفاقت کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ سب سے بڑی خوبی جس نے جبرو کو لوگوں میں مقبول بنا رکھا تھا وہ اس کی غریبوں اور مظلوموں کے ساتھ شدید ہمدردی تھی۔ جبرو نے کئی قتل غریبوں کی ہمدردی میں کئے تھے۔ اس کے ساتھ تھانیدار شیوا جی نے جبرو کے موجودہ معمولات کا جائزہ لیا۔ جبرو نے اب دیہاتی عورتوں سے کھانا کھا کر روپے دینے کا سلسلہ چھوڑ دیا تھا۔ شیوا جی کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ کسی بھی گاؤں کا کوئی غریب آدمی کسی بھی لالچ میں آکر جبرو کو گھوڑے پر گاؤں کے قریب سے گزرتے دیکھ بھی لیتا تو وہ اپنی زبان بند کر لیتا

تھا۔

شیوا جی نے جبرو ڈکیت کی ہسٹری شیٹ اور سیکرٹ فائل میں یہ بھی پڑھ لیا تھا کہ جبرو انگریز فوج میں بھرتی ہو کر اٹلی اور جنوب مشرقی ایشیا کے محاذوں پر بھی تعینات رہا تھا اور پھر انڈونیشیا کے مسلمان حریت پسندوں کے ملنے کے بعد بھگوڑا ہو گیا تھا۔ اچانک شیوا جی کے چالاک ذہن میں ایک ایسی ترکیب تکمیل کے مراحل طے کر رہی تھی کہ جس سے جبرو کا بچ نکلنا تقریباً ناممکن تھا اور اس ترکیب پر عمل کرنے سے جبرو کے ساتھی بھی زندہ پکڑے جا سکتے تھے۔

شیوا جی نے اسی وقت خفیہ پولیس کے اے ایس آئی موہن لال کو بلوانے کے لئے ایک آدمی امرتسر روانہ کر دیا۔ شام کے وقت خفیہ پولیس کا موہن لال گڑھ مگدھ میں شیوا جی کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ موہن لال کی عمر زیادہ نہیں تھی مگر وہ خفیہ پولیس کا ایک انتہائی دلیر تجربے کار اور عیار شخص تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہے اور ایسی مہارت سے حلیہ بدلتا ہے کہ خود اس کے افسران بھی اسے نہیں پہچان سکتے۔

شیوا جی نے خفیہ پولیس کے موہن لال کو اپنے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے "شری موہن جی! اس منصوبے کا سوائے میرے اور تمہارے کسی تیسرے شخص کو علم نہیں ہونا چاہئے اور اوپر والوں سے میں خود ہی بات کر لوں گا۔ اچھا ہوا تم شام کے اندھیرے میں یہاں آئے ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں کے لوگ تمہیں دیکھیں۔ اسکیم میں نے تمہیں سمجھا دی ہے۔ اب تم پچھلے کمرے میں جا کر آرام کرو اور صرف اسی وقت باہر نکلو گے جب تمہارا مشن شروع ہو گا۔"

موہن لال بولا "شیوا جی! تم فکر نہ کرو جبرو ڈکیت کو میں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ پھر انعام کی آدمی رقم مجھے دلوانے کے لئے تمہیں ایس پی صاحب کو سفارش ضرور کرنی ہو گی۔"

شیوا جی نے موہن کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "اس کی تم فکر نہ کرو۔"

شیوا جی نے اگلے روز ہی اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا۔ خفیہ پولیس کے موہن لال کو اس نے منہ اندھیرے اپنے کوارٹر میں پہنچا دیا اور ہدایت کی کہ وہ وہاں سے باہر نہ نکلے اور خود امرتسر روانہ ہو گیا۔ وہاں اس نے حکام بالا کو اپنا منصوبہ بتایا اور تعاون کی درخواست کی۔ منصوبہ ذرا پیچیدہ تھا پھر بھی پولیس افسران ہر حالت میں جبرو ڈکیت کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنا چاہتے تھے کیونکہ اوپر سے سخت دباؤ پڑ رہا تھا اور پولیس کی بدنامی ہو رہی تھی۔ چنانچہ حکام بالا نے شیوا جی کو یقین دلایا کہ اس کے منصوبے پر عمل درآمد کے سلسلے میں اس کے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا جائے گا۔ شیوا جی اسی روز واپس گڑھ مگدھ آ گیا اور اس نے اپنے اسٹاف کے سپاہیوں کو کمرے میں بلا کر کہا۔

"ایک اور مصیبت آ گئی ہے۔ پہلے ہی جبرو ہاتھ نہیں آ رہا اور اوپر سے آرڈر ملا ہے کہ پنجاب رجمنٹ کا اللہ داد حوالدار ایک انگریز میجر کا خون کر کے فوج سے فرار ہو گیا ہے اسے ہر حالت میں گرفتار کر جائے۔"

یہ نیا شوشا شیوا جی کے منصوبے کا حصہ تھا۔ میٹنگ ختم ہوتے ہی شیوا جی نے پولیس پارٹی کو ساتھ لیا اور گڑھ مگدھ کے مکانوں کی تلاشی لینی اور لوگوں سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ بہت جلد گاؤں میں مشہور ہو گیا کہ پنجاب رجمنٹ کا کوئی حوالدار ایک انگریز میجر کو قتل کر کے اس طرف بھاگ آیا ہے۔ تھانیدار نے سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق علاقے کے تمام دیہاتوں میں چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ اس نے اپنی کارروائی سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ پولیس جبرو ڈکیت کو بھول کر انگریز میجر کے قاتل فوجی بھگوڑے حوالدار اللہ داد کی تلاش میں لگ گئی ہے۔ شیوا جی نے گھر گھر تلاشی میں اس قدر سختی سے کام لیا کہ لوگ پریشان ہو اٹھے۔ بچے بچے کی زبان پر یہ بات آ گئی کہ علاقے میں کوئی خطرناک فوجی بھگوڑا چھپا ہوا ہے۔ شیوا جی نے اس سلسلے میں علاقے کے سفید پوشوں اور پولیس کی مخبر عورتوں سے بھی کام لیا اور دیکھتے دیکھتے ارد گرد کے دیہات میں سب کو معلوم ہو گیا کہ کوئی خطرناک فوجی بھگوڑا وہاں آ گیا ہے۔ جس کی تلاش میں پولیس سرگرمی سے مصروف عمل ہے۔

یہ خبر جبرو اور شادو تک بھی پہنچ گئی۔ شادو نے اس خیال کا اظہار کیا کہ کہیں یہ شخص

کمالا تو نہیں ہے؟ جبرو نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا۔ "کمالا کبھی فوج میں نہیں گیا۔ پولیس کو اس کا نام بدل کر اس کا کھوج لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر شادو یہ فوجی بھگوڑا کوئی بڑا دلیر آدمی ہے جو انگریز کو قتل کر کے بھاگا ہے۔"

شادو نے کہا۔" پرسوں میں بھیس بدل کر برانچ نہر کے پار والے گاؤں میں سگریٹ اور گڑ نمک لینے گیا تو لوگ اسی فوجی بھگوڑے کی باتیں کرتے رہے تھے۔"

"چلو اچھا ہوا۔ پولیس کی توجہ اب ہماری طرف نہیں ہے۔"

شادو کہنے لگا۔ "لیکن استاد اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پولیس ہم سے غافل ہو گئی ہے۔ ہماری تلاش میں بھی اس نے مخبر چھوڑ رکھے ہوں گے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اب ہم کب تک اس خطرناک جگہ میں چھپے رہیں گے۔ کمالے کے ملنے کی اب امید نہیں مجھے۔"

جبرو اور شادو اپنی خفیہ کمین گاہ سے باہر مٹی کے تودوں کے پیچھے اینٹوں کے چولہے کے پاس بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ دن کے گیارہ کا وقت تھا۔ دھوپ بڑی خوشگوار تھی۔ جبرو نے چائے کا گھونٹ بھرنے کے بعد مٹی کا مگ نیچے رکھ دیا اور بولا۔ " میں بھی یہی سوچ رہا ہوں شادو۔ کمالے کو اگر آنا ہوتا تو اب تک آ گیا ہوتا۔ لگتا ہے وہ اس علاقے میں نہیں ہے۔"

شادو جو وہاں روز اول ہی سے سخت خطرہ محسوس کر رہا تھا جھٹ بولا۔ " یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا استاد۔ میری مانو۔ ہم آج رات ہی کسی دوسرے صوبے کی طرف نکل جاتے ہیں۔"

جبرو نے کہا۔ "اتنی جلدی نہیں۔ میں کم از کم ایک ہفتہ مزید کمالے کا انتظار کرنا چاہتا ہوں۔"

شادو خاموش ہو گیا۔ دوسری طرف خفیہ پولیس کا موہن لال بھی اپنا نیا خفیہ مشن شروع کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔ اس نے تھانیدار شیوا جی کے کوارٹر میں آتے ہی پہلا کام یہ کیا تھا کہ داڑھی مونڈنی بند کر دی تھی۔ مونچھیں اس کی پہلے ہی سے بڑی بڑی بالکل

مسلمان فوجیوں ایسی تھیں۔ سات دنوں میں اس کی داڑھی بڑھ آئی تھی۔ ایک روز رات کو شیوا جی نے اسے فوجی حوالداروں والی پرانی میلی کچیلی خاکی وردی اور پرانے فوجی بوٹ پہنائے۔ اس کے نام اور رینک کی جعلی فوجی پاس بک جو پہلے سے ہی تیار کروا دی گئی تھی اس کے حوالے کی۔ کچھ روپے دیئے اور اسے رات کے اندھیرے میں گاؤں سے نکال کر کھیتوں میں چھوڑ دیا۔

موہن لال اب بھگوڑا حوالدار اللہ داد تھا۔ وہ راتوں رات کھیتوں سے نکل کر کافی دور سنسان علاقے میں پہنچ کر ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ دونوں جیبوں میں اس نے بھنے ہوئے چنے بھر لئے۔ رات اس نے وہیں سو کر گزار دی۔ دن چڑھے اٹھا۔ تھوڑے سے چنے کھا کر پلاسٹک کی کپی میں پانی کے دو گھونٹ پیئے اور بظاہر چھپتا چھپتا آگے روانہ ہو گیا۔ اسے بتا دیا گیا تھا کہ جبو ڈکیت اس علاقے میں کسی خفیہ مقام پر چھپا ہوا ہے۔

موہن لال یہ جانتا تھا کہ جبو ڈکیت علاقے کی دیہاتی عورتوں میں ایک مخیر اور غریبوں کی مدد کرنے والے کی حیثیت بہت مقبول ہے چنانچہ وہ ویرانوں میں پھرتا پھراتا ایک چھوٹے سے گاؤں کے قریب آکر رک گیا۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ گاؤں سے باہر جانے والی کچی سڑک سے ہٹ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھا غور سے سڑک کو دیکھ رہا تھا۔ اتنا اسے معلوم تھا کہ جبو کا کوئی آدمی اگر راشن لینے آئے گا تو وہ شام کے وقت ہی آتا ہو گا۔

اندھیرا ہونے لگا تو موہن لال آگے چل پڑا۔ رات اس نے ایک بوسیدہ سادھی میں گزاری اور اگلے روز کسی دوسرے گاؤں کی نگرانی کرنے چل دیا۔ اسے اس علاقے میں پھرتے اور دربدری کرتے تین دن گزر گئے تھے۔ ایک روز شام کے وقت وہ ایک گمنام سے گاؤں کے باہر درخت کے نیچے بیٹھا ستا رہا تھا کہ اسے ایک آدمی گھوڑے پر سوار گاؤں میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔

موہن لال نے دو باتیں خاص طور پر نوٹ کیں جو اسے عام گاؤں کے آدمیوں سے مختلف نظر آئیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اجنبی کا گھوڑا بہت صحت مند تھا۔ دوسری بات یہ کہ اس نے اپنا منہ سر کھیس میں چھپا رکھا تھا جب کہ کسی ایسے آدمی کو جو اس گاؤں کا رہنے

والا ہو یوں منہ سر چھپا کر گاؤں میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

موہن لال کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ چوکس ہو کر جھاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔ اندھیرا آہستہ آہستہ کھیتوں اور گاؤں پر اترنے لگا تھا۔ مشتبہ آدمی گاؤں میں داخل ہونے کے بعد موہن لال کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ موہن لال اپنی جگہ پر ہی بیٹھا رہا۔ اسے اس آدمی کے گاؤں سے باہر آنے کا انتظار تھا۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد ایک گھوڑا گاؤں کی نیم تاریک گلی میں سے نکل کر کچی سڑک پر آگیا۔ اس پر وہی مشتبہ شخص سوار تھا اب اس نے اپنے آگے ایک بوری نما بڑا تھیلا بھی رکھا ہوا تھا۔ موہن لال کے چہرے پر ایک معنی خیز اور فتح مندانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ یہاں تک کہ گھڑ سوار رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ موہن لال نے وہ رات اسی گاؤں کے باہر ایک ٹوٹی پھوٹی کوٹھری میں گزار دی۔

جب صبح ہوئی تو اس نے تھوڑے سے چنے کھا کر قریب ہی بہتے ایک نالے کا پانی پیا اور اس کچی سڑک پر آگیا جہاں رات کو مشتبہ گھڑ سوار گزرا تھا۔ موہن لال ایک بے مثال کھوجی بھی تھا۔ یہ صلاحیت اس کی کارگزاری کا نمایاں اور اہم ترین حصہ تھی۔ اس نے طلوع ہوتے سورج کی روشنی میں کچی سڑک پر گھوڑے کے کھروں کے نشان دیکھے۔ کھرا اٹھایا اور آہستہ آہستہ آگے چل دیا۔ کوئی دو فرلانگ آگے جانے کے بعد کھرا سڑک کے بائیں جانب ویرانے میں اتر گیا تھا۔ موہن لال بھی اس طرف ہو گیا۔ گھوڑے کے سموں ک نشان کلر زمین پر بڑے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ان کا کھرا اٹھاتا چلتا چلا گیا۔ یہاں سموں کے نشان گہرے تھے اور مٹی ادھر ادھر اڑی ہوئی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ گھڑ سوار یہاں سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے گزرا تھا۔ آگے ایک کھال آگیا کھال کے بیچ میں چھوٹی نالی کی شکل میں سیم کا پانی بہہ رہا تھا۔ گھوڑا یہاں سے کھال کی چڑھائی چڑھا تھا۔ چڑھائی پر سموں کے نشان صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ کھال کے پار پھر کلر زدہ زمین شروع ہو گی۔ دوپہر تک خفیہ پولیس والا موہن لال بھگوڑے فوجی حوالدار اللہ داد کے بھیس میں گھوڑے کے کھرے اٹھاتا چلتا چلا گیا۔ دوپہر کے بعد غیر ہموار علاقہ شروع ہو گیا۔ یہاں خشک گھاس کے

ٹکڑے بھی تھے۔ موہن لال کی تیز اور تجربہ کار نگاہیں خشک گھاس پر بھی سموں کے نشان دیکھ رہی تھیں۔ یہاں اس نے تھوڑی دیر آرام کیا۔ جیب سے چنے نکال کر کھائے اور پھر چل پڑا۔

اب دور شوالک کی پہاڑیوں کا دھندلا سلسلہ نظر آنے لگا تھا۔ اس غیر ہموار میدان میں مٹی کے چھوٹے بڑے تودے بھی تھے اور پتھر کی سخت بنجر ٹیکریاں بھی تھیں۔ کھرا برابر آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں بھی سوار نے گھوڑے کو تیز دوڑایا تھا۔ جنگلی پھلاہی اور کریڑ کی جھاڑیوں کا بیابان شروع ہو گیا۔ موہن لال کو ایک دو جگہ سانپ بھی نظر آئے یہ جھاڑ جھنکار کا سلسلہ آگے جا کر چڑھائی کی شکل میں اوپر مٹی اور پتھر کی چٹانوں کی طرف چلا گیا تھا جہاں گنجان درختوں نے جگہ جگہ چھتریاں سی بنا رکھی تھیں۔ موہن لال رک گیا۔ اس نے اوپر والی چٹانوں اور مٹی کے بڑے بڑے تودوں کی طرف نگاہ دوڑائی گھوڑے کے سموں کے نشان اوپر کی طرف جا رہے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ جبرو یہیں کسی خفیہ کمین گاہ میں چھپا ہوا ہے۔ اس نے گھوڑوں کے نشان والا راستہ چھوڑ دیا اور بائیں طرف کوئی پانچ سات قدم ہٹ کر جھاڑیوں کے جنگل میں داخل ہو گیا۔ چڑھائی پر تقریباً ایک ڈیڑھ فرلانگ چلنے کے بعد اسے ایک کچی پگ ڈنڈی نظر آئی۔ اس پگ ڈنڈی پر جا کر اس نے جھک کر دیکھا۔

گھوڑوں کے سموں کے نشان وہاں موجود تھے۔

موہن لال کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ دوسری طرف کریڑ اور پھلاہی کے چھتنار والے درختوں کے طرف چلا گیا۔ یہاں بہت جلد اسے ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں زمین پر ایک گڑھا بنا ہوا تھا۔ گڑھے میں جھاڑ جھنکار بھرا تھا۔ موہن لال اس گڑھے میں جگہ بنا کر بیٹھ گیا۔ یہاں سے اوپر جاتی پگ ڈنڈی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ باقی کا سارا دن اس نے وہیں گزار دیا۔ سورج غروب ہوا تو شام کا اندھیرا اترنا شروع ہو گیا۔ موہن لال خشک گھاس میں گھسا بیٹھا رہا۔

شام کے جھٹپٹے میں اسے دور اوپر پہاڑی تودوں میں ایک جگہ سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا وہاں کوئی آبادی نہیں ہو سکتی تھی۔ موہن لال نے سوچا۔ یقیناً یہ آگ جبرو ڈکیت کے

آدمیوں نے روٹی پکانے کے لئے جلائی ہوگی۔ موہن لال نے ماحول کا اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ یہ جگہ ایسی تھی کہ اگر آدمی کے پاس کافی اسلحہ ہو تو پولیس وہاں تک کبھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگر جبرو اور اس کے ساتھی اوپر والی ٹیکری کی کسی کھوہ میں چھپے ہیں تو پولیس کو وہاں تک پہنچتے ہوئے بہت سے آدمیوں کی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جبرو اور اس کے آدمیوں کو وہاں سے نکال کر نیچے میدان میں لانا بہت ضروری تھا۔

موہن لال ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے گھوڑے کے سموں کی دھمک سنائی دی۔ اسے گھڑ سوار نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھوڑے کے کھروں کی آواز قریب آ رہی تھی۔ موہن لال سمجھ گیا کہ ڈاکوؤں میں سے کوئی نیچے اتر رہا ہے۔ موہن لال اپنی اسکیم کے مطابق تیار ہو گیا۔ وہ گڑھے میں سے نکلا اور پگ ڈنڈی کے نشیب میں ایک جانب جھاڑیوں میں اوندھے منہ لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں اس طرف لگی تھیں جہاں پگ ڈنڈی جنگلی جھاڑیوں کے درمیان سے نکلتی تھی۔

اسے گھوڑے کی ہنہناہٹ سنائی دی۔ گھوڑے کے کھروں کی آواز قریب آ رہی تھی۔ سوار گھوڑے کو قدم قدم چلاتے ہوئے لا رہا تھا۔ موہن لال ہوشیار ہو گیا۔ اندھیرا بتدریج گہرا ہوتا جا رہا تھا مگر اس کو وہ گھڑ سوار صاف نظر آ رہا تھا جو اپنے کاندھے سے رائفل لٹکائے گھوڑے پر بیٹھا آہستہ آہستہ پگ ڈنڈی پر چلا آ رہا تھا۔ موہن لال نے اپنے آپ کو اور نیچے کھسکا لیا۔ جب گھڑ سوار اس کے قریب سے گزرنے لگا تو موہن لال نے خالص فوجی حوالدار کے لہجے میں گرج کر کہا۔

"ٹھہر جا او گرائیں۔ حرکت کی تو گولی مار دوں گا یہیں رک جا۔"

گھوڑے پر جبرو تھا۔ وہ دن ڈوب جانے پر اپنے معمول کے مطابق کمالے کی تلاش میں نکلا تھا۔ اس نے ایک جانب سے آتی یہ دھمکی آمیز آواز سنی تو گھوڑے کو روک لیا۔ موہن لال نے پھر گرج کر کہا۔ "رائفل نیچے پھینک دے گرائیں اور یہاں سے دفع ہو جا۔ میں تیری جان نہیں لوں گا۔ مجھے تیری رائفل چاہئے۔ جلدی رائفل نیچے پھینک نہیں تو گولی چلا دوں گا۔ تو میرے ٹارگٹ میں ہے۔"

موہن لال جان بوجھ کر فوجی اصطلاحیں بول رہا تھا۔ جبرو سمجھ گیا کہ یہ کوئی فوجی ہے۔ پھر اچانک جبرو کے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ وہی فوجی بھگوڑا حوالدار اللہ داد تو نہیں ہے جس کے پیچھے علاقے کی ساری پولیس لگی ہوئی ہے؟ جبرو کو یہ بھگوڑا حوالدار اللہ داد شروع ہی سے اچھا لگتا تھا اس لئے کہ وہ ایک انگریز میجر کو قتل کرکے بھاگا تھا۔ ضرور اس نے غیرت میں آکر انگریز کو قتل کیا ہوگا۔ جبرو نے بلند آواز میں کہا۔ "اگر تو حوالدار اللہ داد تو پھر میرا یار ہے۔"

موہن لال فوراً سمجھ گیا کہ یہ جبرو کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جبرو بھی پنجاب رجمنٹ کا ہی فوجی بھگوڑا تھا۔ مگر اس نے اپنی سوچی سمجھی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے گرج دار آواز میں کہا۔ "میرا کوئی یار نہیں اوئے۔ میں تمہیں دو سیکنڈ کی مہلت دیتا ہوں۔ رائفل ادھر نہ پھینکی تو گولی چلا دوں گا۔ تو میرے پستول کی زد میں ہے۔"

جبرو نے رائفل اتار کر اس کی طرف جھاڑیوں میں اچھال دی جدھر سے اسے آواز آرہی تھی۔ رائفل موہن لال سے چند فٹ کے فاصلے پر گری۔ اس نے لپک کر رائفل اٹھالی اور اس کا سیفٹی کیچ کھینچ کر کہا۔ "اب یہاں سے بھاگ جا گرائیں اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔"

جبرو گھوڑے کو قدم قدم چلاتا آگے چل دیا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو موہن لال رائفل قریب ہی رکھ کر گڑھے میں اتر کر بیٹھ گیا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر یہ شخص جبرو ڈکیت ہے تو عقب سے ہو کر اپنی رائفل واپس لینے ضرور آئے گا' چنانچہ پانچ منٹ کے بعد موہن لال نے جان بوجھ کر ماچس جلا کر سگریٹ سلگا دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ماچس کی روشنی جبرو کو نظر آ جائے اور ایسا ہی ہوا۔ جبرو آگے جا کر گھوڑے سے اتر گیا تھا اور ریوالور نکال کر گھوڑے کو ایک طرف کھڑا کر کے پیچھے کی جانب سے اس طرف بڑھ رہا تھا جہاں اس کے خیال کے مطابق بھگوڑا حوالدار اللہ داد چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے ماچس کے شعلے کی روشنی کو دیکھ کر اپنا ٹارگٹ رجسٹر کر لیا تھا۔ وہ بغیر آواز پیدا کئے رینگتے ہوئے گڑھے کے کنارے پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک انسانی سایہ گڑھے میں سر جھکائے بیٹھا سگریٹ پی

رہا ہے رائفل اس کے ہاتھ میں ہے۔ موہن لال نے جبرو کے رینگنے سے جھاڑیوں کے ہلنے جلنے کی آواز سن لی تھی مگر جان بوجھ کر خاموش تھا اور دوسری طرف رائفل پکڑے دیکھ رہا تھا۔

جبرو نے ریوالور کا رخ موہن لال کی طرف کیا اور بولا۔ "رائفل نیچے پھینک دے گرائیں میں اپنی امانت واپس لینے آگیا ہوں۔"

موہن لان نے اداکاری کرتے ہوئے تڑپ کر پیچھے دیکھا۔ جبرو گرجا۔ "حرکت نہ کرنا گرائیں۔ میرا نشانہ بڑا پکا ہے میں تجھے گولی سے اڑا سکتا تھا۔ مگر مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں۔ رائفل پیچھے پھینک دے۔"

موہن لال نے رائفل پیچھے کی طرف پھینک دی۔ جبرو نے ہاتھ بڑھا کر رائفل اٹھالی اور ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ رائفل اس کے سیدھے ہاتھ میں تھی۔ اس نے رائفل کی نالی موہن لال کی طرف کر دی اور آنکھیں سکیڑ کر بارعب آواز میں کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو باہر نکل آؤ۔"

موہن لال یہی تو چاہتا تھا۔ وہ گڑھے سے باہر نکل آیا۔ اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔ موہن لال نے رات کے بڑھتے ہوئے اندھیرے میں دیکھا کہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر ایک دراز قد جوان رائفل اس کی طرف کئے کھڑا ہے اسلحہ کی پٹی کمر کے گرد بندھی ہے سر پر اونی ٹوپی ہے جس پر رومال لپیٹ رکھا ہے۔ اندھیرے میں آنکھیں چیتے کی آنکھوں کی طرح چمک رہی ہیں۔ موہن لال سمجھ گیا کہ یہ جبرو ڈکیت کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس نے اداکاری شروع کر دی اور نرم لہجے میں کہنے لگا۔

"گرائیں! تو نے اپنی امانت مجھ سے واپس لے لی ہے۔ اب اپنا راستہ لے۔ اگر تو کوئی راہ گیر ہے تو میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں جو تجھے دے دوں۔"

جبرو بولا۔ "تیرا پستول کہاں ہے جس کی دھمکی دے رہا تھا؟"

موہن لال نے کہا۔ "گرائیں میرے پاس کوئی پستول وغیرہ نہیں تھا وہ تو میں تمہاری رائفل ہتھیانے کے لئے بلف چال چل رہا تھا۔ اب خدا کے واسطے میری جان چھوڑ اور

مجھے جانے دے۔"

جبرو نے رائفل کی نالی نیچی کر لی اور ذرا قریب آ کر کہنے لگا۔ "اگر تو سچ سچ بتادے کہ کون ہے اور یہاں کیا لینے آیا تھا تو میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔ ورنہ ابھی تیری لاش یہاں تڑپ رہی ہوگی۔"

موہن لال اسی موقع کی تلاش میں تھا۔ ہاتھ نیچے کر کے وہیں گڑھے کے کنارے سر جھکا کر بیٹھ گیا اور بولا۔ "گرائیں اگر سچ پوچھتا ہے تو میری ایک شرط ہے مجھ سے مردوں والا وعدہ کر کہ تو یہ بات کسی کو بتائے گا نہیں۔"

جبرو نے کہا۔ " میں وعدہ کرتا ہوں۔ اب بول۔ تو اصل میں کون ہے؟"

موہن لال کہنے لگا۔ "گرائیں میرا نام اللہ داد ہے۔ میں پنجاب رجمنٹ میں حوالدار تھا۔ میری کمپنی کے انگریز میجر نے مجھے بہن کی گالی دی۔ میں نے اسے قتل کر دیا اور فوج سے بھاگ نکلا۔ تب سے اب تک اس ویرانے میں در بدر پھر رہا ہوں۔ پولیس نے مجھے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ میں اس سے جان بچاتا پھر رہا ہوں۔"

حوالدار اللہ داد کے بارے میں جبرو تو کیا اس علاقے کے بچے بچے کو معلوم تھا۔ جبرو نے پھر بھی اپنی تسلی کرنے کے لئے پوچھا کہ اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ حوالدار اللہ داد ہے۔

موہن لال بولا۔"بھائی میں تمہیں کیا ثبوت دوں۔ تو سویلین ہے۔ میں فوجی ہوں۔ بھاگتے وقت میں اپنی پاس بک ساتھ ہی لے آیا تھا۔ وہ تمہیں دکھا سکتا ہوں ۔ مگر تمہیں کیا معلوم کہ پاس بک کیا ہوتی ہے؟"

موہن لال خوب جانتا تھا کہ جبرو فوج میں رہ چکا ہے اور پاس بک دیکھ کر وہ اس کے جھانسے میں آ جائے گا۔ اس نے جیب سے اپنی جعلی پاس بک نکال کر جبرو کی طرف پھینک دی اور بے زاری سے بولا " تو ضد کرتا ہے تو دیکھ لے پاس بک۔ مگر اندھیرے میں تجھے کیا پتا چلے گا۔"

جبرو نے جیب سے ماچس نکال کر تیلی جلائی اور اس کی روشنی میں پاس بک کو غور سے

دیکھا۔ یہ واقعی فوجی پاس بک تھی اور اندر تصویر بھی لگی تھی۔ جبرو نے پاس بک واپس پھینک کر کہا۔ " ٹھیک ہے۔ اسے اپنے پاس رکھ لے۔"

موہن لال نے پاس بک اٹھا کر جیب میں رکھ لی اور بولا۔ " بھائی اب تو اپنی راہ لے اور مجھے اپنی راہ جانے دے مگر اپنی شرط پر مرد بن کر قائم رہنا۔ کسی کو بتانا مت کہ تو حوالدار اللہ داد سے ملا تھا۔"

جبرو نے رائفل کاندھے پر رکھ لی اور پوچھا۔ " تو کہاں جائے گا؟"

موہن لال نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ "گرائیں میری قسمت میں تو انگریز کے ہاتھوں موت لکھی ہے کئی روز سے بھوکا پیاسا یہاں چھپتا پھر رہا ہوں۔ ایک نہ ایک روز پکڑ لیا جاؤں گا۔ میں نے پوری کمپنی کے سامنے انگریز کو گولی مار دی تھی۔ میرے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔"

جبرو خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ " اللہ داد تو اسی جگہ بیٹھا رہ۔ میں تیرے لئے کچھ کھانے کو اور گرم چادر لاتا ہوں۔ گھبرانا مت میں پولیس کا آدمی نہیں ہوں۔"

جبرو گھوڑے پر سوار ہوا اور ٹیلے کی طرف جانے والے اندھیرے راستے پر چل پڑا۔ موہن لال اسے رات کے اندھیرے میں جاتے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر انتہائی عیارانہ مسکراہٹ تھی۔

○☆○